حصہ چہارم..........عملی کام

فہرست

صفحہ نمبر	عناوین	نمبرشمار
	غیرمقلدین کے کام کا تعارف.........	۱
	عوام میں اشتہار کیلئے.........	۲
	احناف کے پمفلٹس.........	۳
	احناف کی کچھ کتابوں کی فہرست.........	۴
	ردِّ غیرمقلدیت میں کام کرنے والے کچھ علماء.........	۵
	غیرمقلدین کی کتابوں کے جائزے.........	۶
	غیرمقلدین کے پمفلٹس کے جائزے.........	۷
	غیرمقلدین میں عملی کام کے عکس.........	۸
	غیرمقلدین سے تحریری مناظرات کے عکس.........	۹
	غیرمقلدین سے مناظرات کے روداد ات.........	۱۰
	غیرمقلدین کے سوالات کے جوابات.........	۱۱
	غیرمقلدین سے سوالات.........	۱۲
	عقائد.........	۱۳
	واقعات.........	۱۴

نصاب تخصص کی تعلیم کا مقصد

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں کہ ”تبلیغ احکام کے متعلقات میں سے احکام کی حفاظت بھی ہے یعنی اسلام کے اصول وفروع پر جو جملے یا آمیزشیں ہوتی ہیں خواہ وہ اہل کفر کی جانب سے ہوں یا اہل بدعت کی طرف سے ان کا دفع کرنا (اہل علم کی ذمہ داری ہے) تا کہ طالبان حق شبہات سے محفوظ رہیں۔ اوراس مقصد کیلئے اگر اہل باطل پر ردوقدح کرنے کی حاجت ہو یا ان سے مناظرہ کرنا مصلحت کا تقاضہ ہو اس سے پہلوتہی نہ کرے۔ اوراس پرآشوب زمانہ میں اگر مناظرہ مشروع ہے تو اسی غرض سے ورنہ تعصب اس درجہ ترقی پر ہے کہ مناظرہ سے احقاقِ حق (یعنی حق ثابت کرنا) مقصود ہی نہیں کرنا۔ اوراس ردوقدح کیلئے اگر اہل باطل کے علوم وفنون حاصل کرنا ضروری ہو تو وہ بھی طاعت ہے جیسے اس وقت سائنس وغیرہ سیکھنا۔“

نصاب تخصص کی تعلیم کرنے کیلئے ضروری ہے کہ نیت درست کریں جیسی نیت ہوگی ویسے ہی نتائج برآمد ہوں گے۔ اور آخرت میں اس کا پھل ویسا ہی ملے گا اسلئے تصحیح نیت ضروری ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے ”عَنْ جَابِرِبْنِ عَبْدِ اللّٰہِؓ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: لَاتَعَلَّمُوْاالْعِلْمَ لِتُبَاھُوْابِهِ الْعُلَمَاءَ، وَلَاتُمَارُوْبِهِ السُّفَهَاءَ، وَلَاتَخَيَّرُوْابِهِ الْمَجَالِسَ فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِکَ، فَالنَّارُ النَّارُ،

ترجمہ:۔ حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: علماء سے بڑائی جتانے، بیوقوفوں سے جھگڑنے یعنی ناسمجھ عوام سے الجھنے اور مجلسیں جمانے کیلئے علم حاصل نہ کرو۔ جو شخص ایسا کرے اس کیلئے آگ ہے آگ۔ (ابن ماجہ باب الانتفاع بالعلم والعمل بہ ص۲۲)

فائدہ:۔ علم کی مجلسیں جمانے کیلئے حاصل نہ کرو اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ علم کے ذریعہ سے لوگوں کو اپنی ذات کی طرف متوجہ نہ کرو۔

نصاب تخصص کی تعلیم وتعلم میں نیت صرف اللہ کی رضا ہو۔ (اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطاء فرمائے اور اجر وثواب کا باعث بنائے اور ہر قسم کے فتنوں سے بچائے۔ آمین)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ

ڈیڑھ (۱،۱/۲) ارب سے زائد مسلمانانِ عالم میں سے ایک ارب مسلمانوں کی انفرادی، جماعتی اور سیاسی زندگی میں امام اعظمؒ کے احوال وافکار ظلمت میں آفتاب تاباں کا مقام رکھتے ہیں۔ یہ وہ سرچشمۂ نور ہے جس کی کرنیں فرد پر، گھرانے پر، حکومت پر اور مجالس دستور ساز پر یکساں پڑتی ہیں۔ آج جب کہ ہم اپنی زندگی کو انفرادی اور اجتماعی دونوں حیثیتوں سے اسلامی سانچے میں ڈھالنا چاہتے ہیں، یہ روشنی ہر منزل پر ہماری رہنمائی کرے گی۔

از

علامہ سید مناظر احسن گیلانیؒ

غیر مقلدین کے کام کا تعارف

غیر مقلدین کی قسمیں

عام طور پر غیر مقلدین کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) **تقلیدی غیر مقلد**:۔ یعنی کسی کے ماں باپ غیر مقلد ہوتے ہیں تو ان کی تقلید میں غیر مقلد بن جاتا ہے۔

(۲) **طلاقی غیر مقلد**:۔ کسی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی، قرآن کریم کی رو سے وہ عورت اس پر حرام ہوگئی اب اس عورت کو رکھنا ہے اس حرام کو کیسے حلال کیا جائے تو غیر مقلدین کے فتویٰ کے سہارے حرام کاری کو حلال بنانے کے لئے غیر مقلد بن جاتے ہیں۔

(۳) **جھگڑالو غیر مقلد**:۔ غیر مقلدین کسی کو چنے کے جھاڑ پر چڑھا دیتے ہیں، اور اس کی تعریف میں کہتے ہیں کہ آپ بہت سمجھ دار، عقلمند اور باشعور ہیں، کسی بھی مسئلے کی باریکی کو قرآن وحدیث سے براہِ راست تحقیق کرسکتے ہیں۔ اور تحقیق کے نام پر صرف اپنے ہی دلائل سے روشناس کراتے ہیں (جب کہ یہ تحقیق نہیں بلکہ منازعت یعنی جھگڑا ہے)۔ نتیجے میں وہ اپنے مسئلے کی حقانیت ثابت کرنے کیلئے خوب اچھل کود کرتا ہے، اور لوگوں سے بحث کرتا ہے۔

غیر مقلدین کے کام کے ذریعے

عام طور پر جن کاموں میں مسلمان دلچسپی لیتے ہیں ان کاموں کو غیر مقلدین اپنے قریب کرنے کا ذریعہ بناتے ہیں۔

(۱) ''درس قرآن۔'' دراصل درس قرآن میں بات اُن کی اپنی ہوتی ہے اور نام قرآن کا ہوتا ہے۔ یعنی ''بات اپنی نام قرآن کا۔''

(۲) ''درس حدیث۔'' دراصل درس حدیث میں بات اُن کی اپنی ہوتی ہے اور نام حدیث کا ہوتا ہے۔ یعنی ''بات اپنی نام حدیث کا۔''

(۳) ''غیر مسلموں میں اسلام کی دعوت۔'' یہ حقیقت ہے کہ کتنا بھی گرا پڑا مسلمان ہو لیکن غیر مسلموں میں اسلام کی دعوت کی تمنا رکھتا ہے۔ اسی دعوت کا نام لے کر غیر مقلدین لوگوں کو اپنے قریب کرتے ہیں اور اسلام کی دعوت کی بجائے اپنے مسلک کی تبلیغ کرتے ہیں۔

موجودہ ''نصاب تخصص'' کے تینوں حصوں میں غیر مقلدین کے اس دھوکہ کا رد ہے۔ کہ ''قرآن وحدیث فلاں بات کا حکم کرتے ہیں اور حنفی مسلک اس کے خلاف حکم کرتا ہے۔'' مشہور اختلافی اجتہادی مسائل کو عنوان بنا کر، حنفی مسلک کس طرح صحیح ہے اور غیر مقلدین کا مسلک کس طرح غلط ہے اسے ثابت کیا گیا ہے۔ یعنی غیر مقلدین کے عملی فتنوں کا رد ہے اور زمانے کی حکمتوں اور تقاضے کے مطابق حنفی مسلک کے دلائل پیش کئے گئے ہیں۔

غیر مقلدین کے کام کے طریقے

غیر مقلدین کو اس کی فکر کم ہوتی ہے کہ جو اسلام سے دور ہیں انہیں قریب لایا جائے، یا جو بے نمازی ہیں انہیں نمازی بنایا جائے، یا جو گناہوں میں مبتلاء ہیں ان سے توبہ کرا کر انہیں سیدھے راستے پر لایا جائے، لیکن اس کی فکر ہوتی ہے کہ کوئی شخص نمازی بن گیا یا تبلیغی جماعت میں وقت لگا کر آ گیا، تو کس طرح بھٹکا کر اس کی عبادت کو کم کیا جائے۔ اور انہیں اس بات کی فکر زیادہ ہوتی ہے کہ مقلد کو کس طرح غیر مقلد بنایا جائے، اور اسی کو وہ تبلیغ کہتے ہیں۔ اس کیلئے غیر مقلدین مختلف طریقے اپناتے ہیں۔

(۱) **انفرادی محنت**:۔ کسی شخص کے بارے میں طے کرتے ہیں کہ اس پر محنت کی جائے۔ اس شخص کا نام ایک دوسرے کو بتا دیتے ہیں۔ پھر اس شخص پر مختلف طریقے آزماتے ہیں۔ اس سے وقتاً فوقتاً ملاقات کرتے رہتے ہیں۔ اس کے ساتھ اٹھنا، بیٹھنا، رہنا، سہنا شروع کرتے ہیں اور آہستہ آہستہ اس کے ذہن کو اس نکتہ پر لانے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ آج تک جو کچھ کرتا آیا ہے وہ غلط ہے۔ قرآن اور حدیث اس بات کا حکم کرتے ہیں اور حنفی مسلک اس کے خلاف حکم کرتا ہے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کیلئے ایک موضوع طے کر کے مختلف افراد اس سے گفتگو کرتے ہیں۔ اس کو اس موضوع پر کتابیں مطالعہ کیلئے دیتے ہیں۔

اسے سننے کیلئے اور دیکھنے کیلئے سی، ڈی (C-D) دیتے ہیں۔ سوچنے کیلئے اسے سوالات دیتے ہیں۔ اور اسے ترغیب دیتے ہیں کہ ان سوالات کے جوابات حاصل کرو۔ اس سلسلہ میں اسے مختلف پمفلٹس فراہم کرتے ہیں۔ اور اس کے علماء سے بحث ومناظرہ کی تیاری بتاتے ہیں۔ اس طرح مہینوں یا برسوں محنت کر کے اس کی برین واشنگ (ذہن سازی) کرتے ہیں۔ اور جب وہ پھسل کر قریب آتا ہے تو اس کے ذہن میں بٹھاتے ہیں کہ اس کے والدین اور گھر کے افراد چونکہ مقلدین میں سے ہیں اس لئے مشرک ہیں، ان کے ساتھ کھانا، پینا، یا برتاؤ کرنا اسلام کے خلاف ہے۔ چنانچہ اس کا گھر کے افراد سے جھگڑا ہوتا ہے اس جھگڑے کو ''جہاد'' کا نام دیتے ہیں۔ اس کا جھگڑا مسجد میں مصلیوں سے ہوتا ہے کیونکہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ اُن کی نماز نہیں ہوتی ہے۔ اس کا ذہن علماءِ کرام سے باغی کرتے ہیں کیونکہ اسے سمجھایا جاتا ہے کہ علماءِ کرام حق کو چھپا رہے ہیں، یہاں تک کہ انہیں اسلام کا دشمن سمجھتا ہے۔

(۲) اجتماعی محنت: ۔ مختلف مواقع پر، موقعہ کے لحاظ سے پمفلٹس تقسیم کرتے ہیں۔ مثلاً شب برأت کے موقعہ پر اس کی تفریط (حیثیت کم کرنا) میں، ماہ رمضان کے موقعہ پر اپنے مسلک کے مسائل کی تبلیغ میں، شب قدر کی فضیلت میں، عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر اپنے مسلک کے مسائل کی تبلیغ میں وغیرہ۔ تبلیغی جماعت میں وقت لگا کر آنے والوں کے ذہن میں انتشار کے لئے پمفلٹس، بے نمازی اگر نماز پڑھنے لگے تو اس کے ذہن میں انتشار کیلئے پمفلٹس، ''فضائل اعمال'' کی تفریط کے لئے پمفلٹس، احناف کی کتابوں کے واقعات کو اسلام کے خلاف بتلانے کے لئے پمفلٹس وغیرہ۔

مذکورہ مواقع کے لئے تقاریر کی سی۔ ڈیز اور ویڈیو سی۔ ڈیز۔ احناف یا مقلدین کو گمراہ بتانے کے لیے کانفرنسیں، سیمینار اور اجتماعات۔ احناف یا مقلدین میں اشکالات پیدا کرنے کے لیے اُن سے سوالات وغیرہ۔

لائبریری قائم کر کے لوگوں تک اپنے مسلک کی کتابیں پہنچانا۔ اور انہیں لائبریری تک مختلف حیلوں سے لانا۔ اپنے مسلک کی تبلیغ کے لیے اسناد، انعامات وغیرہ لالچ کے ذریعے مختلف کورسیس جاری کرنا۔

تالیف قلوب کے نام سے رقم دے کر، ''گھر'' مہیا کر کے اور ملازمت کا لالچ دے کر غیر مقلد بنانا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چند اہم فتاوے

برصغیر کے اہم اور معتبر مفتی، حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ کے اہم مسائل میں چند اہم فتاوے ملاحظہ ہوں۔

احناف کے لئے عصر کی نماز مثلین (دو سائے) سے پہلے پڑھنے کا کیا حکم ھے ؟

غیر مقلدین کے نزدیک ایک سایہ پر عصر کا وقت ہو جاتا ہے جب کہ احناف کا مفتیٰ بہ قول یہ ہے کہ عصر کا وقت دو سائے (مثلین) کے بعد شروع ہوتا ہے۔

دنیا کا کوئی مفتی کسی مسلک کے بنیادی اصولوں کو تبدیل نہیں کر سکتا اگر کوئی مفتی ایسا فتویٰ دیتا ہے جو بنیادی اصولوں کے منافی ہے تو وہ اپنے دائرۂ اختیار سے باہر نکلتا ہے جس سے اس کا اعتبار ساقط ہو جاتا ہے۔ بعض حنفی حضرات سے سننے میں آتا ہے کہ مجھے فلاں فلاں کام ہوتا ہے اس لئے میں عصر کی نماز ایک سایہ پر پڑھ لیتا ہوں اور میں نے اس سلسلہ میں فلاں مولانا یا فلاں مفتی صاحب سے پوچھ لیا ہے۔ (اصل بات یہ ہے کہ وہ اپنے کام کو ''عذر'' سمجھتے ہیں جب کہ مذکورہ مسئلہ میں شرعی اعذار متعین ہیں) ایسے حضرات بطورِ خاص درج ذیل فتویٰ ملاحظہ کریں۔

سوال:۔ (۷۸۸) محلّہ کا امام عصر کی نماز مثلین سے پہلے، اسی طرح عشاء کی نماز شفق ابیض کے غائب ہونے سے پہلے پڑھتا ہے تو مجھے کیا کرنا چاہئے۔ بینوا و تو جروا.

الجواب:۔ دوسری مسجد میں جہاں صحیح وقت پر نماز پڑھی جاتی ہو جا کر پڑھنی چاہئے۔ اگر ممکن نہ ہو یا دشوار ہو تو امام کے ساتھ پڑھ لیں اور وقت آنے پر

منفرداً اعادہ کرلیں۔ ثم رأيت في آ خر المنية نا قلاً عن بعض الفتا ویٰ انه لو کا ن امام محلة يصلى العشا ء قبل غياب الشفق الا بيض فا لا فضل ان يصليها وحده بعد البيا ض ۔اھ(ج ا ص ۳۷۲) (اعلاء السنن ج ۲ ص ۷)

و ا لا ولیٰ ما قلنا انه يصلى مع ا لا مام ثم يعيد ها ولا تكره اعا دة العصر فى هذه الصورة لا ن ا لا ولیٰ لم تصح عند ا لامام فيكون الفرض هى الثا نيه لم اره و لكنه مقتضى القوا عد۔

فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (اعلاء السنن ج ۴ ص ۳۷۶) [فتاویٰ رحیمیہ جلد سوم صفحہ نمبر ۲۶]

اگر حرم میں عصر کی جما عت چھوٹ جا ئے تو کب پڑھے؟

بعض حضرات اشکال پیش کرتے ہیں کہ مکۂ مکرمہ یا مدینۂ منورہ کے حرم میں ایک سائے پر نماز پڑھنے پر فتویٰ کیوں ہے؟ حالانکہ فتویٰ ایسا بھی ہے کہ اگر حرم میں عصر کی جماعت چھوٹ جائے تو دوسائے تک انتظار کرے دوسائے کے بعد عصر کی نماز پڑھے۔ معلوم ہونا چاہئے کہ حرم کی نماز کی جماعت کے اوقات مستثنیات میں سے ہیں اس مسئلہ پر امت کا اجماع ہے اور اس کی وجوہات بھی متعین ہیں،اس لئے عام حالات میں حرم کا حوالہ منطبق نہیں ہوتا۔

منکرین حدیث اسلا م سے خا رج ھیں

فرقۂ غیر مقلدین میں ایک ذیلی فرقہ ہے جو حضورﷺ کی احادیث کو حجت نہیں مانتا اور ان کا انکار کرتا ہے، اپنے آپ کو اہل قرآن کہتا ہے۔اس فرقہ کی علامات یہ ہیں کہ یہ لوگ ''معراج'' کا انکار کرتے ہیں۔ عذابِ قبر، حضورﷺ کی شفاعت کو نہیں مانتے۔علماءِ کرام کو لفظ ''مولانا'' کہنا بہت برا سمجھتے ہیں۔ تفاسیرِ قرآن کا بھی انکار کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ (کچھ منکرین حدیث ایسے ہیں جو مذکورہ تمام امور کا انکار کرتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو چند امور کا انکار کرتے ہیں)۔ان کے بارے میں فتویٰ ملاحظہ ہو

سوا ل :۔ (۱۰۹۱) کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ فرقۂ منکرین حدیث (اہل قرآن) کے عقائد فاسدہ و باطلہ اب کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں، احادیثِ نبویہ کا صراحتاً انکار و تکذیب، ارکانِ اسلام میں سے نماز کی تضحیک، یا پھر پنج وقتہ نماز کا انکار اور صرف دو یا تین وقتیہ فرض نماز کا قائل ہونا، صحیح بخاری شریف و صحیح مسلم شریف کی احادیث کو نقل کر کے نہایت گھناؤنے انداز میں مذاق اڑانا، یہ فرقہ ایسے مہلک و باطل خیالات کی تشہیر اور نشر و اشاعت میں لگا ہوا ہے، اور بھولے بھالے سادہ لوح انسانوں کو بہکا کر دینِ اسلام کی بنیاد ڈھانے میں ہمہ تن مصروفِ عمل ہے۔اب سوال یہ ہے کہ ایسے خیالات کا حامل شخص ''مسلمان'' کہلایا جاسکتا ہے؟ ایسے خیالات والوں کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفنایا جاسکتا ہے؟ ایسے لوگوں کے جنازے میں شریک ہونا اور ان سے شادی بیاہ کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا و تو جروا. (ازسورت)

الجواب :۔ مدعیانِ اہل قرآن جو احادیث کا انکار کرتے ہیں، اور مذاق اڑاتے ہیں، اور نماز کی تضحیک کرتے ہیں، پنج وقتہ نماوں کی فرضیت کا انکار کرتے ہیں یہ لوگ اسلام سے خارج ہیں، ان کی نمازِ جنازہ پڑھنا اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفنانا ان سے شادی بیاہ وغیرہ کسی قسم کے تعلقات رکھنا درست نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۴ ص ۲۰۱)

غیر مقلدین سے رشتے نا طے کر نا کیسا ھے ؟

سوا ل :۔ (۱۵۶۳) فرقہ غیر مقلدین کے متعلق آپ کا فتویٰ (گجراتی زبان میں) کتاب کی صورت میں چھپا ہے اس میں فرقۂ غیر مقلدین اور نام نہاد اہل حدیث کو بہ اقوال علماء راسخین باطل قرار دیا ہے اس فرقہ کے لڑکوں کے ساتھ اہل سنت والجماعت کی لڑکیوں کا نکاح ہوسکتا ہے؟ ہمارے یہاں بعض لوگ نکاح کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، آپ جلد از جلد جواب مرحمت فرمائیں۔ بینوا و تو جروا.

الجواب:۔ مقلدین و غیر مقلدین میں بہت سے اصولی و فروعی اختلاف ہیں یہ لوگ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو معیارِ حق نہیں مانتے، ائمۂ اربعہ پر سب وشتم

کرتے ہیں اوران کی تقلید کو جس کے وجوب پر امت کا اجماع ہو چکا ہے ناجائز اور بدعت بلکہ بعض تو شرک تک کہہ دیتے ہیں، بہت سے اجماعی مسائل کے منکر ہیں، صحابہ کرام کا اجماع ہے کہ بیس رکعت تراویح سنت ہے جبکہ یہ لوگ اسے بدعتِ عمری قرار دیتے ہیں اور تہجد کی آٹھ رکعات تراویح کے لئے پیش کرتے ہیں، جمعہ کی پہلی اذان کو بدعتِ عثمانی کہتے ہیں، ایک مجلس کی تین طلاق کا وقوع جس پر صحابہ وجمہور علماء کا اجماع ہے انکار کرتے ہیں اور ایک طلاق کا فتویٰ دے کر زنا کاری وبدکاری میں مبتلاء کرتے ہیں، صحابہ نے عورتوں کو نماز کیلئے مسجد میں آنے سے روکا ہے اور اس پر صحابہ کا اتفاق ہے یہ لوگ اس کو ٹھکرا دیتے ہیں اور بعض چار سے زیادہ عورتوں سے نکاح کو جائز کہتے ہیں۔ اور خود یہ لوگ ہم سے ہر معاملہ یں الگ رہتے ہیں ان کے علماء ہمارے علمی جلسوں میں شرکت گوارہ نہیں کرتے ان کی مسجد الگ ہوتی ہے ان کی عیدگاہ الگ ہوتی ہے۔ اور ابھی تازہ واقعہ ہے کہ امسال ہمارے یہاں کے غیر مقلدین نے جمہور مسلمانوں سے الگ رہ کر دوسرے دن عید کی، ان چیزوں کے ہوتے ہوئے ان کیساتھ نکاحی تعلق قائم کرنا کیسے گوارہ ہوسکتا ہے یہ فتنہ وفساد کا باعث ہے، لڑکی مرد کے ماتحت ہوتی ہے اسلئے اسکے عقائد واعمال یقیناً خراب ہوں گے لہٰذا اس کا مصلحتاً ہرگز دروازہ نہ کھولا جائے کتابی عورتوں سے نکاح درست تھا مگر اعتقادی واعمالی خرابی کے اندیشہ کی وجہ سے خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروقؓ نے اجازت نہیں دی بلکہ سختی سے منع فرمایا، آپ نے فرمایا میں حلال کو حرام قرار نہیں دیتا مگر مسلمانوں کی عمومی مصلحت کا تقاضا یہی ہے کہ کتابی عورتوں سے نکاح نہ کیا جائے کہ موجب بدعقیدگی اور باعثِ بداخلاقی وبداعمالی ہے اس کے ساتھ حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ مفتی اعظم دار العلوم دیوبند کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیں۔

سوال:۔ (۲۳۱) جو فرقہ غیر مقلد اپنے آپ کو اہل حدیث بتلاتے ہیں ان سے بیٹا بیٹی کا بیاہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟۔

الجواب:۔ اگر نکاح کیا جاوے گا نکاح منعقد ہو جاوے گا لیکن ایسے فرقوں اور ایسے متعصب لوگوں سے رسول اللہ ﷺ نے مناکحت ومواکلت ومشاورت وغیرہ کو منع فرمایا ہے اس لئے بہتر یہ ہے کہ ان لوگوں سے اس قسم کے تعلقات بیاہ شادی کے قائم نہ کئے جائیں۔ (فتاویٰ دار العلوم مدلل ومکمل ج ۷ ص ۱۷۵)

فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۵ ص ۲۶۶/۲۶۷/۲۶۸)

احناف کے پمفلٹس
عوام میں اشتہار کیلئے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نبوی ہدیہ.................صلوٰۃ التسبیح

☆حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن اپنے چچا حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب سے فرمایا: اے عباسؓ، اے میرے محترم چچا! کیا میں آپکی خدمت میں ایک گرانقدر عطیہ اور ایک قیمتی تحفہ پیش کروں؟ کیا میں آپ کے دس کام اور آپ کی دس خدمتیں کروں (یعنی آپکو ایک ایسا عمل بتاؤں جس سے آپ کو دس عظیم الشان منفعتیں حاصل ہوں، وہ ایسا عمل ہے کہ) جب آپ اسکو کریں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کے سارے گناہ معاف فرمادیگا۔ اگلے بھی اور پچھلے بھی، پرانے بھی اور نئے بھی، بھول چوک سے ہونے اور دانستہ ہونے والے، صغیرہ بھی اور کبیرہ بھی، ڈھکے چھپے بھی اور علانیہ ہونیوالے بھی (وہ عمل صلوٰۃ التسبیح ہے۔) میرے چچا اگر آپ سے ہوسکے تو روزانہ یہ نماز پڑھا کریں اور اگر روزانہ نہ پڑھ سکیں تو ہر جمعہ کے دن پڑھ لیا کریں اور اگر آپ یہ بھی نہ کرسکیں تو سال میں ایک دفعہ پڑھ لیا کریں اور اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو کم ازکم زندگی میں ایک دفعہ پڑھ ہی لیں

(سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجه، دعوات کبیر للبیهقی)

کتب احادیث میں صلوٰۃ التسبیح کی تعلیم وتلقین رسول اللہ ﷺ سے متعدد صحابۂ کرامؓ سے روایت کی گئی ہے۔ امام ترمذی نے رسول اللہ ﷺ کے خادم اور آزاد کردہ غلام حضرت ابورافع کی روایت اپنی سند سے نقل کرنیکے بعد لکھا ہے کہ انکے علاوہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن عمرؓ اور فضل بن عباسؓ نے بھی اسکو روایت کیا ہے۔ علامہ ابن الجوزیؒ نے ''صلوٰۃ التسبیح'' کی ترغیب اور تلقین والی اس حدیث کو موضوع کہا ہے حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب ''الخصال المکفرۃ'' میں خاصی تفصیل سے اسکا رد کیا ہے ''صلوٰۃ التسبیح'' کی روایات اور ان کی سندی حیثیت پر تفصیل سے کلام کیا ہے اور انکی بحث کا حاصل یہ ہے کہ یہ حدیث کم ازکم ''حسن'' یعنی صحت کے لحاظ سے دوم درجہ کی ضرور ہے، اور بعض تابعین اور تبع تابعین حضرات سے (جن میں عبداللہ بن مبارکؒ جیسے جلیل القدر امام بھی شامل ہیں) صلوٰۃ التسبیح کا پڑھنا اور اس کی فضیلت بیان کرکے اسکی ترغیب دینا بھی ثابت ہے۔ اور یہ اسکا واضح ثبوت ہے کہ ان حضرات کے نزدیک بھی ''صلوٰۃ التسبیح'' کی تلقین اور ترغیب کی حدیث رسول اللہ ﷺ سے ثابت تھی، اور زمانہ مابعد میں تو یہ صلوٰۃ التسبیح اکثر صالحین امت کا معمول رہا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اس نماز کے بارے میں ایک خاص نکتہ لکھا ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے نمازوں میں (خاص کر نفلی نمازوں میں) بہت سے اذکار اور دعائیں ثابت ہیں۔ اللہ کے جو بندے ان اذکار اور دعاؤں پر ایسے قابو یافتہ نہیں ہیں کہ اپنی نمازوں میں ان کو پوری طرح شامل کرسکیں اور اس سے وجہ ان اذکار و دعوات والی کامل ترین نماز سے وہ بے نصیب رہتے ہیں ان کیلئے یہی صلوٰۃ التسبیح اس کامل ترین نماز کے قائم مقام ہوجاتی ہے کیونکہ اس میں اللہ کے ذکر اور تسبیح وتحمید کی بہت بڑی مقدار شامل کردی گئی ہے، اور چونکہ ایک ہی کلمہ بار بار پڑھا جاتا ہے اس لئے عوام کیلئے بھی اس نماز کا پڑھنا مشکل نہیں ہے۔

صلوٰۃ التسبیح کی تاثیر اور برکت

نماز کے ذریعے گناہوں کے معاف ہونے اور معصیات کے گندے اثرات کے زائل ہونے کا ذکر تو اصولی طور پر قرآن مجید میں بھی فرمایا گیا ہے۔ ''اَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِنَ اللَّیْلِ اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّئَاتِ (سورہ ھود۔۱۲) لیکن اس تاثیر میں صلوٰۃ التسبیح'' کا جو خاص مقام اور درجہ ہے وہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی مندرجۂ بالا حدیث میں پوری صراحت کیساتھ ذکر کردیا گیا ہے، یعنی یہ اس کی برکت سے بندے کے اگلے، پچھلے، پرانے، نئے، دانستہ، نادانستہ، صغیرہ، کبیرہ، پوشیدہ، علانیہ، سارے ہی گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرمادیتا ہے۔ اور سنن ابی داؤد کے ایک صحابی (عبداللہ بن عمروؓ) کو ''صلوٰۃ التسبیح'' کی تلقین کرنیکے بعد ان سے فرمایا ''فَاِنَّکَ لَوْ کُنْتَ اَعْظَمَ اَهْلِ الْاَرْضِ ذَنْباً غُفِرَلَکَ بِذَالِکَ'' (تم اگر بالفرض دنیا کے سب سے بڑے گناہ گار ہونگے تو بھی اسکی برکت سے اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمادیگا۔)

اللہ تعالیٰ محرومی سے حفاظت فرمائے اور اپنے ان خوش نصیب بندوں میں سے کردے جو رحمت ومغفرت کے ایسے اعلانات کو سن کر ان سے فائدہ اٹھاتے اور انکا حق ادا کرتے ہیں

صلوٰۃ التسبیح پڑھنے کا طریقہ

صلوٰۃ التسبیح پڑھنے کے دو طریقے منقول اور معمول ہیں پڑھنے والے کیلئے گنجائش ہے جس طرح چاہے پڑھے۔

نیت: چار رکعت نماز نفل صلوٰۃ التسبیح کی

صلوٰۃ التسبیح کا وہ طریقہ اور ترتیب جو امام ترمذی وغیرہ نے حضرت عبداللہ بن مبارک سے روایت کی ہے وہ درج ذیل ہے۔

دوسری عام نمازوں کیطرح قرأت سے پہلے ثنا یعنی سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ..... غَیْرُکَ کے بعد پندرہ دفعہ ''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ'' کہیں۔ پھر سورہ فاتحہ اور کوئی سورۃ۔ اسکے بعد یہی کلمہ (سبحان اللہ............ اللہ اکبر) دس دفعہ کہیں پھر رکوع میں جائے اور سبحان ربی العظیم (تین دفعہ) پڑھنے کے بعد وہی کلمہ دس دفعہ پڑھیں، پھر رکوع سے اٹھ کر قومہ میں یہی کلمہ دس دفعہ پڑھیں، پھر سجدہ میں جائیں اور سبحان ربی الاعلیٰ (تین دفعہ) پڑھنے کے بعد یہی کلمہ دس دفعہ پڑھیں، پھر سجدہ سے اٹھ کر جلسہ میں بیٹھیں اور یہی کلمہ دس دفعہ کہیں پھر دوسرے سجدہ میں جائیں اور سبحان ربی الاعلیٰ (تین دفعہ) پڑھنے کے بعد یہی کلمہ دس دفعہ کہیں۔ پھر چاروں رکعتیں اسی طرح پڑھیں (اور اس ترتیب سے ہر رکعت میں یہ کلمہ پچھتر (۷۵) دفعہ ہوگا اور چاروں رکعتوں میں مجموعی تعداد تین سو ہوگی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شب برأت

[موجودہ دور میں لوگ تقریباً ہر چیز ہی میں افراط وتفریط کا شکار ہیں خواہ اس چیز کا تعلق دین سے ہو یا دنیا سے عقائد سے ہو یا اعمال سے، کچھ لوگ اس کو بڑھا کر اصل مرتبہ ومقام سے بھی آگے لے جاتے ہیں اور کچھ لوگ اسے اسکا جائز مقام دینے کو بھی تیار نہیں ہوتے، ان ہی افراط وتفریط کا شکار چیزوں میں سے چند مخصوص راتیں ہیں، کچھ لوگ تو ان راتوں کی فضیلت کا اس قدر زیادہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ سب کچھ ان ہی کو سمجھ بیٹھے ہیں اور کچھ لوگ سرے سے ان کی فضیلت ہی کے منکر ہیں اور تحریراً وتقریراً ان کے خلاف برسرپیکار ہیں۔ شریعت مقدسہ میں افراط وتفریط سے ہٹ کر درمیانی راہ بتلائی گئی ہے اگر اس راہ پر چلا جائے تو بآسانی منزل پر پہنچا جاسکتا اور مقصود کو پایا جاسکتا ہے۔]

ماہ شعبان المعظّم میں ایک رات آتی ہے جو بڑی فضیلت و بزرگی والی رات ہے۔جلیل القدر تابعی حضرت عطاء بن یسارؒ (متوفی ۱۰۳ھ) فرماتے ہیں ''شب قدر کے بعد شعبان کی پندرھویں شب سے زیادہ کوئی رات افضل نہیں'' (لطائف المعارف لابن رجب الحنبلی ص ۱۴۵)۔

شب برات کے متعلق دس جلیل القدر صحابہ کرام سے روایات منقول ہیں جنکے اسمائے گرامی ہیں (۱) حضرت ابوبکر صدیقؓ سے بیہقی، بزار میں (۲) حضرت علی مرتضیٰؓ سے ابن ماجہ میں (۳) حضرت عائشہ صدیقہؓ سے ترمذی میں (۴) حضرت معاذ بن جبلؓ سے شعب الایمان بیہقی اور ابن حبان میں (۵) حضرت ابوہریرہؓ سے بزّار میں (۶) حضرت عوف بن مالکؓ سے بزّار میں (۷) حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے ابن ماجہ میں اور شعب الایمان بیہقی میں (۸) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے مسند احمد اور مجمع الزوائد میں (۹) حضرت ابوثعلبہ خشنیؓ سے بیہقی اور طبرانی میں (۱۰) حضرت عثمان بن ابی العاصؓ سے بیہقی میں۔

اس قدر کثیر روایات کی موجودگی میں بھی اگر کوئی اس شب کی فضیلت کا انکار کرتا ہے تو اس کا نصیب۔ مذکورہ روایات کی تفصیل ''فضیلت کی راتیں فضائل ومسائل'' نامی کتاب مؤلف مولانا نعیم الدین صاحب فاضل جامعہ مدنیہ لاہور میں بالتفصیل دیکھی جاسکتی ہیں ان میں سے چند ملاحظہ ہوں

☆ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک رات میں نے حضور ﷺ کو (بستر پر) نہ پایا پس میں تلاش میں نکلی تو دیکھا کہ آپ ﷺ بقیع (قبرستان) میں ہیں۔آپ نے فرمایا: کیا تمہیں خوف ہوا کہ اللہ اور اس کا رسول تم پر ظلم کریں گے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ مجھے یہ خیال ہوا کہ شاید آپ کسی اور بیوی کے پاس تشریف لے گئے۔فرمایا ''اللہ تبارک وتعالیٰ نصف شعبان (پندرھویں) کی رات میں آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتے ہیں اور قبیلۂ کلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ بندوں کی بخشش فرمادیتے ہیں۔'' (ترمذی)

☆ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب شعبان کی پندرہویں رات آئے تو اس رات میں اللہ کے حضور میں نوافل پڑھو اور اس دن کو روزہ رکھو۔کیونکہ اس رات میں آفتاب غروب ہوتے ہی اللہ تعالیٰ کی خاص تجلّی اور رحمت پہلے آسمان پر اتر آتی ہے۔اور وہ ارشاد فرماتا ہے کہ: کوئی بندہ ہے جو مجھ سے مغفرت اور بخشش طلب کرے اور میں اس کی مغفرت کا فیصلہ کروں، کوئی بندہ ہے جو روزی مانگے اور میں اس کو روزی دینے کا فیصلہ کروں، کوئی مبتلائے مصیبت بندہ ہے جو مجھ سے صحت وعافیت کا سوال کرے اور میں اس کو عافیت عطا کروں، اسی طرح مختلف قسم کے حاجتمندوں کو اللہ تعالیٰ پکارتا ہے کہ وہ اس وقت مجھ سے اپنی حاجتیں مانگیں اور میں عطا کروں۔غروب آفتاب سے لے کر صبح صادق تک اللہ تعالیٰ کی رحمت اسی طرح اپنے بندوں کو اس رات میں پکارتی رہتی ہے۔'' (ابن ماجہ)

☆ حضرت ابوبکر صدیقؓ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی شب آسمان دنیا کی طرف نزول اجلال فرماتے ہیں اور اس شب ہر کسی کی مغفرت کر دی جاتی ہے سوائے مشرک کے یا ایسے شخص کے جس کے دل میں بغض ہو۔

☆ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرھویں رات نظر رحمت فرما کر تمام مخلوق کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔ سوائے مشرک اور کینہ ور کے۔

☆ حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا شعبان کی پندرھویں شب اللہ عزوجل اپنی مخلوق کی طرف نظر رحمت فرماتے ہوئے سوائے دو شخصوں کے باقی سب کی مغفرت فرما دیتے ہیں (۱) کینہ ور (۲) کسی کو ناحق قتل کرنیوالا۔

☆ حضرت علاء ابن الحارثؓ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ رات کو اٹھے اور نماز پڑھنے لگے اور اتنے لمبے سجدے کئے کہ مجھے یہ خیال ہوا کہ آپکی وفات ہوگئی ہے۔ میں نے جب یہ معاملہ دیکھا تو میں اٹھی اور آپ کے پاؤں کے انگوٹھے کو حرکت دی، اسمیں حرکت ہوئی، میں واپس لوٹ آئی جب آپ ﷺ نے سجدے سے سر اٹھایا اور نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا اے عائشہ یا فرمایا اے حمیراء کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ (اللہ کا) نبی تمہاری حق تلفی کرے گا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ بخدا ایسی بات نہیں ہے، درحقیقت مجھے یہ خیال ہوا کہ شاید آپ کی وفات ہوگئی ہے کیونکہ آپ نے سجدے بہت لمبے کئے تھے۔ آپ نے فرمایا جانتی بھی ہو یہ کونسی رات ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اسکے رسول ﷺ ہی زیادہ جانتے ہیں فرمایا یہ شعبان کی پندرہویں شب ہے اللہ عزوجل اس رات اپنے بندوں پر نظر رحمت فرماتے ہیں بخشش چاہنے والوں کی مغفرت فرماتے ہیں طالبین رحم پر رحم فرماتے ہیں اور کینہ وروں کو انکی حالت ہی پر چھوڑ دیتے ہیں۔ (بیہقی شعب الایمان)

شب برأت میں صرف تین امور حدیث سے ثابت ہیں

(۱) اوّل یہ کہ اس رات میں قبرستان میں جا کر مردوں کیلئے دعا کریں اور انکو پڑھ کر بخشیں۔ لیکن گروہ (جماعت) بن کر نہ جانا چاہئے۔ بلکہ انفرادی طور پر جائیں۔ سنت میں اسی قدر منقول ہے، مگر چونکہ اسکی غرض مردہ کے لئے ایصال ثواب تھا اس پر دوسرے طریقوں کو قیاس کر سکتے ہیں کہ عبادت مالیہ کا بھی کچھ ثواب پہنچا دیں تو مضائقہ نہیں۔

(۲) دوسرے یہ کہ پندرہویں شب کو عبادت کریں۔ اس رات میں بیدار رہ کر عبادت کرنا خواہ خلوت میں ہو یا جلوت میں افضل ہے۔ لیکن اجتماع کا اہتمام نہ کیا جائے۔

(۳) تیسرے یہ کہ پندرہ تاریخ کو روزہ رکھیں۔ پندرہویں شعبان کو روزہ رکھنا مستحب ہے اور فضیلت آئی ہے۔ پس یہ امور تو ثابت ہیں اسکے علاوہ باقی تمام خرافات ہیں۔ (از افادات حکیم الامت، آداب انسانیت ص ۴۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محدثِ جلیل حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمیؒ کا ایک تحقیقی مضمون

پندرہویں شعبان کی حدیث معتبر اور حجت ہے

پندرہویں شعبان کے روزے کے باب میں جو حدیث ابن ماجہ میں آئی ہے وہ موضوع نہیں ہے۔کسی ماہر حدیث عالم نے اس کو موضوع نہیں کہا ہے۔تحفۃ الاحوذی کی عبارت اس حدیث کے موضوع ہونے پر استدلال کرنا جہالت ہے۔اس حدیث کے راویوں میں ابوبکر بن ابی سبرہ ضرور ہے اس کی نسبت بیشک یہ کہا جاتا ہے کہ وہ حدیثیں بناتا تھا،لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا ہے۔اس سے تو بس اتنا لازم آئیگا کہ حدیث سنداً ضعیف ہے۔یہی وجہ ہے کہ جن حضرات نے سنن ابن ماجہ کی موضوع احادیث کی نشان دہی کی ہے ان میں اس حدیث کا ذکر نہیں ملتا ماتمس الیہ الحاجۃ میں وہ ساری حدیثیں مذکور ہے جس کا جی چاہے دیکھ لے۔

اصولِ حدیث وغیرہ کی کتابوں میں جگہ جگہ یہ تصریح مل سکتی ہے کہ کسی حدیث کی سند میں کوئی کذاب یا وضاع راوی پایا جائے،تو محض اتنے سے وہ حدیث موضوع نہیں ہو جائے گی۔جب تک کہ دوسری کوئی دلیل اس کے موضوع ہونے پر دلالت نہ کرے۔مثال کے طور پر(فتح المغیث ج اص ۲۵۱)ملا حظہ کیا جائے۔امام بخاری لکھتے ہیں:ہذا مع ان مجرد..........مما سیأتی

اسی طرح راوی کو منکر الحدیث اور حدیث کو منکر بھی کہا گیا ہو تب بھی اس کو موضوع کہنا جائز نہیں۔غدیث لاتقولوا سورۃ البقرۃ کو امام احمد نے منکر اور اسکے راوی عبیس کو منکر الحدیث کہا جائے اس بناء پر ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں داخل کر دیا تو حافظ ابن حجر نے اس پر سخت اعتراض کیا۔ فرماتے ہیں''ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں شمار کر کے تشدد سے کام لیا ہے،

سطورِ بالا سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جس شخص نے یہ بات کہی ہے کہ روایتِ فضیلہ صوم شعبان میں ابوبکر بن عبداللہ واضع الحدیث تھا اس لئے یہ روایت موضوع ٹہری،بالکل غلط ہے۔ایسی جہالت کی بات کوئی عالم نہیں کہہ سکتا۔مولانا عبدالرحمٰن مرحوم کیسے ایسی بات کہہ سکتے ہیں۔مولانا تو اس حدیث کو پندرہویں رات کی فضیلت کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔اور اس سے اس شخص کے اوپر حجت قائم کرتے ہیں،جو یہ کہتا ہے کہ شعبان کی پندرہویں رات کی فضیلت ثابت نہیں۔

تحفۃ الاحوذی کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے:

''انہیں میں سے حضرت علیؓ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب شعبان کی ۱۵ تاریخ آئے تو رات میں عبادت کرو اور دن میں روزہ رکھو......اس کی سند میں ابوبکر عبداللہ بن سبرہ القرشی العامری المدنی ہے۔ان کا نام لوگوں نے عبداللہ بتایا ہے بعض لوگوں نے محمد بتایا ہے............پس یہ تمام حدیثیں مجموعی اعتبار سے اس شخص کے خلاف حجت ہیں جس نے گمان کیا ہے کہ پندرہویں شعبان کی رات کے سلسلہ میں کوئی چیز ثابت نہیں ہے۔''(تحفۃ الاحوذی ج۲ص۵۳)

مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری نے جس طرح اس حدیث کو موضوع نہیں کہا ہے بلکہ صرف ضعیف قرار دیا ہے،اسی طرح حافظ منذری نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور طونکہ اس کو انھوں نے اپنی کتاب ترغیب وترہیب میں ذکر کیا ہے اس لئے وہ حسبِ تصریح سیوطی موضوع نہیں ہے۔

جس کسی کو کسی کام پر ثواب کی اطلاع ہے،اور وہ اس پر کاربند ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو ثواب دیدیگا جس کی اطلاع اس کو پہنچی ہے اگرچہ جس نے بیان کیا ہے وہ جھوٹا ہے۔

نوویؒ نے لکھا ہے:اہلحدیث کے نزدیک ضعیف سندوں میں تساہل برتنا اور موضوع کو چھوڑ کر ضعیف حدیثوں کو روایت کرنا اور ان پر عمل کرنا ان کا ضعف بیان کئے بغیر جائز ہے مگر اللہ کی صفات اور احکام کی حدیثوں میں ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔

○بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

ماہ رمضان المبارک

ماہ رمضان المبارک کس قدر خیر و برکت کا مہینہ ہے یہ عام مسلمانوں سے بھی مخفی نہیں ہے۔حضور اکرم ﷺ نے فرمایا''جس نے ایمان ویقین کے ساتھ روزے رکھے اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں''۔(صحیح بخاری شریف ص ۲۵۵ ج ۱)

چند مسائل

روزہ کی نیت:۔(نفل، ماہ رمضان اور نذر معین کے روزوں کی نیت): نیت کیساتھ صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور جماع سے رُکنے کا نام رُوزہ ہے۔رُوزے کی نیت صبح صادِق سے پہلے ہی کرنی چاہئے بہتر یہی ہے۔اگر کسی وجہ سے نہ کرسکے تو دن چڑھے (دوپہر سے کچھ قبل تک) روزے کی نیت کرنا بھی جائز ہے۔صحیح بخاری شریف میں باب ہے۔''دن چڑھے روزے کی نیت کرنا''حضرت اُمّ درداء ؓ کہتی ہیں کہ حضرت ابودرداء ؓ پوچھتے کیا کھانے کو کچھ ہے اگر میں کہتی کہ نہیں تو فرماتے آج میرا روزہ ہے۔حضرت ابوطلحہ ؓ حضرت ابوہریرہ ؓ حضرت ابن عباس ؓ اور حضرت حذیفہ ؓ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔(بخاری شریف ج ا ص ۲۵۷) پھر اس کے بعد امام بخاریؒ نے سلمہ بن اکوع ؓ سے مرفوع حدیث پیش کیا جس سے دن چڑھے روزے کی نیت کرنا ثابت ہوتا ہے۔

صبح صادق کے بعد کھانے پینے سے روزہ ٹوٹ جاتاھے:۔قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

''وَ کُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیْلِ''

ترجمہ:۔اور کھاؤ اور پیو جب تک کہ صاف نظر آئے تم کو دھاری سفید صبح کی جُدا دھاری سیاہ سے پھر پورا کرو روزہ کو رات تک۔(سورہ بقرہ پارہ ۲ آیت ۱۸۷)

نَص ّصریح سے ثابت ہے کہ روزہ کے لئے ضروری ہے کہ صبح صادق سے غروب آفتاب تک کچھ نہ کھائے پیئے۔ابوداؤد کی روایت ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا''تم میں سے جب کوئی اذان کی آواز سنے برتن اسکے ہاتھ میں ہو تو برتن کو نہ رکھے یہاں تک کہ اپنی حاجت پوری کرلے۔(ابوداؤد ص ۳۲۱)

اس روایت کے بارے میں شارحین حدیث کہتے ہیں کہ یہ اُس اذان کے بارے میں ہے جو رات میں ہوتی تھی چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں''حضرت بلال ؓ رات رہے اذان دیا کرتے تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کھاتے پیتے رہو جب تک کہ حضرت ابن اُمّ مکتوم ؓ اذان نہ کہیں کیونکہ حضرت ابن اُمّ مکتوم ؓ اُس وقت تک اذان نہیں دیتے جب تک کہ صبح صادق نہیں ہوجاتی''(بخاری شریف ص ۲۵۷ ج ۱)۔دیار ہند میں فجر اذان صبح صادق کے بعد ہوتی ہے اس لئے اگر کوئی صبح صادق کے بعد یعنی اذان سن کر بھی کھاتا پیتا رہے گا تو اس کا روزہ نہ ہوگا۔

کثرت عبادت مسنون ہے

ماہ رمضان المبارک چونکہ خیر و برکات کا موسم بہار ہے۔اس ماہ مقدّس میں ایک نفل کا ثواب فرض کے برابر ہے اور ایک فرض کا ثواب ستّر فرائض کے برابر کردیا جاتا ہے۔اس لئے اللہ والے ان مبارک گھڑیوں کو غنیمت سمجھتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ کوئی لمحہ بھی ضائع نہ ہو۔خود حضور اکرم ﷺ کا طرز عمل بھی اس مہینے میں یہی تھا۔سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ رمضان المبارک کے شروع ہوتے ہی کمرِ ہمّت کَس لیتے تھے اور جب تک رمضان المبارک گذر نہیں جاتا آپ ﷺ بستر پر تشریف نہ لاتے (شعب الایمان للبیھقی ص ۱۱۰ ج ۲)

مسنون نماز تراویح

تراویح:۔''سمیت الصلوٰۃ فی الجماعۃ فی لیالی رمضان التراویح.

ترجمہ: جونماز جماعت کے ساتھ رمضان کی راتوں میں پڑھی جاتی ہے اس کا نام تراویح ہے'' (فتح الباری ص:۲۱۷۸ ج:۴)

☆ رمضان المبارک کی رات کی باجماعت نماز جسے تراویح کے نام سے یاد کیا جاتا ہے وہ بھی بڑی خیر و برکت کی چیز ہے۔

☆ حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو رمضان میں (رات کو) ایمان ویقین کے ساتھ قیام کرتا ہے تو اس کے پچھلے گناہ بخش دئے جاتے ہیں۔'' (بخاری شریف ص ۲۵۵ ج ۱)

☆ جمیع اہلسنت والجماعت کا بیس رکعات تراویح کے مسنون ہونے پر اجماع ہے۔

☆ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ''بے شک رسول اللہ ﷺ رمضان المبارک میں بیس رکعات اور وتر پڑھا کرتے تھے''

(ابن ابی شیبہ ص ۲۹۶ ج ۲ مسند عبد حمید ص ۳۹۴ ج ۲ اور معجم بغوی۔ معجم کبیر)

☆ حضرت عبدالرحمٰن بن عبدالقاری سے مروی ہے کہ میں حضرت عمر بن خطابؓ کیساتھ رمضان کی ایک رات میں مسجد نبوی کی جانب نکلا تو لوگ مختلف گروہوں میں بٹے ہوئے نظر آئے کوئی خود نماز پڑھ رہا تھا کوئی کچھ لوگوں کیساتھ لے کر پڑھ رہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر میں ان لوگوں کو ایک امام کے پیچھے جمع کردوں تو بہت عمدہ ہوتا......حضرت ابی بن کعبؓ کی امامت میں سب کو جمع کردیا۔ (صحیح بخاری شریف ص ۲۶۹ ج ۱، موطا امام مالک ص ۴۲)

☆ حضرت عمر بن خطابؓ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ انہیں بیس رکعات پڑھائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۹۳ ج ۲)

☆ حضرت سائب بن یزیدؓ سے صحیح سند کیساتھ روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں لوگ بیس رکعات پڑھا کرتے تھے (سنن کبریٰ ص ۴۱۶ ج ۲) حضرت سائب بن یزیدؓ کا یہ اثر یزید بن خصیفہ کے طریق سے سب سے زیادہ صحیح ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا عمل رمضان المبارک کے مہینے میں بیس رکعات اور وتر پڑھنے کا نقل کیا گیا ہے صحیح روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ خلفائے راشدین اور صحابۂ کرام کا اجماع بیس رکعات تراویح پر تھا نیز اُمّت مسلمہ عملاً خیر القرون سے ساڑھے بارہ سو برس تک بیس رکعات تراویح پر مجتمع رہی ہے مذکورہ عرصہ میں دنیا کی کسی مسجد کا نام تک نہیں پیش کیا جاسکتا جس میں صرف ''آٹھ رکعات'' تراویح پڑھی جاتی ہو۔ عملاً رکعات کا یہ اختلاف نوزائیدہ ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''تم میں سے جو میرے بعد زندہ رہے گا وہ عنقریب بہت اختلاف دیکھے گا پس میری سنّت اور خلفائے راشدین کی سنّت کو لازم پکڑنا جو کہ ہدایت یافتہ ہیں۔ اسے خوب مضبوطی سے پکڑے رہو۔'' (ابوداؤد ص ۱۹۵ ج ۲۔ ترمذی ص ۹۰ ج ۲۔ ابن ماجہ ص ۵)

بیس رکعات پر اجماع:۔ خلیفۂ ثانی حضرت عمرؓ کے عہد میں بیس رکعات تراویح پر اجماع ہوگیا، اور بلادِ اسلامیہ میں اسی پر عمل قرار پاگیا۔

خلیفۂ ثالث حضرت عثمانؓ اور خلیفۂ رابع حضرت علیؓ کے دور میں بھی بیس رکعات پر عمل رہا۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جمہور امت کے نزدیک بیس رکعات تراویح ''سنت'' ہے تو پھر خلفاءِ راشدین کے عہد کے آثار کو ''سنت'' کیلئے کیوں دلیل بنایا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ کی حدیث ''عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ'' یعنی تم پر لازم ہے میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفاء کی سنت'' کے تحت بیس رکعات تراویح بھی سنت تسلیم کی گئی۔ کیونکہ حضور ﷺ نے خلفاءِ راشدین کے طریقہ کو بھی سنت کہا ہے۔ مزید یہ کہ اس پر صحابہ کا اجماع بھی ہوگیا

بیس رکعت کا چھوڑنے والا گنہگار ہوگا:۔ تراویح میں بیس رکعات سنت مؤکدہ ہیں اسلئے کہ ان پر خلفائے راشدین نے مواظبت فرمائی ہے اور پہلے بتایا جاچکا ہے کہ خلفائے راشدین کی سنت بھی واجب الاتباع ہے اور اس کا چھوڑنے والا گنہگار ہے۔ لہذا جو شخص آٹھ رکعت پر اکتفا کرے وہ بُرا کام کرنے والا ہے کیوں کہ اس نے خلفائے راشدین کی سنت ترک کردی۔............سنت مؤکدہ کا تارک گنہگار ہوگا۔ (تحفۃ الاخیار، ص:۲۰۹)

تہجد کا اہتمام:۔ نماز تراویح اور نماز تہجد دونوں علیحدہ علیحدہ ہیں۔ حضرت عمر فاروق اعظمؓ تراویح کے بعد تہجد کی ترغیب دیا کرتے تھے کہ ''وہ نماز (تہجد) جس سے تم سوجاتے ہو وہ افضل ہے اس نماز (تراویح) سے جو تم پڑھتے ہو''۔ (صحیح بخاری، ص:۲۶۹ ج:۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسنون طریقہ قربانی

قربانی کی اصل تقویٰ ھے : اللہ رب العزت فرماتا ہے: لن ینال لحومها ولا دما وھا ولکن ینا له التقوی منکم. (پارہ ۱۷، سورۃ حج، آیت ۳۷)

ترجمہ: اللہ کے پاس نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون لیکن اسکے پاس تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔

قربانی حضرت ابراھیمؑ کا طریقہ (سنت) ہے اور اس کا ثواب ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی ہے۔

حضرت زید ابن ارقمؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے دریافت کیا: یارسول اللہ ﷺ: یہ قربانی کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''تمہارے باپ ابراھیمؑ کا طریقہ (ان کی سنت) ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! پھر اس میں ہمارے لے کیا ثواب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''ہر بال کے بدلے نیکی ہے۔ انھوں نے عرض کیا کہ پس صوف کے بارے میں کیا حکم ہے یارسول اللہ ﷺ؟ فرمایا صوف (دنبہ، بھیڑیا اور اونٹ کے اون) کے ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی ہے۔

(ابن ماجہ ج ۲ ص ۲۳۳، احمد بحوالہ مشکوۃ ج ۱ ص ۹۲۱)

قربانی سب سے زیادہ محبوب عمل ھے : حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''قربانی کے دن ابن آدم کا کوئی عمل نہیں جو خدا کے نزدیک خون بہانے (یعنی قربانی کرنے) سے زیادہ محبوب ہو وہ ذبح کیا ہوا جانور قیامت کے دن اپنے سینگ، بالوں اور کھروں کے ساتھ آئے گا اور قربانی کا خون قبل اس کے کہ زمین پر گرے بارگاہ خداوندی میں قبول ہوتا ہے لہٰذا تم اس کی وجہ سے (قربانی کر کے) اپنے نفس کو خوش کرو۔ (ترمذی ج ۱ ص ۲۷۵، ابن ماجہ ۲ ص ۲۳۳)

قربانی واجب ھے : ہر صاحب نصاب کی طرف سے قربانی واجب ہے۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ گھر میں ایک قربانی ہو جانا کافی ہے لیکن خوب یاد رکھنا چاہئے کہ گھر کے جتنے افراد پر قربانی واجب ہو ان میں سے ہر ایک کی طرف سے قربانی کرنا واجب ہے۔ مثلاً میاں بیوی اگر دونوں صاحب نصاب ہو دونوں کی طرف سے قربانیاں لازم ہیں۔ اسی طرح اگر باپ بیٹا دونوں صاحب نصاب ہوں تو خواہ اکٹھے رہتے ہوں مگر ہر ایک کی طرف سے الگ الگ قربانی واجب ہے۔ ہر صاحبِ نصاب (خاندان میں جتنے ہوں ہر ایک) کی طرف سے قربانی واجب ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کو وسعت حاصل ہو اور وہ قربانی نہ کرے تو ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔

(ابن ماجہ ج ۲ ص ۲۳۲، احمد وابن ابی شیبہ واسحاق ابن راہویہ وابویعلیٰ موصلی ودارقطنی وحاکم بحوالہ الزیلعی ج ۲ ص ۲۷۳)

مرحومین کی طرف سے اورغیر صاحبِ نصاب کی طرف سے بھی قربانی جائز ھے : ابوداؤد ج ۲ ص ۳۸۵، اور ترمذی ج ۱ ص ۲۷۵ کی روایات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ میّت کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہے۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ مدینہ منورہ میں دس سال قیام فرمارہے اور (ہر سال) قربانی کرتے تھے۔ (ترمذی ج ۱ ص ۲۲۷)

امت کو حضور ﷺ کی طرف سے قربانی کرنے کی سعادت کا موقع حاصل ھے : حضرت علیؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ ان کی طرف سے قربانی کروں لہٰذا میں ان کی طرف سے ہمیشہ قربانی کرتا ہوں (ابوداؤد ج ۲ ص ۳۸۵، ترمذی ج ۱ ص ۲۷۵، مسند احمد ج ۱ ص ۱۰۷)

کس عمر کے جانور کی قربانی کرنی جائز ھے : حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم (قربانی میں صرف) مسنہ جانور ذبح کرو، ہاں اگر مسنہ نہ پاؤ تو پھر بھیڑ یا دنبہ کا جذعہ ذبح کرلو۔ (مسلم ج ۲ ص ۱۵۵)

اونٹ پانچ سال کا، گائے، بیل اور بھینس دو سال، بکری، بھیڑ، دنبہ ایک سال کا ''مسنہ'' کہلاتا ہے۔

قربانی کے حصّے : قربانی کے جانور اونٹ، گائے، بیل، بھینس میں سات حصّے ہوتے ہیں۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہیکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا (قربانی کیلئے) ایک گائے اور ایک اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے کافی ہے۔ (مسلم ج ۱ ص ۴۲۴، ابوداود ۲ ص ۳۸۸)

فربہ جانوروں کی قربانی بھتر ھے : حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایسے سینگ دار فربہ دنبہ کی قربانی کرتے تھے جو سیاہی میں دیکھتا تھا یعنی اسکی انکھوں کے گرد سیاہی کھاتا تھا یعنی اس کا منہ بھی سیاہ تھا اور سیاہی میں چلتا تھا یعنی اس پاؤں بھی سیاہ تھے۔

(ترمذی ج ۲ ص ۲۷۵، ابوداؤد ج ۲ ص ۳۸۶، نسائی ج ۲ ص ۲۰۴، ابن ماجہ ج ۲ ص ۲۳۳)

کیسے جانوروں کی قربانی جائز نھیں : اندھے، کانے، لنگڑے، ٹوٹے ہوئے سینگ والے اور کان کٹے ہوئے جانوروں کی قربانی جائز نہیں ہے۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ ہم ایسے جانوروں کی قربانی کریں جس کے سینگ ٹوٹے ہوئے ہوں اور کان کٹے ہوئے ہوں۔ (ابن ماجہ، ج ۲ ص ۲۳۴، ابوداود ج ۲ ص ۳۸۸، ترمذی ج ۱ ص ۲۷۵۔۲۷۶)

ایّام قربانی : قربانی کے تین دن ہیں۔ دسویں، گیارہویں اور بارہویں ذالحجّہ۔

حضرت نافعؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا بقرعید کے دن کے بعد قربانی دو دن ہیں۔ امام مالکؒ نے یہ روایت نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ

مجھے حضرت علیؓ ابن ابی طالب سے بھی اس قسم کی روایت پہنچی ہے۔ (مؤطا امام مالک ص ۱۸۸۔۱۸۹، مشکوٰۃ ج ا ص ۱۲۹)

ذبح کے وقت کن چیزوں کی رعایت ضروری ہے

(۱) جانور کو ذبح کرنے سے پہلے چارہ کھلائے پانی پلائے (بھوکا پیاسا) رکھنا مکروہ ہے (۲) مذبح (جائے ذبح) میں لے جاتے وقت گھسیٹ کر لے جانا مکروہ ہے (۳) آسانی سے گرائے بیجا سختی کرنا مکروہ ہے (۴) قبلہ رُخ بائیں کروٹ لٹائے (کہ جان بآسانی نکلے) اسکے خلاف کرنا مکروہ ہے (۵) چار پیروں میں سے تین باندھے (۶) چھری تیز رکھے، کُند چھری سے ذبح کرنا مکروہ ہے (۷) چھری کرنا ہو تو جانور سے چھپا کر تیز کریں جانور کے سامنے تیز کرنا مکروہ ہے (۸) جانور کو لٹانے سے پہلے چھری تیز کرلیں بعد میں چھری تیز کرنا مکروہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص ایک جانور کو پچھاڑ کر چھری تیز کرنے لگا یہ دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا ''تم بکرے کو ایک سے زائد موت دینا چاہتے ہو (۹) ایک جانور کے سامنے دوسرا جانور ذبح کرنا مکروہ ہے (۱۰) لٹانے کے بعد فوراً ذبح کرے بے فائدہ دیر کرنا مکروہ ہے (۱۱) سختی سے ذبح نہ کرے کہ سر الگ ہو جائے یا حرام مغز (گردن کے اندر کی سفید رگ) تک چُھری اتر جائے کہ یہ مکروہ ہے۔ (۱۲) گردن کے اوپر سے ذبح کرنا مکروہ اور منع ہے کیونکہ اس میں جانور کو زائد از ضرورت ایذا رسانی ہے۔ (۱۳) ذبح کے بعد جانور سرد ہونے سے پہلے گردن علیحدہ نہ کرے اور نہ چمڑا اتارے کہ یہ مکروہ ہے۔ (ہدایہ، درمختار شامی وغیرہ۔)

مذکورہ بالا احکام قربانی کے جانور کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر ذبح کے لئے ہے۔

قربانی کا طریقہ

قربانی عبادت ہے اسلئے اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل ہے۔ جب قربانی کرے تو جانور کو قبلہ رخ لٹا کر یہ دعا پڑھے۔ اِنِّی وَ جَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَالْسَّمٰوٰتِ وَالْاَ رْضَ عَلٰی مِلَّةَ اِبْرَاھِیْمَ حَنِیْفاً وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَا لَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰالِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ. اَللّٰھُمَّ مِنْکَ وَ لَکَ عَنْ (عن کے بعد اس کا نام لیوے جس کی طرف سے ذبح کر رہا ہو اور اگر اپنی طرف سے ذبح کر رہا ہو تو اپنا نام لیوے) اس کے بعد بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر ذبح کر دے۔ (احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی، ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ ص ۱۲۸)

قربانی کے بعد کی دعا

''اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْہُ کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ وَ خَلِیْلُکَ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْہُ اَلْسَّلَامُ '' ترجمہ: ''اے اللہ اس قربانی کو مجھ سے قبول فرما جیسے کہ آپ نے قبول کیا اپنے حبیب حضرت محمد ﷺ سے اور اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام ہے۔''

قربانی کے بعد کی دعا کا ثبوت

مشکوٰۃ شریف ''باب فی الاضحیۃ'' میں صحیح مسلم کی روایت سے حضرت عائشہؓ کی حدیث ذکر کی ہے کہ ''آنحضرت ﷺ نے ایک سیاہ رنگ کا سینگوں والا مینڈھا ذبح فرمایا پھر یہ دعا فرمائی '' بسم اللہ اللّٰھم تقبل من محمد و آل محمد ومن اُمۃ محمد'' (ص ۱۲۷)

اور اسی کتاب میں ہی بروایت احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، ترمذی اور دارمی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے کہ ''آنحضرت ﷺ نے قربانی کرتے ہوئے یہ دو آیتیں پڑھیں: ''اِنِّیْ وجھت وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حنیفا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ '' اور '' قُلْ اِنَّ صَلاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحیَا یَ وَمَمَاتِی للہ رَبِّ الْعَالِمِیْنَ لا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَأَنَا أَ وَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ.

اور پھر یہ دعا پڑھی: ''اللھم منک ولک عن محمد و أمۃ'' اور پھر ''بسم اللہ اللہ اکبر '' کہہ کر ذبح فرمایا۔ اور مجمع الزوائد (۴۔۲۱) میں اس مضمون کی اور بھی متعدد احادیث ذکر کی ہیں۔ اس سے قطع نظر آیتِ کریمہ '' ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم '' سے واضح ہوتا ہے کہ قبولیت کی دعا خود بھی مطلوب ہے۔

حلال جانور کی سات چیزیں کھانا منع ہے

سات چیز حلال جانور کی کھانا منع ہے، ذکر، فرج مادہ، مثانہ، غدود یعنی حرام مغز جو پشت کے مہرے میں ہوتا ہے، خصیہ، پتہ مرارہ جو کلیجی میں تلخ پانی کا ظرف ہے اور خون سائل قطعی حرام ہے، باقی سب اشیاء حلال ہے۔ مگر بعض روایات میں کڑوے پتہ کی کراہت لکھتے ہیں اور کراہت تنزیہی پر عمل کرتے ہیں، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قربانی کے ایام تین دن ہیں

قربانی کے ایام تین دن (۱۰ویں، ۱۱ویں، ۱۲ویں ذی الحجہ) ہیں اس پر اجماع ہے اس کے خلاف نہ حضور اکرم ﷺ کے کسی فعل سے ثابت ہے اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین و کبار تابعینؒ (جو حضور و کے زمانے میں پیدا ہوئے) سے اس کے خلاف سنا گیا۔

تین دن قربانی کی روایت اَصَح الاسانید سے، حضرت ابن عمرؓ، سند جیّد سے حضرت ابن عباسؓ، سند صحیح سے حضرت انسؓ اور سند حسن سے حضرت علیؓ، حضرت ابو ہریرۃؓ اور حضرت عمرؓ سے مروی ہے۔

(۱) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ''قربانی یوم الاضحیٰ اور اس کے بعد دو دن ہے اور امام مالکؒ نے فرمایا کہ ان تک اسی کے مثل حضرت علیؓ سے بھی روایت پہونچی ہے۔'' (مؤطا امام مالک، ص: ۱۸۸، ۱۸۹)

(۲) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ ''قربانی یوم النحر اور اس کے بعد دو دن ہے۔'' (طحاوی فی احکام القرآن بحوالہ اعلاء السنن ص ۲۳۲ ج ۱۷)

(۳) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ''قربانی یوم النحر اور اس کے بعد دو دن ہے۔'' (المحلی ص ۳۷۷ ج ۷)

(۴) حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ ''قربانی تین دن ہے اور اس کا افضل دن پہلا دن ہے۔'' (ابن ابی لیلیٰ بحوالہ اعلاء السنن ص ۲۳۲ ج ۱۷)

(۵) حضرت ابو ہریرۃؓ فرماتے تھے کہ ''قربانی تین دن ہے۔'' (بطریق ابن ابی شیبہ بحوالہ اعلاء السنن ص ۲۳۲ ج ۱۷)

(۶) حضرت عمر بن الخطابؓ فرماتے تھے کہ ''بے شک قربانی انھیں تین دنوں میں ہے۔'' (بطریق ابن ابی شیبہ بحوالہ اعلاء السنن ص ۲۳۲ ج ۱۷)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عورتوں اور مردوں کی نماز کا فرق

احناف :۔ وَبَدنُ الْحرَّةِ كُلُّهَا عَورَةٌ اِلَّا وَجهَهَا وَكَفَّيهَا ،لِقَولِهٖ عَلَيهِ السَّلامُ:اَلْمَرأَةُ عَورَةٌ مَستُورَةٌ ،وَاستَثنَى الْعَضوَينِ لِلاِ بتِلاءِ بِاِ بدَائِهِمَا (ھدایہ اولین ص۹۳)فقہ حنفی کی مشہور اور مستند کتاب ھدایہ میں ہے کہ وَالْمَرأَةُ تَنخَفِضُ فِي سُجُودِ هَا وَتَلزَقُ بَطنَهَا بِفَخِذَ يهَالِاَنَّ ذَالِكَ اَستُرُلَهَا (ھدایہ:۱/۱۱۰)عورت اپنے سجدہ میں پست رہے گی اور اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے چپکائے رہے گی کیونکہ اسکے حق میں یہی زیادہ چھپانیوالا ہے

مالکیہ:۔ امامِ دار الھجر ۃ حضرت مالک بن انسؒ جنکے مسلک کی بنیاد اکثر اہل مدینہ کے تعامل پر ہوتی ہے۔انکا مسلک فقہ مالکی کی معروف اور مستند کتاب ’’اَلشَّرحُ الصَّغِيرِ عَلىٰ اَقرَبِ الْمَسَالِكِ اِلىٰ مَذهَبِ الْاِمَامُ مَالِكُ کی ’’عبارت‘‘ سے ملاحظہ ہو۔

وَنَدُبَ (مُجَافَاةُ)أىْ مُبَاعَدَةُ (رَجُلٍ فِيهِ)أىْ اَلسُّجُودِ (بَطنَهُ بِفَخِذَ يهِ)فَلَا يَجعَلُ بَطنَهُ عَلَيهَا (وَ)مُجَافَاةُ (مِرفَقَيهِ وَرُكبَتَيهِ) أىْ عَنْ رُكبَتَيهِ (وَ)مُجَافَاةُ (ضَبُعَيهِ)بِضَمّ ا لْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ تَثْنِيَةُ ضَبُعٍ،مَافَوقَ الْمِرفَقِ اِلىٰ الْاِ بطِ (جَنبَيهِ)أىْ عَنهَا مُجَافَاةً (وَسطًا) فِي الْجَمِيعِ،وَأَمَّاالْمَرأَةُ فَتَكُونُ مُنضَمَّةً فِي جَمِيعِ أحوَالِهَا .(اَلشَّرحُ الصَّغِيرُعَلىٰ أقرَبِ الْمَسَالِكِ اِلَى الْاِمَامِ مَالِكُ :۱/۳۲۸.۳۲۹)یعنی مرد کے لئے حالت سجدہ میں اپنے پیٹ کو رانوں سے علاحدہ رکھنا مطلوب ہے،اسی طرح کہنیوں،گھٹنوں،بازوؤں اور پہلوؤں کو ایک دوسرے سے جدا رکھنا اور کشادہ رکھنا مطلوب اور مندوب ہے۔لیکن عورت اپنے تمام احوال میں سمٹی رہے گی۔

شوافع:۔ امام محمد ابن ادریس الشافعیؒ کی تصنیف جو ان کے تلمیذِ رشید امام مزنیؒ کی روایت سے منقول ہے اور فقہ شافعی کے مستند ترین مأخذ میں شمار کی جاتی ہے اس میں عورتوں کے طریقۂ نماز کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:(قَالَ الشَّافِعِيُّ) وَقَدْ أَدَّبَ اللّٰهُ تَعَالىٰ النِّسَاءَ بِالْاِستِتَارِ،وَأَدَّبَهُنَّ بِذٰلِكَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَاَحَبُّ لِلْمَرأَةِ فِي السُّجُودِ أنْ تَضُمَّ بَعضُهَا اِلىٰ بَعضٍ ،وَتُلصِقُ بَطنَهَابِفَخِذهَا،وَتَسجُدُ كَأَستُرِمَايَكُونُ لَهَا،وَهٰكَذَا أَحَبُّ لَهَافِي الرُّكُوعِ وَالْجُلُوسِ وَجَمِيعِ الصَّلوٰةِ اَنْ تَكُونَ كَأَستُرِمَايَكُونُ لَهَا ،وَأَحَبُّ اَنْ تَكْفُتَ جِلبَابَهَاوَتَجَافِيهِ رَاكِعَةً وَسَاجِدَ ةً عَلَيهَالِئَلَّا تَصِفُهَا ثِيَا بُهَا. (کتاب الام:۱/۱۰۰)

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو چھپ کر رہنے کا ادب سکھلایا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے بھی عورتوں کو یہی ادب سکھلایا ہے اور میں عورتوں کیلئے حالتِ سجدہ میں یہ پسند کرتا ہوں کہ وہ اپنے بدن کے ایک حصہ کو دوسرے حصہ سے ملالے اور اپنے پیٹ کو ران سے چپکالے اور اس طرح سجدہ کرے جو اس کیلئے زیادہ چھپانے والا ہو۔اسی طرح عورت کیلئے رکوع،جلسہ اور پوری نماز میں یہی پسند کرتا ہوں کہ عورت اس ہیئت پر رہے جو اس کیلئے سب سے زیادہ ساتر (چھپانے والی) ہو۔اور میں پسند کرتا ہوں کہ رکوع سجدہ میں اپنی چادر کو کشادہ رکھے تاکہ کپڑوں سے اس کے بدن کے خدوخال نمایاں نہ ہوں۔(ص۸۲/۸۳)

حنابلہ:۔ فقہ حنابلہ کی مشہور کتاب زَادُ الْمُستَقنِعِ اور اس کی شرح ’’اَلسَّلسَبِيلُ فِي مَعرِفَةِ الدَّلِيلِ لِفَضِيلَةِ الشَّيخِ صَالِحِ بنِ اِبرَاهِيمَ الْبَلِيهِي ‘‘ طبع ۱۴۰۱ھ میں مردوں کی نماز کا طریقہ بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:وَالْمَرأَةُ مِثْلُهُ ،تَضُمُّ نَفسَهَاوَتَدُلُّ رِجلَيهَا فِي جَانِبِ يَمِينِهَا .(زَادُ الْمُستَقنِعِ ص۱۱۹)یعنی عورت بھی مرد کی طرح ہے لیکن عورت اپنے آپ کو سمیٹے رہے گی اور اپنے دونوں پیر دائیں جانب نکال لے گی۔(۸۴)

غیر مقلدین:۔ ان کے نزدیک ’’عورتوں اور مردوں کی نماز یکساں ہے‘‘ نیز عورتوں اور مردوں کی نماز کے درمیان کوئی فرق نہیں‘‘

مذکورہ بالا جملے ’’قیاس‘‘ ہیں،قرآنِ کریم کی کوئی آیت یا حدیث نہیں ہے۔

’’اسلام کے احکامات عام طور پر عورتوں اور مردوں کیلئے یکساں ہیں‘‘ (یہ اصول ہے جو قیاس کی حیثیت رکھتا ہے)۔مگر وہ احکامات مستثنیٰ ہیں جن میں فرق بتایا گیا ہے اسی طرح مردوں اور عورتوں کی نماز یکساں ہے۔سوائے ان امور کے جن میں احادیث سے استثناء آیا ہے(یعنی فرق بتایا گیا ہے) مثلاً حدیث میں آیا ہے ’’فَاِنَّ الْمَرأَةَ لَيسَتْ فِي ذٰلِكَ كَالرَّجُلِ. **ترجمہ**:۔کیونکہ عورت کا حکم اس بارے میں مرد جیسا نہیں ہے۔(مراسیل ابوداوٗد ص۸)

اگر عورت اور مرد کی نماز کا فرق احادیث میں بتایا گیا ہو ہو تو احادیث کو ترجیح دی جائیگی قیاس پر(اگرچہ احادیث ضعیف ہوں)۔ہمارے نزدیک ضعیف حدیث بھی حجت ہے اور غیر مقلدین کے نزدیک قیاس حجت نہیں ہے پھر بھی وہ قیاس کو حدیث پر ترجیح دیتے ہیں۔

نماز میں درج ذیل امور مردوں سے فرق کے ساتھ ہیں

خواتین نماز شروع کرتے وقت دونوں ہاتھ کاندھوں تک اٹھائیں (کانوں تک نہ اٹھائیں)

●عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَاابْنَ حُجْرٍ اِذَا صَلَّیْتَ فَاجْعَلْ یَدَیْکَ حِذَاءَ اُذُنَیْکَ وَالْمَرْأَۃُ تَجْعَلُ حِذَاءَ ثَدْیَیْھَا.

ترجمہ:۔حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اے ابن حجر! جب تم نماز پڑھو تو اپنے ہاتھوں کو اپنے کانوں کے مقابل کرلو (اٹھاتے وقت) اور عورت اپنے ہاتھوں کو اپنے ثدیین (پستانوں) کے مقابل میں کرلے یعنی مونڈھے تک اٹھائے۔(رواہ الطبرانی فی الکبیر ج۲۲ص۲۰)

☆سلمان بن عُمَیرٍ رَحِمَہُ اللّٰہُ قَالَ رَأیْتُ اُمَّ الدَّرْدَاءِ وَھِیَ تَرْفَعُ یَدَیْھَاحَذْوَ مَنْکِبَیْھَا . **ترجمہ**:۔حضرت سلمان بن عمیرؒ کہتے ہیں کہ میں نے ام الدارداءؓ کو دیکھا (جو جلیل القدر مشہور صحابیہ ہیں جن کا نام خیرۃ ہے، تہذیب التہذیب ج ۱۲ص۴۶۶) کہ وہ اپنے ہاتھوں کو مونڈھوں کے مقابل اٹھاتی تھیں. (جزء رفع یدین بخاری ص۱۲)

☆عَنْ عَبْدِرَبِّہٖ بْنِ سُلَیْمَانَ بْنِ عُمَیْرٍقَالَ رَأیْتُ اُمَّ الدَّرْدَاءِ تَرْفَعُ یَدَیْھَا فِی الصَّلٰوۃِحَذْوَ مَنْکِبَیْھَا **ترجمہ**:۔عبدربہ بن سلیمانؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت ام لدرداءؓ کو دیکھا کہ وہ نماز میں ہاتھوں کو کندھوں کے برابر اٹھاتی تھیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ "فی المرأۃ اذا افتتحت الصلاۃ الی این ترفع یدیھا" ج۲ص۴۲۱)

☆ حضرت عطاءؒ سے پوچھا گیا کہ عورت نماز میں اپنے ہاتھ کہاں تک اٹھائے گی تو فرمایا کہ اپنے پستانوں تک۔

(مصنف ابن ابی شیبہ "فی المرأۃ اذا افتتحت الصلاۃ الی این ترفع یدیھا" ج۲ص۴۲۱)

عورت کو سجدہ میں پیٹ زمین سے چمٹا رکھنا چاہئے

●"اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ مَرَّعَلٰی امْرَأتَیْنِ تُصَلِّیَانِ ،فَقَالَ :اِذَا سَجَدْتُّمَا فَضُمَّابَعْضَ اللَّحْمِ اِلَی الْاَرْضِ ، فَاِنَّ الْمَرْأۃَ لَیْسَتْ فِیْ ذٰلِکَ کَالرَّجُلِ. **ترجمہ**:۔حضور ﷺ دو عورتوں کے پاس سے گذرے جو نماز پڑھ رہی تھیں آپ ﷺ نے ان سے فرمایا جب تم سجدہ کرو تو اپنے جسم کا کچھ حصہ زمین سے ملالیا کرو کیونکہ عورت کا حکم اس بارے میں مرد جیسا نہیں ہے (مراسیل ابوداؤد ص ۸)"

●عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ مَرْفُوْعًااِذَاجَلَسَتِ الْمَرْأۃُ فِی الصَّلٰوۃِ وَضَعَتْ فَخِذَھَا عَلٰی فَخِذِ ھَا الْاُخْرٰی ،فَاِ ذَا سَجَدَتْ اَلْصَقَتْ بَطْنَھَا عَلٰی فَخِذَھَا کَاَ سْتَرِمَایَکُوْنُ ، فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَنْظُرُاِلَیْھَا یَقُوْلُ :یَامَلَا ئِکَتِیْ !اُشْھِدُکُمْ اَنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَھَا، **ترجمہ**:۔حضرت ابن عمرؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جب عورت نماز میں بیٹھے تو اپنی ایک ران کو دوسری ران پر رکھے اور جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو اپنی ران سے ملالے جو کہ اس کیلئے زیادہ چھپانے والا ہوگا، اسلئے کہ اللہ تعالیٰ اس کو (یعنی عورت کو) دیکھ کر اپنے فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ اے میرے فرشتو! میں تمہیں اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اس عورت کی مغفرت کردی۔ (بحوالہ اعلاءالسنن ج۳ص۳۳،ابن عدی فی الکامل ،بیھقی فی سننہ ،کنزل العمال ج۴ص۱۱۷)

● حَدَّثَنَااَبُوالْاَحْوَصِ ،عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ ،عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِیٍّؓ قَالَ اِذَاسَجَدَتِ الْمَرْأۃُ فَلْتَحْتَفِزْ فَلْتَضُمَّ فَخِذَیْھَا. **ترجمہ** :۔حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ عورت جب سجدہ کرے تو اپنی رانوں کو (اچھی طرح) ملالے۔(سنن الکبریٰ بیہقی ج ۲ص ۲۲۲،مصنف ابن ابی شیبہ " المرأۃ کیف تکون فی سجودھا "ج۲ص۵۰۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نماز جمعہ عورت، بچہ، مریض و مسافر پر فرض نہیں

حضرت طارق بن شہابؓ سے مروی ہے کہ حضورﷺ نے ارشاد فرمایا جمعہ جماعت کیساتھ ہر مسلمان پر فرض ہے ثابت شدہ ہے۔سوائے چار لوگوں کے۔یعنی غلام، عورت، بچہ، بیمار کے۔(ابوداؤد شریف ج ا ص ۱۵۳، سنن دار قطنی ج ۲ ص ۳، طبرانی کبیر ج ۸ ص ۳۲۱ حدیث نمبر ۸۲۰۶، سنن کبریٰ بیہقی ج ۳ ص ۱۷۲، مستدرک حاکم ج ا ص ۴۲۵)

حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ پانچ لوگوں پر جمعہ فرض نہیں عورت، مسافر، غلام، بچہ اور اہل دیہات۔

(رواہ الطبرانی فی الاوسط، کنز العمال ج ۷ ص ۲۲۷ حدیث نمبر ۲۱۰۹۶)

حضرت محمد بن کعب قرظیؒ سے روایت ہے کہ حضورﷺ نے ارشاد ہے کہ چار اشخاص ایسے ہیں جن پر جمعہ فرض نہیں ہے عورت، غلام، مسافر اور مریض۔(امام محمد کتاب الآثار ص ۳۵)

حضرت محمد بن کعب قرظیؒ سے روایت ہے کہ حضورﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت پر یقین رکھتا ہو اس پر جمعہ کے روز نماز جمعہ فرض ہے سوائے عورت، بچہ، غلام اور بیمار پر۔(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۶۵ ''فیمن لاتجب علیه الجمعة''، المعرفه للبیهقی ج ۴ ص ۳۱۲، مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۱۷۳)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضورﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت پر یقین رکھتا ہو اس پر جمعہ کے روز نماز جمعہ فرض ہے سوائے مریض، مسافر، عورت، بچہ اور غلام (سنن دار قطنی ج ۲ ص ۳)

غیر مقلدین کی عورتوں کی نماز کے بارے میں فکر مندی کی حقیقت

غیر مقلدین عورتوں کے تعلق سے بڑی فکر مندی ظاہر کرتے ہیں اور عورتوں کی حالتِ زار کے عنوان سے آنسو بہاتے ہیں۔عورتوں کو مسجد کے نام پر گھروں سے نکالتے ہیں اور انکے پیچھے شیطان کو لگا دیتے ہیں۔(کیونکہ حدیث میں ہے کہ عورت سراپا چھپانے کی چیز ہے جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک جھانک میں لگ جاتا ہے۔ترمذی ''باب ما جاء فی کراهیة الدخول علی المغیبات، باب ج ا ص ۲۲۲)۔اور انکو اپنے رب سے دور کر دیتے ہیں (اسلئے کہ صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان میں ہے کہ ''عورت جب تک اپنے گھر کے اندر ہوتی ہے اپنے رب سے زیادہ قریب ہوتی ہے''۔الترغیب للمنذری ج ا ص ۱۳۶) اور اسکے بعد بھی مسجد میں نماز کا موقع نہیں دیتے۔انہیں ایک الگ حجرے میں رکھتے ہیں جب کہ خیر القرون میں عورتوں کی صفیں مسجد ہی میں مردوں اور بچوں کے بعد لگتی تھیں۔(صحیح بخاری باب صلوٰة النساء خلف الرجال ج ا ص ۱۲۰، صحیح مسلم باب جواز الجماعة النافلة و الصلوٰة علی حصیر وخمرة و ثوب وغیرها من الطاهرات ج ا ص ۲۳۴، نسائی ''المنفرد خلف الصف'' ج ا ص ۱۳۹، ترمذی باب ما جاء فی الرجل یصلی و معه رجل و نساء ج ا ص ۵۵، ابوداؤد باب اذا کانوا ثلاثة کیف یقومون ج ا ص ۹۰، مسند احمد ج ۳ ص ۱۶۴)

اس سے زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ غیر مقلدین کے پاس ایک حدیث بھی نہیں ہے کہ وہ اسکے حوالے سے عورتوں کی نماز کا طریقہ بتا سکیں۔انکے پاس صرف ''قیاس'' ہے کہ ''عورتوں اور مردوں کی نماز یکساں ہے'' یا ''عورتوں اور مردوں کی نماز میں کوئی فرق نہیں ہے'' یہ قیاس کسی حدیث میں نہیں ملتا۔اور بغیر کسی دلیل کے عمل کرنا تقلید ہے جو ان کے نزدیک شرک ہے۔اب چونکہ ان کے پاس عورتوں کی نماز پڑھنے کے طریقہ میں کوئی حدیث نہیں ہے اس لئے غیر مقلدین کے اصول کی رو سے عورتیں نماز پڑھ سکتی ہی نہیں۔

سوالات

(۱) کوئی آیت یا حدیث پیش کیجئے جس میں یہ جملہ ہو ''عورت اور مرد کی نماز یکساں ہے، کوئی فرق نہیں ہے''

(۲) ''عورتوں کی نماز'' کے طریقہ کے سلسلہ میں صرف ایک صحیح صریح حدیث پیش کیجئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فی زمانہ مساجد میں عورتوں کی نماز کی حقیقت

حضورﷺ کا زمانہ خیر القرون ہے عورتوں کو مساجد میں نماز پڑھنے کی اجازت تھی انکی صفیں آخر میں مردوں، بچوں کے بعد لگا کرتی تھی (صحیح بخاری باب صلوٰۃ النساء خلف الرجال ج ا ص ۱۲۰، صحیح مسلم باب جواز الجماعۃ النافلۃ و الصلوٰۃ علی حصیر وخمرۃ و ثوب وغیرھا من الطاھرات ج ا ص ۲۳۴، نسائی "المنفرد خلف الصف" ج ا ص ۱۳۹، ترمذی باب ما جاء فی الرجل یصلی و معہ رجل و نساء ج ا ص ۵۵، ابو داؤد باب اذا کانوا ثلاثۃ کیف یقومون ج ا ص ۹۰، مسند احمد ج ۳ ص ۱۶۴)

(۱) حضورﷺ کا زمانہ خیر القرون تھا (۲) فتنوں سے محفوظ تھا (۳) رسول مقبولﷺ بنفس نفیس تشریف فرما تھے۔ وحی نازل ہوتی تھی۔ نئے نئے احکام آتے تھے (۴) نماز وغیرہ کے مسائل سیکھنے کی ضرورت تھی (۵) اور سب سے بڑھ کر حضور اکرمﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کرنیکا شرف حاصل ہوتا تھا۔

ان تمام باتوں کے باوجود عورتیں نماز باجماعت پڑھنے کی مکلّف نہیں تھیں صرف اجازت تھی اور وہ بھی مشروط تھی۔ یعنی ان کیلئے مسجد میں جانے کا حکم عام نہیں تھا ان کیلئے لازم تھا کہ وہ مسجد کی نماز کیلئے اجازت لیں۔ اسی لئے حدیث میں حضورﷺ نے فرمایا "کہ جب تم میں سے کسی کی عورت مسجد میں جانیکی اجازت چاہے تو اسے نہ روکو" (صحیح بخاری ج ا ص ۱۲۰، صحیح مسلم ج ا ص ۱۸۳ وغیرہ)۔ اجازت کی شرط فتنوں سے احتیاط ہی تھی۔ خلیفہ راشد ثانی حضرت عمر فاروق (جن کے حق میں بھی یہ حدیث صادق آتی ہے "عَلَیکُم بِسُنَّتِی .... یعنی تم پر لازم ہے میری سنت اور خلفاءِ راشدین کی سنت") کا دور آیا اور عورتوں کی حالت میں تبدیلی دیکھ کر آپ نے ان عورتوں کو جو مسجد میں آتی تھیں روک دیا۔ تمام صحابہ کرام نے اس بات کو پسند فرمایا کسی نے مخالفت نہیں کی۔ البتہ بعض عورتوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے اسکی شکایت فرمائی تو حضرت ام المومنینؓ جو مزاج نبوت کی پہچاننے والی تھیں اور اسرار شریعت سے واقف تھیں انہوں نے بھی فیصلہ فاروقی سے اتفاق کرتے ہوئے فرمایا۔ "ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ عورتوں نے جو (زیب وزینت آرائش وزیبائش کا) طریقہ ایجاد کیا ہے اگر رسول اللہﷺ اسے ملاحظہ فرماتے تو انہیں مسجدوں سے ضرور روک دیتے جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا" (صحیح بخاری ج ا ص ۱۱۹، صحیح مسلم ج ا ص ۱۸۳، ابوداؤد ج ا ص ۸۴، مؤطا امام مالک ص ۶۹، مسند بزار ج ۳ ص ۱۴۹)۔ امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ام المومنینؓ کے اس اثر میں جس کو امام بخاریؒ نے نقل کیا اس بات کی دلیل ہے کہ جب عورتوں میں بدعات پیدا ہو جائے تو پھر انکا مسجدوں میں جا نا درست نہیں ہے (عمدۃ القاری شرح بخاری ج ۲ ص ۱۵۹)۔ احناف، مالکیہ، شوافع، حنابلہ غرض جمیع اہلسنت والجماعت کے نزدیک عورتوں کا مساجد میں نماز کیلئے جانا مکروہ تحریمی ہے۔ خلیفۂ راشد ثانی نے اور ام المومنین حضرت عائشہؓ نے تنبیہ فرمائی اور حضرات صحابہ کرامؓ اجمعین، تابعین عظام، اور فقہاءِ امت نے اس پر اتفاق کیا۔ عورتوں کو مساجد میں جانے سے روکا گیا۔ اور اس پر اجماع امت ہو گیا۔ علامہ بدرالدین عینیؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب نے عورتوں کو مسجدوں میں جانے کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے۔ کیونکہ ان کے نکلنے میں فتنہ کا اندیشہ ہے اور یہ سبب ہے حرمت کا۔ اور جو چیز حرام تک پہنچائے وہ بھی حرام ہے۔ اس اجماع امت پر ہر دور میں عمل باقی رہا۔

تو پھر کیا وجہ ہے کہ آج عورتوں کو مساجد میں جانے پر زور دیا جا رہا ہے بلکہ اس کو سنت سمجھا جا رہا ہے۔ کیا آج کا معاشرہ ام المومنین اور حضرات صحابہ کرامؓ کے معاشرہ سے اچھا ہو گیا ہے؟ یا حضرات صحابہ کرام منشاء نبوت کو بہتر طور پر سمجھنے والے نہیں تھے؟ کیا حضرات صحابہ کرامؓ حقوق نسواں کا پاس ولحاظ

کرنے والے نہیں تھے؟ مقلدین کی ضد میں غیر مقلدین، عورتوں کو "مساجد میں نماز" کے نام پر گھروں سے نکالتے ہیں اور شیاطین کو ان کے پیچھے لگاتے ہیں (کیوں کہ حدیث میں ہے کہ اَلْمَرْأَۃُ عَوْرَۃٌ فَاِذَا خَرَجَتْ اِسْتَشْرَفَھَا الشَّیْطَانُ (ترمذی ج ا ص ۲۲۲) ترجمہ: ۔عورت سراپا چھپانے کی چیز ہے جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک جھانک میں لگ جاتا ہے) اوران کو اپنے رب سے دور کر دیتا ہے (اس لئے کہ صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان میں ہے کہ "وَ اَقْرَبُ مَا تَکُوْنُ مِنْ وَجْہِ رَبِّھَا وَھِیَ فِیْ قَعْرِ بَیْتِھَا. یعنی عورت جب تک اپنے گھر کے اندر ہوتی ہے اپنے رب سے زیادہ قریب ہو تی ہے۔الترغیب للمنذری ج ا ص ۱۳۶) اوراس کے بعد بھی مسجد میں نماز کا موقع دیتے ہی نہیں۔انہیں ایک الگ حجرے میں رکھتے ہیں جب کہ خیر القرون میں عورتوں کی صفیں مسجد ہی میں مردوں اور بچوں کے بعد لگتی تھیں۔(صحیح بخاری باب صلوٰۃ النساء خلف الرجال ج ا ص ۱۲۰،صحیح مسلم باب جواز الجماعۃ النافلۃ والصلوٰۃ علی حصیر وخمرۃ وثوب وغیرھامن الطاھرات ج ا ص ۲۳۴،نسائی "المنفرد خلف الصف" ج ا ص ۱۳۹،ترمذی باب ما جاء فی الرجل یصلی و معه رجل و نساء ج ا ص ۵۵،ابوداؤد باب اذا کانوا ثلاثۃ کیف یقومون ج ا ص ۹۰،مسند احمد ج ۳ ص ۱۶۴)۔اگر غیر مقلدین الگ سے حجرہ بنانے کی وجہ یہ بیان کریں کہ یہ "فتنوں سے احتیاط" ہے تو پھر فتنوں سے زیادہ احتیاط تو عورتوں کا گھروں کے حجرے میں نماز پڑھنا ہے کیونکہ احادیث سے ثابت ہوتا ہیکہ عورتوں کی نماز ان کے گھروں میں زیادہ اجر وثواب کا باعث ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضرت ام حمیدؓ نبی ﷺ کے پاس تشریف لائیں اور کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کا بہت شوق ہے آپ ﷺ نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ تم میرے پیچھے نماز پڑھنے کا بہت شوق رکھتی ہو لیکن تمہارے لئے گھر کے حجرے میں نماز پڑھنا زیادہ بہتر ہے صحن کی نماز سے،اور صحن کی نماز برآمدہ کی نماز سے بہتر ہے اور محلّہ کی مسجد کی نماز میری مسجد (مسجد نبوی) میں ادا کرنے سے بہتر ہے حضرت ام حمیدؓ نے یہ ارشاد گرامی سن کر اپنے گھر والوں کو حکم دیا کہ ایک جگہ نماز کیلئے گھر میں اندرونی کوٹھری میں جو نہایت تاریکی میں تھی بنادی گئی یہ اس میں نماز پڑھتی رہیں یہاں تک کہ خدا سے جاملیں (یعنی گھر ہی میں نماز پڑھتی رہیں مسجد میں نہیں گئیں۔مسند احمد ج ۶ ص ۳۷۱،الترغیب والترھیب ج ا ص ۲۲۵،مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۳،ابن خزیمہ،ابن حبان وغیرہ)

حضور ﷺ نے عورتوں کے حق میں فرمایا بُیُوْ تُھُنَّ خَیْرٌ لَّھُنَّ یعنی ان کے گھر ان کیلئے زیادہ بہتر ہیں (مستدرک حاکم ج ا ص ۳۲۷،ابوداؤد باب ما جاء فی خروج النساء الی المسجد ج ا ص ۸۴)۔

روایات میں ہے کہ خَیْرُ مَسَاجِدِ النِّسَاءِ قَعْرُ بُیُوْتِھِنَّ یعنی عورتوں کیلئے بہترین مساجد ان کی کوٹھریوں کا اندرونی مکان ہے۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۲۴۵،بیہقی،کنز العمال ج ۷ ص ۶۷۶،مستدرک حاکم ج ا ص ۳۲۸)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

غیر مقلدین کے حیرت انگیز عقائد ونظریات

غیر مقلدین اہل سنت والجماعت سے الگ اور حیرت انگیز نظریات رکھتے ہیں چاہے وہ عقائد ہوں یا عبادات یا مسائل۔صرف چند ملاحظہ ہوں۔

عقائد:۔جمیع اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات لامحدود ہے اور وہ مکان وزمان سے پاک ہے۔لیکن اسکے برخلاف غیر مقلدین کا عقیدہ ہے کہ

o اللہ تعالیٰ کا مکان عرش ہے، متکلمین کا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کسی جہت اور مکان میں نہیں رہتا ہے ازروئے شرع وعقل باطل ہے، کیونکہ ہر موجود مکان چاہتا ہے۔

جمیع اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حاضر وناظر ہے اور اسی عقیدہ کی بنیاد پر خوف خدا اور آخرت کی فکر ہوتی ہے لیکن اس کے برخلاف غیر مقلدین کا عقیدہ ہے کہ

o اللہ تعالیٰ حاضر وناظر نہیں ہے۔

جمیع اہل سنت والجماعت کا موقف ہے کہ جب حج کیلئے جائے تو حضور اکرم ﷺ کے روضۂ اطہر کی زیارت بھی کرنا چاہئے بغیر زیارت کے آجانا شقی القلبی اور احسان فراموشی ہے۔لیکن اس کے برخلاف غیر مقلدین کا عقیدہ ہے کہ

o صرف کسی جگہ کی طرف جس میں قبر نبوی بھی داخل ہے ثواب کی نیت سے سفر کرنا جائز نہیں۔

حرمت مصاہرت:۔جمہور علماء کا موقف ہے کہ حرمتِ مصاہرت کی بنیاد پر محارم سے نکاح جائز نہیں چاہے وہ محارم نکاح سے ہوں یا غیر نکاح (زنا) سے ہوں۔لیکن غیر مقلدین حرمت مصاہرت کا انکار کرتے ہیں اور نتیجے میں گمراہ کن مواقف رکھتے ہیں۔ملاحظہ ہو

ایک مرد اور ایک عورت بغیر نکاح (یعنی زنا) کے ساتھ رہتے ہیں۔اگر اس عورت کو لڑکی اور لڑکا پیدا ہوتے ہیں تو

o (۱) وہ بھائی بہن نکاح کر سکتے ہیں۔

o (۲) وہ ماں اپنے بیٹے سے نکاح کر سکتی ہے۔

o (۳) وہ باپ اپنی بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے۔

نظریات:۔جمیع اہل سنت والجماعت کے نزدیک صحابہ کرامؓ اجمعین کا قول وفعل حجت ہے۔اسلام میں بہت سے مسائل وعقائد وغیرہ صحابہ کرامؓ اجمعین کے اقوال وافعال سے استنباط کئے گئے ہیں بلکہ اسلام کے تقریباً تمام شعبوں میں ان ہی سلف صالحین سے مسائل کا استنباط کیا گیا ہے لیکن اس کے برخلاف غیر مقلدین کا موقف ہے کہ

o اقوال وافعال صحابہ حجت نہیں چنانچہ غیر مقلدین لکھتے ہیں ”اصول میں یہ بات طئے ہوگئی ہے کہ صحابہ کا قول حجت نہیں“ نیز یہ بھی لکھتے ہیں ”صحابہ کا اجتہاد امت میں سے کسی فرد پر حجت نہیں۔“

اس بات پر اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے کہ تمام صحابہ کرام ساری امت میں سب سے افضل ہیں، بعد میں آنے والا کوئی فرد کسی مقام پر بھی پہنچ جائے لیکن کسی معمولی سے معمولی صحابی سے بھی افضل نہیں ہوسکتا۔لیکن اس کے برخلاف غیر مقلدین کا موقف ہے کہ

o صحابہ کرام کے بعد آنے والے اس امت کے بہت سے علماء۔عوام صحابہ سے افضل تھے علم میں، معرفت الٰہی میں اور سنت کے پھیلانے میں اور یہ ایسی بات ہے جس کا کوئی بھی عقلمند انکار نہیں کر سکتا

o لیکن یہ ممکن ہے کہ اولیائے کرام کو دوسری وجوہ سے ایسی فضیلت حاصل ہو جو صحابیوں کو حاصل نہ ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

غیر مقلدین کا مسلک دھوکہ یا جہالت پر مبنی ہے کیوں کہ ’’وہ جو کہتے ہیں کرتے نہیں‘‘

جمیع اہل سنت والجماعت کے نزدیک ادلۂ شرعیہ چار ہیں (۱) کتاب اللہ (۲) سنتِ رسول اللہ ﷺ (۳) اجماع (۴) قیاس یا اجتہاد۔ جیسی دلیل ہوتی ہے ویسا ہی حکم ہوتا ہے اگر دلیل قطعی الدلالہ ہے تو فرض، اگر دلیل ظنی ہو تو واجب، اگر احادیثِ ضعیفہ ہوں تو سنن زوائد، اور اگر دلائل غیر نبی (اقوال و افعال سلف صالحین) سے ہو تو مستحب وغیرہ۔

لیکن اسکے برخلاف غیر مقلدین کے دعوے ہیں (۱) ہم صرف قرآن اور حدیث پر عمل کرتے ہیں، تقلید نہیں کرتے (۲) صرف صحیح احادیث پر عمل کرتے ہیں۔ دراصل غیر مقلدین کے یہ دونوں دعوے جھوٹے ہیں ملاحظہ ہو۔

پہلا دعویٰ:۔ غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ہم صرف قرآن وحدیث پر عمل کرتے ہیں، تقلید نہیں کرتے جب کہ ایسا نہیں ہے اس کے بے شمار ثبوت موجود ہیں جن میں صرف چند ملاحظہ ہوں۔

(۱) غیر مقلدین کے پاس ایک رکعت نماز میں بھی کئی امور ایسے ہیں کہ قرآن اور حدیث سے ان کی دلیل موجود نہیں ہے مثلاً

امام بلند آواز سے تکبیرات کہتا ہے اور غیر مقلدین آہستہ سے کہتے ہیں اس کی دلیل میں ان کے پاس کوئی آیت یا حدیث موجود نہیں ہے۔

جب بھی قیام کی حالت میں ہوتے ہیں تو ہاتھ باندھتے ہیں لیکن رکوع سے اٹھنے کے بعد جب قیام کی حالت میں ہوتے ہیں تو ہاتھ چھوڑ دیتے ہیں اس کی دلیل میں ان کے پاس کوئی آیت یا حدیث نہیں ہے۔

(۲) جب نماز جنازہ پڑھتے ہیں تو پہلے تکبیر کہتے ہیں پھر سورۂ فاتحہ پڑھتے ہیں پھر تکبیر کہتے ہیں .... پھر سلام پھیرتے ہیں اسی طرح نماز جنازہ پوری کرتے ہیں۔ نماز جنازہ کی ترکیب کی دلیل میں ان کے پاس کوئی آیت یا حدیث نہیں ہے۔

(۳) عورتیں نماز کس طرح پڑھیں اس کی دلیل میں ان کے پاس کوئی آیت یا حدیث نہیں ہے۔

دوسرا دعویٰ:۔ غیر مقلدین دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم صرف صحیح احادیث پر عمل کرتے ہیں۔ جب کہ ایسا نہیں ہے بے شمار اعمال ایسے ہیں جن کی دلیل میں غیر مقلدین کے پاس اصول حدیث کی رو سے کوئی صحیح حدیث موجود نہیں ہے۔ جن میں سے چند ملاحظہ ہوں۔

(۱) غیر مقلدین سینہ پر ہاتھ باندھتے ہیں اس کی دلیل میں اصولِ حدیث سے ان کے پاس کوئی صحیح حدیث موجود نہیں ہے۔

(۲) امام کے پیچھے غیر مقلدین بلند آواز سے آمین کہتے ہیں جب کہ ان کے پاس ’’مقتدی‘‘ کے لئے بلند آواز سے آمین کہنے کی کوئی حدیث موجود نہیں ہے۔

(۳) نماز میں آخری قعدہ میں غیر مقلدین بار بار تشہد کی انگلی ہلاتے ہیں جب کہ ان کے پاس اس کی دلیل میں کوئی صحیح حدیث موجود نہیں ہے۔

مذکورہ امور میں غیر مقلدین کے قول و فعل میں تضاد ہے جب کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے ’’**یاایھا الذین آمنوا لم تقولون مالا تفعلون کبر مقتاً عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون**‘‘ ترجمہ:۔ اے ایمان والو! ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو خدا کے نزدیک یہ بات بہت ناراضی کی ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں (سورہ الصّف، آیت نمبر ۲۔۳)۔

اگر غیر مقلدین (چاہے وہ فرقۂ اہل حدیث ہو یا غرباء، ثنائیہ، محمدی، سلفی، اثریہ، اہلِ قرآن، جماعت المسلمین یا آئی آر ایف والے ہوں یا کوئی اور ہو)۔ جانتے بوجھتے ہوئے مذکورہ دعویٰ کرتے ہیں تو لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں اور اگر انجانے میں دعویٰ کرتے ہیں تو جہالت میں مبتلا ہیں۔ ایسا مسلک کیسے حق پر ہوسکتا ہے جو دھوکہ یا جہالت پر مبنی ہو؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

غیر مقلدین کا مسلک دھوکہ یا جہالت پر مبنی ہے کیوں کہ ''وہ جو کہتے ہیں کرتے نہیں''

جمیع اہل سنت والجماعت کے نزدیک ادلۂ شرعیہ چار ہیں (۱) کتاب اللہ (۲) سنتِ رسول اللہ ﷺ (۳) اجماع (۴) قیاس یا اجتہاد۔ جیسی دلیل ہوتی ہے ویسا ہی حکم ہوتا ہے اگر دلیل قطعی الدلالہ ہے تو فرض، اگر دلیل ظنی ہو تو واجب، اگر احادیثِ ضعیفہ ہوں تو سنن زوائد، اور اگر دلائل غیر نبی (اقوال و افعال سلف صالحین) سے ہو تو مستحب وغیرہ۔

اس کے برخلاف غیر مقلدین دعویٰ کرتے ہیں کہ ''ہم صرف صحیح احادیث پر عمل کرتے ہیں۔'' جب کہ ایسا نہیں ہے بے شمار اعمال ایسے ہیں جن کی دلیل میں غیر مقلدین کے پاس اصول حدیث کی رو سے کوئی صحیح حدیث موجود نہیں ہے۔ کیونکہ صحیح حدیث کی پانچ شرائط ہیں (۱) متصل (۲) عادل (۳) تام الضبط (۴) غیر شاذ (۵) غیر معلل۔

صرف وضو، اذان اور نماز کے تعلق سے غیر مقلدین کے ہم ایسے معمولات پیش کرتے ہیں جن کی دلیل میں غیر مقلدین کے پاس کوئی صحیح حدیث موجود نہیں ہے اسکے بعد بھی وہ ان پر عمل کرتے ہیں (یہ سرسری جائزہ ہے اگر بالتفصیل جائزہ لیا جائے تو ان کی تعداد پتہ نہیں کہاں تک پہنچے گی)۔

(۱) کانوں کا مسح اس طرح کہ دونوں ہاتھوں کی شہادت کی انگلیاں دونوں کانوں کے سوراخ میں ڈال کر کانوں کی پیٹھ پر انگوٹھوں سے مسح کرتے ہیں۔

(۲) کانوں کے مسح کے لئے پانی لیتے ہیں۔

(۳) پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرتے ہیں۔

(۴) سو جانے پر نیا وضو کرتے ہیں۔

(۵) قئ ہو جانے پر نیا وضو کرتے ہیں۔

(۶) پیروں کے مسح کے سلسلہ میں پانچوں انگلیاں دائیں اور بائیں ہاتھ کی تر کر کے دونوں پاؤں کے پنجوں سے شروع کر کے ٹخنوں کے اوپر تک کھینچتے ہیں۔

(۷) ان کے نزدیک جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ان سے مسح بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

(۸) انکے نزدیک جرابوں اور جوتیوں پر مسح کرنا جائز ہے۔

(۹) سر کا مسح جو کہ وضو میں فرض ہے صرف عمامہ پر مسح ان کے نزدیک اس کا قائم مقام ہے۔

(۱۰) میت کا غسل دینے والا خود غسل کرے۔

(۱۱) اذان ٹھہر ٹھہر کر کہتے ہیں اور اقامت جلدی کہتے ہیں۔

(۱۲) شہادت کی دونوں انگلیاں دونوں کانوں کے سوراخوں میں دے کر اذان کہتے ہیں۔

(۱۳) حی علی الصلوٰہ کہتے وقت دائیں طرف اور حی علی الفلاح کہتے وقت بائیں طرف مڑتے ہیں۔

(۱۴) فجر کی اذان میں حی علی الفلاح کے بعد الصلوٰۃ خیر من النوم کہتے ہیں۔

(۱۵) تشہد میں انگلی (سبابہ) سے اشارہ کرتے ہیں۔

(۱۶)تکبیر کے لئے ہاتھ اٹھاتے وقت ہتھیلیوں کا رخ قبلہ کی طرف کرتے ہیں۔

(۱۷)ہاتھ اٹھاتے وقت انگلیاں کشادہ اور کھلی رکھتے ہیں۔

(۱۸)سینے پر ہاتھ باندھتے ہیں۔

(۱۹)عورتوں اور مرد کی نماز میں کوئی فرق نہیں کرتے۔

(۲۰)ثناء یعنی **سبحانک اللھم** پڑھتے ہیں۔

(۲۱)مقتدی بلند آواز سے آمین کہتے ہیں۔

(۲۲)امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھتے ہیں۔

(۲۳)نماز میں امام کی قرأت میں آیات کا جواب دیتے ہیں۔

(۲۴)رکوع میں ہاتھوں کی انگلیوں کو گھٹنوں پر کشادہ رکھتے ہیں۔

(۲۵)رکوع میں **سبحان ربی العظیم** پڑھتے ہیں۔

(۲۶)سجدہ میں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے سے ملا کر رکھتے ہیں۔

(۲۷)سجدہ میں **سبحان ربی الاعلیٰ** پڑھتے ہیں۔

(۲۸)جلسہ میں دعا پڑھتے ہیں۔

(۲۹)جلسۂ استراحت کرتے ہیں۔

(۳۰)فجر کی جماعت میں شامل ہونے کے بعد اگر دو رکعت سنت باقی ہو تو اسے طلوع آفتاب سے قبل ہی پڑھتے ہیں۔

(۳۱)مغرب کی اذان کے بعد جماعت سے پہلے دو رکعت پڑھتے ہیں۔وغیرہ۔

مذکورہ امور میں غیر مقلدین کے قول وفعل میں تضاد ہے جب کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے ”**یاایھا الذین آمنوا لم تقولون ما لا تفعلون کبر مقتاً عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون**“ ترجمہ:۔اے ایمان والو!ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو خدا کے نزدیک یہ بات بہت ناراضی کی ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں (سورہ الصّف،آیت نمبر۲۔۳)۔

اگر غیر مقلدین جانتے بوجھتے ہوئے مذکورہ دعویٰ کرتے ہیں تو لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں اور اگر انجانے میں دعویٰ کرتے ہیں تو جہالت میں مبتلا ہیں ۔ایسا مسلک کیسے حق پر ہو سکتا ہے جو دھوکہ یا جہالت پر مبنی ہو؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا حقیقت میں یہی حضور اکرم ﷺ کی نماز ہے؟

''صلوا کما رأیتمونی اصلی ترجمہ:۔نماز اس طرح پڑھو جس طرح تم نے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا ہے''

غیر مقلدین بخاری شریف کی اس روایت کو پیش کر کے دعویٰ کرتے ہیں کہ جو نماز وہ پڑھتے ہیں صرف وہی نماز حضور اکرم ﷺ کی نماز ہے۔ذیل میں غیر مقلدین کی نماز سے صرف وہ اُمور مذکور ہیں جنہیں دیکھ کر پہچان لیا جاتا ہے کہ نماز پڑھنے والا غیر مقلد ہے،لیکن بڑے تعجب کی بات ہے کہ ان امور کے دلائل فیصل ان کی کسی کتاب میں نہ تحریر ہیں اور نہ آج تک دنیا کا کوئی غیر مقلد پیش کر سکا،اب بھی دنیا کے تمام غیر مقلدین کو عام اجازت ہے کہ وہ درج ذیل سوالات کے جوابات دے کر دلائل فیصل پیش کر سکتے ہیں۔

(۱) کیا حضور ﷺ ننگے سر نماز پڑھتے تھے؟اگر ایسا ہے تو صرف ایک صحیح صریح حدیث پیش کیجئے۔

(۲) کیا حضور ﷺ نماز میں اپنی ٹانگیں چیر کر کھڑے ہوتے تھے؟(نعوذ باللہ من ذلک) اگر ایسا ہے تو صرف ایک صحیح صریح حدیث پیش کیجئے۔

(۳) کیا حضور ﷺ اپنے دونوں بازو پکڑ کر یا دونوں کہنیاں پکڑ کر یا دونوں ہاتھ بغل میں رکھ کر یا ایک ہاتھ بغل کے نیچے اور دوسرا ہاتھ بازو پر رکھ کر یا دونوں ہاتھ سینے پر رکھ کر نماز پڑھتے تھے؟صحیح صریح حدیث پیش کیجئے۔

(۴) کیا حضور ﷺ ''ولا الضالین'' کہنے کے بعد چلا کر آمین کہتے تھے؟صحیح صریح حدیث پیش کیجئے۔

(۵) کیا حضور ﷺ نے وصال تک رکوع کے وقت رفع یدین کیا؟صحیح صریح حدیث پیش کیجئے۔

(۶) کیا حضور ﷺ قعدہ میں اپنی انگلی (سبّابہ) کو مسلسل حرکت دیتے رہتے تھے؟صحیح صریح حدیث پیش کیجئے۔

(۷) کیا حضور ﷺ کا معمول تھا کہ جماعت کی نماز کا سلام پھیرنے کے بعد دعا نہیں کرتے تھے،بلکہ فوراً کھڑے ہو جاتے تھے؟اگر ایسا ہے تو صحیح صریح حدیث پیش کیجئے۔

تنبیہ : ''صحیح صریح'' کی شرط اس وجہ سے ضروری ہے کہ غیر مقلدین صرف ''صحیح حدیث'' پر عمل کے مدعی ہیں اور قیاس کے منکر ہیں اس لئے جو حدیث بھی پیش کریں وہ اصول حدیث کی رو سے ''صحیح'' ہو اور ایسی صریح بھی ہو کہ قیاس کی ضرورت نہ رہے بلکہ نفس مسئلہ الفاظ کے ساتھ مذکور ہو۔

دعوت الی الخیر : اگر مقلدین شرط کے مطابق حدیث نہ پیش کر سکیں (اور ہرگز نہیں پیش کر سکیں گے کیوں کہ مذکورہ امور میں ''صحیح صریح'' روایات کتب احادیث میں منقول نہیں ہیں) تو ہٹ دھرمی کر کے مساجد اور معاشرے میں فتنہ وفساد سے گریز کریں۔جمیع اہلسنت والجماعت جن مسالک اربعہ (حنفی،مالکی،شافعی،حنبلی،) پر ہزار سال سے زائد عرصہ سے متفق ہیں،صرف قرآن اور حدیث کا نام استعمال کر کے اجماع امت کے خلاف نئے فرقوں کی بنیاد ڈال کر امت مسلمہ میں افتراق وانتشار کا بیج نہ بوئیں۔آج کے ایسے نازک دور میں جب کہ اقوام عالم اور باطل طاقتیں امت مسلمہ کے خلاف کمر بستہ ہیں اور اسلامی تہذیب وشعار کو مٹانے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی ہیں،ہونا تو یہ چاہئے کہ مسالک اربعہ پر قائم رہیں اور اجماع واتفاق کے ذریعے طاغوتی قوتوں کے خلاف سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

غیر مقلدین کی نماز..........بدعت یا شرک؟

روزمرہ کے وہ عملی مسائل جو حضور اکرم ﷺ سے لے کر آج تک اہل سنت والجماعت میں متواتر چلے آرہے ہیں انہیں تواتر تعامل (عملی تواتر) کہتے ہیں مثلاً وضو کا طریقہ، نماز کا طریقہ، میت کا غسل، کفن دفن وغیرہ۔

نماز کا ایک ایک عمل عبادت ہے اہمیت کا حامل ہے، نماز کے تمام اعمال واذکار تواتر عملی کے ذریعے ہی ہم تک پہونچے ہیں اور ہر زمانے میں نماز تواتر عملی کے ذریعے سے سیکھی سکھائی جاتی رہی لیکن تقریباً سوا سو سال سے ایک فرقہ (غیر مقلدین) وجود میں آیا ہے جو نماز کے ہر عمل پر حدیث کا مدعی ہے جب بھی کوئی غیر مقلد بنتا ہے تو اس کا پہلا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ چودہ سو سال سے پڑھی جانے والی نماز کو غلط کہے اور ایک نئی نماز غیر مقلدین کو دی جائے جو عملی تواتر سے ٹکراتی ہو اور مقلدین سے مطالبہ کرتا ہے کہ اپنی نماز کا ثبوت صحیح صریح مرفوع حدیث سے دیں اگر وہ حدیث نہ پیش کرسکیں تو انھیں مشرک کہتا ہے اور اپنی نماز کو حدیث کے مطابق اور مقلدین کی نماز کو خلاف حدیث ٹھہراتا ہے۔ بغور دیکھا جائے تو سمجھ میں آئے گا کہ نماز کے بہت سے اعمال ایسے ہیں جن کی دلیل میں کوئی حدیث موجود نہیں ہے وہ صرف تواتر عملی سے ہی کئے جاتے ہیں اور ان پر غیر مقلدین کا بھی عمل ہے ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

۱) تکبیر تحریمہ امام بلند آواز سے کہتا ہے اور یہ غیر مقلدین آہستہ آواز سے کہتے ہیں اس کی کوئی حدیث پیش نہیں کرتے۔

۲) رکوع میں آہستہ آواز سے **سبحان ربی العظیم** پڑھتے ہیں اس پر کوئی حدیث پیش نہیں کرتے۔

۳) رکوع سے اٹھتے وقت امام بلند آواز سے **سمع اللہ لمن حمدہ** کہتا ہے اور یہ آہستہ سے ربنا لک الحمد کہتے ہیں اس کی کوئی حدیث پیش نہیں کرتے۔

۴) رکوع سے اٹھتے کے بعد قومہ میں (جس وقت الحمد للہ حمدا کثیرا...... پڑھتے ہیں) دونوں ہاتھوں کو باندھتے نہیں بلکہ چھوڑ دیتے ہیں اس کی کوئی حدیث نہیں پیش کرتے۔

۵) سجدہ میں آہستہ سے سبحان ربی الاعلیٰ کہتے ہیں اس پر کوئی حدیث نہیں پیش کرتے۔

۶) امام بلند آواز سے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر سلام پھیرتا ہے اور یہ آہستہ کہہ کر سلام پھیرتے ہیں اور اس پر کوئی حدیث نہیں پیش کرتے۔

۷) تمام تکبیرات انتقالیہ (اللہ اکبر) امام بلند آواز سے کہتا ہے اور یہ آہستہ آواز سے کہتے ہیں اس کی کوئی حدیث پیش نہیں کرتے۔

۸) جب دو سجدے امام کیساتھ کرتے ہیں یا تشھد میں امام کیساتھ ملتے ہیں تو دوبارہ سجدوں کی قضاء کرتے ہیں اور تشھد کی بھی، اس پر کوئی حدیث پیش نہیں کرتے

۹) نماز جنازہ میں تکبیر تحریمہ کے بعد اعوذ باللہ، سورہ فاتحہ، آمین پڑھتے ہیں پھر دوسری تکبیر کے بعد درود ابراہیمی پڑھتے ہیں تیسری تکبیر کے بعد دعائیں پڑھتے ہیں، چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیرتے ہیں۔ نماز جنازہ کی اس ترتیب کی دلیل میں کوئی صحیح صریح حدیث نہیں پیش کرتے۔

تنبیہ:۔ اگر غیر مقلدین کے پاس مذکورہ اعمال کی دلیل میں احادیث رسول ﷺ ہیں تو پیش کریں لیکن ایسا نہ کریں کہ کوئی بھی حدیث جس میں مذکورہ اعمال کا تذکرہ تک نہ ہو اس سے قیاس کریں اور اپنے قیاس کو حدیث رسول کا نام دیں، اسے ہی کہتے ہیں ''بات اپنی نام حدیث کا''۔ اسلئے اگر حدیث پیش کرنا ہے تو صحیح صریح مرفوع پیش کریں۔ صحیح اصول حدیث سے ہو۔ صریح جس میں نفس مضمون الفاظ کیساتھ مذکورہ ہو قیاس کی ضرورت نہ ہو۔ مرفوع حضور اکرم ﷺ سے براہ راست منقول ہو، موقوف یا مرسل وغیرہ نہ ہو۔ درج بالا اعمال جو کہ نماز میں ادا کئے جاتے ہیں وہ تمام عبادات ہیں جنہیں لغو اور بیکار کہنا نماز کی توہین ہے لیکن غیر مقلدین ان کی دلیل میں کوئی حدیث رسول ﷺ پیش نہیں کرسکتے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ غیر مقلدین ان مذکورہ اعمال کو کس بنیاد پر ادا کرتے ہیں؟ اگر حدیث رسول ﷺ کی بجائے حدیث نفس (من مانی) پر عمل کرتے ہیں تو بدعت ہے اور اگر غیر نبی کے قول یا فعل کو دیکھ کر عمل کرتے ہیں تو تقلید ہے جسے وہ شرک کہتے ہیں لہذا غیر مقلدین وضاحت کریں کہ ان کی نماز بدعت ہے یا شرک؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نماز میں ہاتھ کہاں باندھے جائیں؟

غیر مقلدین کا مسلک :۔غیر مقلدین (فرقہ اہل حدیث) کا مسلک یہ ہے کہ ”بائیں ہاتھ پر دایاں ہاتھ رکھ کر سینے پر باندھنا سنّت ہے“

احناف کا مسلک :۔احناف کے نزدیک ”بائیں ہاتھ پر دایاں ہاتھ رکھ کر ناف کے نیچے باندھنا سنت ہے“۔

غیر مقلدین دعویٰ کرتے ہیں کہ سینہ پر ہاتھ باندھنا سنت ہے اور انکی پیش کردہ احادیث صحیح ہیں، لیکن انکے دعویٰ کی حقیقت ملاحظہ ہو

سینہ پر ہاتھ باندھنے کی حقیقت

سینہ پر ہاتھ باندھنے کی سنیت کے قائلین دلیل میں چار قسم کی روایات پیش کرتے ہیں۔

(۱) حضرت وائل بن حجرؓ کی روایت :۔حضرت وائل بن حجرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضورﷺ کیساتھ نماز پڑھی تو آپ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینے پر باندھا۔ (صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۲۴۲)

اس کی اسناد میں نظر ہے اور ”عَلیٰ صَدْ رِہٖ (سینہ پر)“ کی زیادتی غیر محفوظ ہے۔

(۲) حضرت قبیصہ بن ہلبؓ کی روایت :۔حضرت ہلبؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا وہ دائیں اور بائیں طرف سے مڑتے تھے اور میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ نے یہ اپنے سینے پر رکھا اور یحییٰ نے بیان کیا کہ دایاں ہاتھ بایاں ہاتھ کی کلائی پر رکھا۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۲۲۶)

اس میں ”عَلیٰ صَدْ رِہٖ (سینہ پر)“ کی زیادتی غیر محفوظ ہے۔اور اس کی اسناد میں کلام ہے۔

(۳) حضرت طاؤسؒ کی روایت :۔”حضرت طاؤسؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنا دایاں ہاتھ نماز میں اپنے بائیں پر رکھ کر اپنے سینے پر باندھا کرتے تھے۔“ (مراسیل ابوداؤد کتاب الصلوۃ ص ۶)

اس کی اسناد ضعیف ہیں حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ تابعی ہیں اور وہ صحابی کا نام لئے بغیر براہ راست حضورﷺ سے روایت کرتے ہیں اسلئے یہ روایت مرسل ہے اور مرسل روایات غیر مقلدین کے نزدیک حجت نہیں ہیں۔

(۴) سینہ پر ہاتھ باندھنے کے باب میں دوسری تمام روایات ضعیف ہیں۔

اور اس باب میں کچھ ”آثار“ پیش کئے جاتے ہیں۔”آثار“ سلف دراصل صحابہؓ اور تابعینؒ کے اقوال یا افعال ہیں اسلئے غیر مقلدین کو دلائل میں اِن آثار کو پیش کرنے کا حق ہی نہیں ہے اور ان کیطرف سے ناقابل قبول ہے۔

غرض سینہ پر ہاتھ باندھنے کی سنیت کی دلیل میں اصول حدیث کی رو سے کوئی ”صحیح مرفوع حدیث“ موجود ہی نہیں ہے اور غیر مقلدین کے نزدیک صرف ”صحیح حدیث“ حجت ہے اسلئے ان کا سینہ پر ہاتھ باندھنے کا دعویٰ رد ہے اور ان کے پاس اس سلسلہ میں کوئی دلیل موجود نہیں ہے اور بغیر دلیل کے عمل کرنا ان کے نزدیک ”شرک“ ہے۔

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی روایات

- حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو نماز میں داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے ہوئے دیکھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ”وضع الیمین علی الشمال“، ج ۳ ص ۳۲۱ طبع کراچی)

- حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا، نماز میں ہتھیلی پر ہتھیلی ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے۔

(ابوداؤد حدیث ۷۵۶ ص ۱۲۷۹ الکتب الستہ طبع سعودیہ عربیہ، مسند احمد ج ۱: ص ۱۱۰ ابن ابی شیبہ "وضع الیمین علی الشمال" ج ۳ ص ۳۲۴، دار قطنی ۱/ ۲۸۶/ ۹/ ۱۰، سنن کبریٰ بیہقی ج ۲ ص ۳۱، مسند بزار ۱/ ۱۱۰)

● حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا نماز میں ہتھیلیوں کو ناف کے نیچے رکھا جائے۔

(ابوداؤد حدیث ۷۵۸ ص ۱۲۷۹ الکتب الستہ طبع سعودیہ عربیہ)

● حضرت حجاج بن حسانؒ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابومجلزؒ سے سنا (راوی کہتے ہیں) میں نے ان سے دریافت کیا کہ (حضور اکرم ﷺ ہاتھوں کو) کیسے رکھتے تھے، تو فرمایا کہ حضور ﷺ اپنے دائیں ہتھیلی کے اندرونی حصہ کو اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے ظاہری حصہ پر رکھتے تھے اوران دونوں کو ناف سے نیچے رکھ لیتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ "وضع الیمین علی الشمال" ج ۳ ص ۳۲۳)

اس روایت کی سند جید (بہت عمدہ) ہے۔

● حضرت ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ "وضع الیمین علی الشمال" ج ۳ ص ۳۲۲)

اس روایت کی سند حسن ہے۔

سینہ پر ہاتھ باندھنے کی حقیقت

دعویٰ اتحاد کا اور عمل اختلاف کا

غیر مقلدین دعویٰ کرتے ہیں کہ تقلید چھوڑ دیں اور سب غیر مقلد بن جائیں تو اختلاف ختم ہو جائے گا لیکن ہوتا اس کے الٹا ہے۔ اگر کوئی حنفی اپنے مسلک کے مطابق نماز پڑھے تو دنیا کے کسی کونے میں پہچان لیا جائے گا کہ یہ حنفی ہے اس لئے کہ ساری دنیا میں حنفی کی نماز ایک ہے۔ اس کے بالمقابل پوری دنیا کو نکتۂ اتحاد پر لانے والے مدعیوں کی نماز ایک مسجد میں بھی یکساں نہیں ہے، بلکہ ہر شخص کا ہاتھ باندھنے کا طرز الگ الگ ہے۔ غیر مقلدوں کی کسی مسجد میں بھی جائزہ لے لیا جائے تو آپ کو درج ذیل منظر نظر آئیگا۔

کوئی بایاں ہاتھ کی کہنی دائیں ہاتھ سے اور دائیں ہاتھ کی کہنی کو بائیں ہاتھ سے پکڑتا ہے۔

کوئی دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں بغل کے نیچے رکھ کر اور دائیں ہاتھ کی کہنی کو پکڑتا ہے۔

کوئی بائیں ہاتھ پر دایاں ہاتھ رکھ کر بائیں ہاتھ کو کہنی کے قریب پکڑتا ہے۔

اور کوئی بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر دائیں ہاتھ کی ہتھیلی رکھ کر شانے اور پیٹھ سکوڑ کر حلق کے نیچے رکھتا ہے۔

اس کے علاوہ اور طرح کے بھی دلچسپ مناظر دیکھے جاسکتے ہیں۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر مقلدیت میں انتشار واختلاف ہے اور تقلید میں نظم وضبطِ ملت ہے۔

سوالات

(۱) سینہ پر ہاتھ باندھنے کی ایک صحیح صریح حدیث پیش کریں؟

(۲) فرقہ اہل حدیث کا ہاتھ باندھنے کا موقف کیا ہے کہ بایاں ہاتھ نیچے رکھ کر بائیں ہاتھ کی کہنی کو دائیں ہاتھ سے پکڑا جائے؟ یا دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں بغل کے نیچے رکھ کر اور دائیں ہاتھ کی کہنی کو پکڑا جائے؟ یا بائیں ہاتھ پر دایاں ہاتھ رکھ کر بائیں ہاتھ کو کہنی کے قریب پکڑا جائے؟ یا بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر دائیں ہاتھ کی ہتھیلی رکھ کر شانے اور پیٹھ سکوڑ کر حلق کے نیچے رکھا جائے؟ یا کوئی اور کیفیت؟ کون سا موقف حق ہے دلیل سے ثابت کیا جائے؟

(۳) سینہ پر ہاتھ کیسے باندھا جائے اس کی کیفیت صحیح حدیث سے پیش کیجئے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ قرأت خلف الامام

غیر مقلدین:۔ غیر مقلدین کے نزدیک نماز (جھری ہو یا سری) میں سورۂ فاتحہ پڑھنا فرض ہے۔

احناف :۔ احناف کے نزدیک بہر صورت خواہ جہری نماز ہو یا سرّی، اور خواہ مقتدی امام کی قرأت سن رہا ہو یا نہ سن رہا ہو مقتدی کیلئے سورۂ فاتحہ پڑھنا جائز نہیں ہے، بلکہ مکروہ تحریمی ہے۔

''مقتدی پر سورۂ فاتحہ فرض ہے'' اس دعویٰ کی حقیقت

چونکہ غیر مقلدین کا مسلک یہ ہے کہ مقتدی کیلئے امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا فرض ہے (نماز جہری ہو یا سری)۔ ''فرض'' کی دلیل میں قرآنِ کریم کی صریح آیت یا احادیث صحیحہ صریحہ متواترہ چاہیئے (کیونکہ ''قیاس'' سے فرض ثابت نہیں کیا جاسکتا)۔

غیر مقلدین استدلال میں جو روایات پیش کرتے ہیں وہ دو قسم کی ہیں۔ایک قسم صریح روایات کی ہے (جن میں نفس مسئلہ الفاظ کیساتھ مذکور ہو۔مثلاً یہاں جن روایات میں امام اور مقتدی کا ذکر ہو)، یہ تمام روایات غیر صحیح ہیں۔اور دوسری قسم غیر صریح روایات کی ہے (جن روایات میں امام اور مقتدی کا ذکر نہ ہو بلکہ جن میں قیاس کرنا ہوتا ہے)۔ایسی روایات قابلِ حجت نہیں اگرچہ صحیح ہوں۔

''مقتدی پر سورۂ فاتحہ فرض ہے'' اس کی دلیل میں جو روایات پیش کی جاتی ہیں، ان میں جو صریح ہیں وہ صحیح نہیں ہیں اور جو صحیح ہیں وہ صریح نہیں ہیں اس لئے نفس مسئلہ ثابت ہی نہیں ہوتا۔

ایک تو استدلال میں روایات صحیح صریح نہیں ہیں، دوسرے یہ روایات صرف تین صحابہ کرام سے مروی ہیں۔(۱) حضرت عبادۃ بن صامتؓ سے روایات (۲) حضرت انسؓ سے روایات (۳) حضرت ابوھریرہؓ سے روایات۔اسلئے ان روایات کا ''متواترہ'' ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔جب کہ فرض کے لئے دلیل میں روایات صحیحہ صریحہ متواترہ درکار ہیں۔

غرض مقتدی پر سورۂ فاتحہ فرض ہونے کے سلسلہ میں شرط کے مطابق ایک بھی دلیل نہیں ہے (اگرچہ غیر مقلدین دعویٰ کرتے ہیں کہ اس سلسلہ میں ہمارے پاس ایک سو بیس دلیل ہے۔اگر ہے تو صرف ایک ہی صحیح صریح حدیث پیش کر دیں، متواتر تو دور کی بات ہے)۔

غیر مقلدین امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ بغیر دلیل کے پڑھتے ہیں، گویا خود ان کے اصول کے مطابق وہ شرک کرتے ہیں، کیونکہ بغیر دلیل کے عمل کرنا انکے نزدیک شرک ہے۔

''مقتدی امام کے پیچھے قرأت نہ کرے'' اس دعویٰ کے دلائل

قرأت اصطلاح میں، قرآن شریف پڑھنے کو کہتے ہیں چاہے وہ سورۂ فاتحہ ہو یا کوئی اور سورہ یا آیت۔

(۱) مقتدی کو امام کے پیچھے بالکل خاموش رہنا اور کان لگائے رکھنا ضروری ہے۔چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے: وَاِذَاقُرِءَ ی الْقُرْآ نُ فَاسْتَمِعُوْالَهُ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ. **ترجمہ:۔** جب قرآن کریم پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے (سورۂ اعراف پ:۹ آیت

۲۰۴)۔ابن ہمام نے کہا کہ بیھقی نے امام احمدؒ سے نقل کیا کہ ’’امت اسلامیہ کا اجماع واتفاق اس بات پر ہے کہ یہ آیت کریمہ نماز کے بارہمیں نازل ہوئی ہے(بحوالہ تفسیرِ مظہری ج۳ص۴۵۰،نصب الرایہ ج۲ص۱۴)

(۲)وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیؓ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ خَطَبَنَا فَبَیَّنَ لَنَاسُنَّتَنَا وَعَلَّمَنَاصَلَاتَنَافَقَالَ اِذَا صَلَّیْتُمْ فَاَقِیْمُوْاصُفُوْفَکُمْ ثُمَّ لِیَؤُمَّکُمْ اَحَدُکُمْ فَاِذَا کَبَّرَفَکَبِّرُوْا(حدثنا اسحا ق بن ابراهیم قال انا جریر عن سلیمان التیمی کل هؤلاء عن قتادة فی هذا الا سناد)واذا قرأ فا نصتوا وَاِذَاقَالَ غَیْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ فَقُوْلُوْا آمِیْنَ یُجِبْکُمُ اللّٰہُ.....

ترجمہ:۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ حضوا کرم ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا پس ہمارے لئے ہماراطریقہ کارواضح فرمایااورہمیں ہماری نماز سکھائی، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایاجب تم نماز شروع کروتوصفیں خوب اچھی طرح سیدھی کرلیا کرو، پھرتم میں کاایک شخص امام بنے، پس جب وہ تکبیر کہےتوتم بھی تکبیر کہو(اور بروایت جریرعن سلیمان عن قتادہ اس حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ)اور جب وہ قرأت شروع کرے تو خاموش ہوجاؤاور جب وہ غیر المغضوب علیهم ولا الضالین کہےتوتم آمین کہو، اللہ تعالیٰ تمہاری دعاءکوقبول کرے گا۔(صحیح مسلم باب التشهد فی الصلوٰۃ ج۱ص۱۷۴،مسند احمد ج۴ص۴۱۰)

(۳)حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشادفرمایا’’امام اسلئے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جاوے جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہواور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔(مسلم با ب ائتمام الما موم با لا مام ج۱ص۱۷۷،ابوداؤد با ب ا لامام لیصلی من تعوذ ج۱ص۸۹،نسائی با ب تا ویل قو له اذا قرئ القر آن ج۱ص۱۴۶،ابن ماجہ با ب اذا قرأ الامام فا نصتو ص۶۱،مصنف ابن ابی شیبہ’’فی ا لا مام اذا رفع راسه من الر کو ع ،ما ذا یقول من خلفه‘‘ج۲ص۴۵۸)

(۴)حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب امام قرأت کرے تو خاموش رہو(کتاب القرأة للبیهقی ص۹۲)

(۵)حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے’’رسول اللہ ﷺ نے ہم کوظہر یاعصر کی نماز پڑھائی تو فرمایا کہ تم میں سے کس نے میرے پیچھے سبح اسم ربک ا لا علیٰ پڑھی تھی، ایک شخص نے کہا کہ میں نے پڑھی تھی، اور میں نے اس سے خیر کے سوا کسی چیز کا ارادہ نہیں کیا(آپ ﷺ نے فرمایا میں سمجھ رہاتھا کہ تم میں سے بعض نے اس میں مجھ سے منازعت کی‘‘(صحیح مسلم با ب نهی الما موم عن جهر ه با لقرأة خلف اما مه ج۱ص۱۷۲)

(۶)پانچ صحابۂ کرام سے حضوراکرم ﷺ کا یہ ارشاد مروی ہے’’جوشخص مقتدی بن کرنماز پڑھےتوامام کی قرأت اس کیلئے بھی قرأت ہے۔

(ابن ماجہ با ب اذا قرأ ا لا مام فا نصتو ص۶۱،مسند احمد ج۳ص۳۳۹،موطاامام محمد ص۹۷،کتاب الآثار ج۱ص۲۰،نصب الرایہ ج۲ص۶تا۱۳)

(۷)حضرت عطاء بن یسارؒ نے حضرت زید بن ثابتؓ سے دریافت کیا کہ امام کیساتھ مقتدی کوبھی قرأت کرنی چاہیئے یانہیں؟ توصحابیٔ رسول ﷺ کاتب وحی حضرت زید بن ثابتؓ نے جواب دیا کہ کسی نماز میں مقتدی کوامام کیساتھ قرأت نہیں کرنی چاہیئے(صحیح مسلم باب سجود التلا وة ج۱ص۲۱۵)

(۸)حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جس نے کسی رکعت میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی مگر یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو(ترمذی باب ما جاء فی تر ک القرأة خلف ا لا مام اذا جهر با لقر أة ج۱ص۷۱،موطاامام مالک بـاب ما جا ء فی ام القر آن ص۶۶،طحاوی باب القرأة خلف ا لا مام ج۱ص۱۲۸،سنن کبریٰ بیھقی ج۲ص۱۶۰)

’’مقتدی پر سورۂ فاتحہ فرض ہے‘‘ اس دعویٰ کی حقیقت

دعویٰ اتحاد کا عمل اختلاف کا

غیر مقلدین دعویٰ کرتے ہیں کہ اگر تقلید چھوڑ دیں اور سب غیر مقلد بن جائیں تو اختلاف ختم ہو جائے گا، لیکن ہوتا اسکے الٹا ہے۔ اگر کوئی حنفی اپنے مسلک کے مطابق نماز پڑھے تو دنیا کے کسی کونے میں پہچان لیا جائے گا کہ یہ حنفی ہے، اسلئے کہ ساری دنیا میں حنفی کی نماز ایک ہے۔ اسکے بالمقابل پوری دنیا کو نکتۂ اتحاد پر لانیوالے مدعیوں کی نماز ایک مسجد میں بھی یکساں نہیں ہے بلکہ ہر شخص کا طرز الگ الگ ہے۔ غیر مقلدوں کی کسی مسجد میں بھی جائزہ لے لیا جائے تو آپ کو درج ذیل منظر نظر آئیگا۔

اگر کوئی غیر مقلد جہری نماز کی جماعت میں شروع ہی سے شامل ہوتا ہے تو امام کیساتھ سورۂ فاتحہ پڑھنا شروع کر دیتا ہے، کوئی امام سے پہلے ہی سورۂ فاتحہ ختم کر دیتا ہے تو اپنی ولا الضالین پر آمین سراً (آہستہ) کہتا ہے، اور جب امام ولا الضالین کہتا ہے تو یہ جہراً (بلند آواز سے) آمین کہتا ہے، اس طرح ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھتا ہے اور دو مرتبہ آمین کہتا ہے۔ کوئی امام کے ساتھ ساتھ سورۂ فاتحہ پڑھتا ہے اور ایک مرتبہ آمین کہتا ہے۔

اگر کوئی درمیان میں آکر جماعت میں شامل ہوتا ہے تو امام کے سورۂ فاتحہ ختم ہونے تک انتظار کرتا ہے اور امام کی سورۂ فاتحہ ختم ہونے پر آمین کہتا ہے اور پھر سورۂ فاتحہ پڑھتا ہے اور اپنی سورہ ختم ہونے پر بھی آمین کہتا ہے۔

اور اگر سری نماز کی جماعت میں شامل ہوتا ہے تو سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد صرف ایک مرتبہ آمین کہتا ہے۔

اگر مزید توجہ سے جائزہ لیا جائے تو اور بھی مختلف مناظر نظر آئینگے۔

بعض غیر مقلدین جب امام کو رکوع میں پاتے ہیں تو جلدی سے اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں چلے جاتے ہیں اور اس رکعت کو پوری مانتے ہیں اور بعض غیر مقلدین پوری نہیں مانتے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر مقلدیت میں اختلاف و انتشار ہے اور تقلید میں نظم و ضبطِ ملت ہے۔

سوالات

(۱) ’’امام کے پیچھے مقتدی کو سورۂ فاتحہ پڑھنا فرض ہے‘‘ اس کی دلیل میں غیر مقلدین کو ’’احادیث صحیحہ صریحہ متواترہ‘‘ پیش کرنا چاہیئے لیکن ان کی بےبسی کو دیکھتے ہوئے آسان مطالبہ ہے کہ مذکورہ دلیل میں صرف ایک صحیح صریح حدیث پیش کر دیں۔

(۲) جب مقتدی جماعت میں شامل ہو تو اسے کب سورۂ فاتحہ پڑھنا شروع کرنا چاہیئے اس کی دلیل میں صحیح صریح حدیث پیش کریں۔

(۳) مقتدی امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ آہستہ پڑھے اس کی دلیل میں صرف ایک صحیح صریح حدیث پیش کیجئے؟

(۴) جب امام کا سورۂ فاتحہ پڑھنا مقتدی کیلئے کافی نہیں ہے تو مقتدی امام کی ولا الضالین پر آمین کہنے کا کیوں مکلّف ہے؟ حدیث سے ثابت کیجئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

’’مقتدی کا جہراً آمین کہنا سنت ہے‘‘ اس دعویٰ کی حقیقت

[نماز میں ولا الضالین کہنے بعد سراً (آہستہ) کہنے کے جمیع اہلسنت والجماعت قائل ہیں غیر مقلدین بھی سری نمازوں میں سراً کہنے کے قائل ہیں ۔اور جہری نمازوں میں تیسری اور چوتھی رکعتوں میں بھی سراً کہنے کے قائل ہیں ۔لیکن جہری نمازوں میں پہلی اور دوسری رکعتوں میں امام کے ولا الضالین کہنے کے بعد غیر مقلدین ایک امر زائد کے قائل ہیں وہ یہ کہ مقتدی زور سے آمین کہےان کے نزدیک یہی سنت ہے اور اس کے خلاف کو جائز نہیں سمجھتے اور اپنے اس "قیاس" کو "عمل بالحدیث" کا نام دیتے ہیں جب کہ مذکورہ مسئلہ کی حقیقت ملاحظہ ہو]

احادیث کی کسی روایت میں ایسا نہیں ہے کہ حضورﷺ نے حکم دیا ہو یا آپ کا قول ہو کہ جب امام ولا الضالین کہے تو مقتدی جہراً (بلند آواز سے) آمین کہے۔

آمین بالجہر کے سلسلہ میں جتنی احادیث بھی استدلال میں پیش کی جاتی ہیں (وہ یا مضطرب ہیں یا غیر صحیح) ان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضورﷺ نے سورۂ فاتحہ جہراً پڑھی اور پھر اس کے بعد جہراً آمین کہا۔حضورﷺ کی اتباع کا نام لیکر ’’آمین‘‘ کے سلسلہ میں جہر (بلند آواز) کا استدلال کیا جاتا ہے اور ’’سورۂ فاتحہ‘‘ کے سلسلہ میں جہر کا استدلال چھوڑ دیا جاتا ہے ۔یعنی مقتدی سورۂ فاتحہ تو آہستہ پڑھے اور آمین زور سے کہے یہ ’’انوکھا قیاس‘‘ نا قابل فہم ہے (حدیث شریف میں کہیں نہیں ہے کہ امام بلند آواز سے پڑھے اور مقتدی آہستہ سے) ۔اس سلسلہ میں غیر مقلدین کو صحیح صریح مرفوع حدیث پیش کرنا چاہئے کہ امام سورۂ فاتحہ جہراً پڑھے گا اور مقتدی سراً پڑھے گا، اور مقتدی جہراً آمین کہے گا۔

نیز غیر مقلدین کو اپنے طرزِ استدلال پر دلیل دینا چاہئے کہ ایک ہی روایت سے امام کے جہراً سورۂ فاتحہ پڑھنے کو چھوڑ دیا جائے وہاں سراً (آہستہ) پڑھا جائے اور اسی مقام سے جہراً (بلند آواز سے) آمین کہنا عمل بالحدیث ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ وہ ’’قیاس غلط‘‘ ہے جو نا قابل قبول ہے۔

سراً آمین کہنے کی روایات

☆مشہور تابعی حضرت عطاء بن رباحؒ نے کہا ’’آمین‘ دعا ہے۔(بخاری بَابُ الْجَهْرِ بِا لتَّا مِیْن ج ا ص ۱۰۷)اور اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ’’اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ‘‘یعنی اپنے رب کو پکارو عاجزی کے ساتھ خفیہ طور پر۔(سورۂ اعراف آیت نمبر ۵۵)اور حدیث شریف میں ہے ’’اِنَّكُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصَمًّا وَّلَا غَائِباً ‘‘یعنی تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکارتے ۔(صحیح بخاری کتاب الجہاد، بَا بُ مَا یُكْرَهُ مِنْ رَفْعِ الصَّوْتِ فِی التَّكْبِیْرِ ج ا ص ۴۲۰) آیت اور احادیث مشیر ہیں کہ دعا میں اصل اخفاء ہے اور چونکہ آمین دعا ہے اسلئے اسمیں بھی اصل اخفاء (آہستہ،خفیہ) ہے۔چنانچہ جمیع اہلِ سنت والجماعت اس پر متفق ہیں، جیسا کہ گذر چکا ہے اس لئے اس کی دلیل پیش کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے عملاً فریق مخالف بھی اس پر عمل کرتا ہے لیکن استحساناً چند روایات پیش کی جاتی ہیں۔

(۱)● حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ ہمیں سکھاتے تھے فرماتے تھے امام سے جلدی مت کرو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ والا الضالین کہے تو تم آمین کہو اور جب وہ رکوع کرے تو تم بھی کرو اور جب وہ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہے تو تم کہو اَللّٰهُمَّ رَبَّنَالَکَ الْحَمْدُ۔

(صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ، بَابُ اِئْتِمَا مِ ا لْمَا مُوْمِ بِا لْاِ مَامِ ج ا ص ۱۷۷)

(۲)● حضرت حسنؒ سے روایت ہے حضرت سمرہ بن جندبؓ اور عمران بن حصینؓ نے آپس میں بحث کی پس حضرت سمرہ بن جندبؓ نے کہا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے دو سکتوں (خاموشیوں) کو یاد رکھا ایک سکتہ تو وہ ہے کہ جب تکبیر کہے اور دوسرا سکتہ وہ ہے کہ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ پڑھنے سے فارغ ہوئے پس سمرہؓ نے اس کو یاد رکھا اور عمران بن حصینؓ نے اس کا انکار کیا دونوں نے حضرت ابی بن کعبؓ کی طرف لکھا تو انہوں نے جواب دیا کہ سمرہؓ نے یاد رکھا۔ (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ، بَابُ السَّکْتَةِ عِنْدَ الْاِفْتِتَاحِ ج۱ص۱۱۳)

(۳)● حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے جناب رسول اللہ ﷺ نے ہم کو نماز پڑھائی پس جب غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ پڑھا آمین کہا اور اپنی آواز کو آہستہ کیا اور اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھا اور اپنے دائیں جانب اور بائیں جانب سلام پھیرا۔ (مسند احمد ج۴ص۳۱۶، ترمذی ابواب الصلوٰۃ، بَابُ مَا جَاءَ فِی التَّامِیْنِ ج۱ص۵۸، ابوداؤد الطیالسی ص۱۳۸، دارقطنی کتاب الصلوٰۃ، بَابُ التَّامِیْنِ فِی الصَّلوٰۃِ ج۱ ص۳۳۴، مستدرک حاکم کتاب التفسیر، بَابُ آمِیْن یُخْفَضُ الصَّوْتُ ج۲ص۲۳۲)

(۴)● حضرت ابووائلؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اور تعوذ اور آمین بلند آواز سے نہیں کہتے تھے۔

(طحاوی کتاب الصلوٰۃ، بَابُ قِرَأَةِ بِسْمِ اللّٰهِ فِی الصَّلوٰۃِ ج۱ص۱۴۰)

(۵)● حضرت ابرہیم نخعیؒ سے روایت ہے کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ امام ان کو آہستہ سے پڑھے گا۔ سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ اور تعوذ اور بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اور آمین اور اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ (مصنف عبدالرزاق کتاب الصلوٰۃ، بَابُ مَا یُخْفِی الْاِمَامُ ج۲ص۸۷)

’’مقتدی کا جہراً آمین کہنا سنت ہے‘‘ اس دعویٰ کی حقیقت

دعویٰ اتحاد کا اور عمل اختلاف کا

غیر مقلدین دعویٰ کرتے ہیں کہ تقلید چھوڑ دیں اور سب غیر مقلد بن جائیں تو اختلاف ختم ہو جائے گا۔ لیکن ہوتا اس کے الٹا ہے۔ اگر کوئی حنفی اپنے مسلک کیمطابق نماز پڑھے تو دنیا کے کسی کونے میں پہچان لیا جائے گا کہ یہ حنفی ہے اس لئے کہ ساری دنیا میں حنفی کی نماز ایک ہے۔ اسکے بالمقابل پوری دنیا کو نکتۂ اتحاد پر لانے والے مدعیوں کی نماز ایک مسجد میں بھی یکساں نہیں ہے بلکہ ہر شخص کا طرز الگ الگ ہے۔ غیر مقلدوں کی کسی مسجد میں بھی جائزہ لے لیا جائے تو آپکو درج ذیل منظر نظر آئیگا۔

اگر کوئی غیر مقلد جہری نماز کی جماعت میں شروع ہی سے شامل ہوتا ہے تو امام کے ساتھ سورۂ فاتحہ پڑھنا شروع کر دیتا ہے، جب امام کے ساتھ سورۂ فاتحہ پڑھتا ہے تو امام کی ولا الضالین پر صرف ایک مرتبہ آمین کہتا ہے اور وہ بھی جہراً، اگر کوئی امام سے پہلے ہی سورۂ فاتحہ ختم کر دیتا ہے تو اپنی ولا الضالین پر آمین سراً (آہستہ) کہتا ہے اور جب امام ولا الضالین کہتا ہے تو یہ جہراً (بلند آواز سے) آمین کہتا ہے۔ اس طرح ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھتا ہے اور دو مرتبہ آمین کہتا ہے۔ اگر کوئی درمیان میں آ کر جماعت میں شامل ہوتا ہے تو امام کے سورۂ فاتحہ ختم ہونے تک انتظار کرتا ہے اور امام کی سورۂ فاتحہ ختم ہونے پر آمین کہتا ہے اور پھر سورۂ فاتحہ پڑھتا ہے اور اپنی سورۃ ختم ہونے پر بھی آمین کہتا ہے۔

اور اگر سری نماز کی جماعت میں شامل ہوتا ہے تو سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد صرف ایک مرتبہ آمین کہتا ہے۔

اگر مزید توجہ سے جائزہ لیا جائے تو اور بھی مختلف مناظر نظر آئینگے۔

اس سے ثابت ہوتاہیکہ غیر مقلدیت میں اختلاف وانتشار ہےاور تقلید میں نظم وضبطِ ملت ہے۔

سوالات

(۱)ایک صحیح صریح حدیث پیش کیجئے جس میں حضورﷺ نے بلند آواز سے آمین کے کہنے کاحکم دیا ہو؟

(۲)مقتدی بلند آواز سے آمین کہےاس کی دلیل میں صرف ایک صحیح حدیث پیش کیجئے ؟

(۳)مقتدی سورۂ فاتحہ تو آہستہ پڑھےاور آمین بلند آواز سے کہےاس کی دلیل میں صرف ایک صحیح حدیث پیش کیجئے ؟

(۴)قرآن یا حدیث سے اپنے استدلال کے طریقے پر دلیل دیجئے کہ ایک ہی روایت سے امام کے جہراً سورۂ فاتحہ پڑھنے کو چھوڑ دیا جائے وہاں سراً پڑھا جائے اوراسی مقام سے جہراً آمین کہنے کی دلیل لی جائے؟

(۵)جہری قرأت میں ہر رکعت میں دومرتبہ آمین کہتے ہیں اور سری نمازوں میں ایک مرتبہ۔کس حدیث کی رو سے؟

(۶)خیر القرون کی ایک مثال پیش کی جائے کہ کسی صحابیؓ،تابعیؒ،تبع تابعینؒ نے آہستہ سے آمین کہنے پر تشدد کا رویہ اختیار کیا ہواور اسے جائز اورنا جائز کا مسئلہ اختیار کیا ہواور ایسا نہیں ہےتو یہ تشدد بدعت ہے یا نہیں؟

کیا مقتدی امام کی قرأت کا جواب دے سکتا ہے؟

سوالات

(۱)امام کی قرأت کے جواب کے سلسلہ میں کوئی ایک صحیح صریح مرفوع روایت پیش کیجئے۔

(۲)امام کی قرأت کے جواب کے سلسلہ میں جو روایات پیش کی جاتی ہیں دلیل پیش کیجئے کہ وہ حالتِ نماز کے لئے ہیں۔

(۳)قرأت کے جواب کے سلسلہ میں غیر مقلدین جو آثار پیش کرتے ہیں (حالانکہ آثار پیش کرنے کا حق ہی نہیں ہے) ثابت کریں کہ یہ مقتدیوں کیلئے دلیل ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رکوع کے وقت رفع یدین کے دعویٰ کی حقیقت

مصلی جب نماز میں ایک ''ہیئت'' سے دوسری ہیئت کی طرف منتقل ہوتا ہے (جسے رفع وخفض یعنی اونچ نیچ کہتے ہیں) تو تکبیر کہتا ہے اسپر جمیع اہل سنت والجماعت متفق ہیں اور یہ تکبیرات بغیر ہاتھ اٹھائے ہوئے (بغیر رفع یدین کئے) کہنے پر بھی متفق ہیں لیکن غیر مقلدین ایک امر زائد کے قائل ہیں وہ یہ کہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد اور تیسری رکعت کے شروع میں ان تکبیرات کے ساتھ رفع یدین (ہاتھ اٹھانے) کو سنت کہتے ہیں اور اس کے خلاف کو جائز نہیں سمجھتے اور اصولاً یہ بات اسی وقت ثابت ہوسکتی ہے جب دو باتوں میں سے کوئی ایک بات ثابت کی جائے

(۱) یا تو دوام رفع یدین ثابت کیا جائے یعنی یہ ثابت کیا جائے کہ حضور اکرم ﷺ مذکورہ مقامات پر ہمیشہ رفع یدین کرتے تھے یہ بات ثابت کئے بغیر رفع یدین کا ''اصل سنت'' ہونا ثابت نہیں ہوسکتا۔

(۲) یا کم از کم یہ ثابت کیا جائے کہ حضور ﷺ نے اپنی زندگی کی بالکل آخری نماز میں رکوع کے وقت رفع یدین کیا تاکہ نسخ کا احتمال ختم ہوجائے۔

غیر مقلدین رکوع کے وقت رفع یدین کے استدلال میں جتنی بھی روایات پیش کرتے ہیں ان سے صرف اثبات رفع یدین ثابت ہوتا ہے۔ اثبات رفع یدین سے کوئی بحث نہیں ہے کیونکہ سجدہ کے درمیان بھی اثبات رفع یدین کی صحیح روایات موجود ہیں مثلاً (نسائی ج اص ۱۲۹) ان تمام روایات سے دوام یا فعل آخر نہیں ثابت ہوتا۔ ان روایات سے صرف یہ ''قیاس'' ہوسکتا ہے کہ رفع یدین عندالرکوع آخر تک باقی ہوگا۔ لیکن ''قیاس'' کے مقابلے میں ترک رفع یدین کی صریح احادیث موجود ہیں اسلئے حدیث کو قیاس پر ترجیح ہوگی اور ترک رفع یدین راجح ہوگا۔

ترک رفع یدین کی روایات

● حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ہم پر نکلے (اور نسائی میں ہے اس حال میں کہ ہم نماز میں ہاتھوں کو اٹھا رہے تھے یعنی رفع یدین کر رہے تھے) تو فرمایا کیا بات ہے کہ تمہیں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں گویا وہ بدکے ہوئے گھوڑوں کی دمیں ہیں، نماز میں سکون اختیار کرو۔ (صحیح مسلم بَابُ الْاَمْرِ بِالسُّکُوْنِ فِی الصَّلٰوۃِ ج اص ۱۸۱، سنن نسائی بَابُ السَّلَامِ بِالْاَیْدِیْ فِی الصَّلٰوۃِ ج اص ۱۷۶، ابوداؤد بَابٌ فِی السَّلَامِ ج اص ۱۴۳)

● سالم بن عبداللہ اپنے والد (عبداللہ بن عمرؓ) کے حوالے سے بیان کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ ﷺ نماز شروع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھے کے برابر اٹھاتے اور جب رکوع کا ارادہ کرتے اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد ہاتھ نہیں اٹھاتے، اور نہ دونوں سجدوں کے درمیان (مسند حمیدی ج ۲ص ۲۷۷)۔

● حضرت سالم اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے جب نماز شروع فرماتے تھے۔

(مدونہ کبریٰ ج اص ۷۱)

● حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کیا میں تمہیں حضور اکرم ﷺ جیسی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں؟ چنانچہ آپ نے نماز پڑھی اور پہلی مرتبہ (تکبیر تحریمہ کے وقت) رفع یدین کرنے کے علاوہ کسی اور جگہ رفع یدین نہیں فرمایا۔ (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ، بَابُ مَنْ لَّمْ یَذْکُرِ الرَّفْعَ عِنْدَ الرُّکُوْعِ ج اص ۱۰۹، ترمذی ابواب الصلوٰۃ، بَابُ رَفْعِ الْیَدَیْنِ عِنْدَ الرُّکُوْعِ ج اص ۵۹، نسائی کتاب الصلوٰۃ، بَابُ رَفْعُ الْیَدَیْنِ وَالرُّخْصَۃُ فِیْ تَرْکِ ذَالِکَ ج اص ۱۶۱)

● حضرت عاصم بن کلیبؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نماز میں پہلی تکبیر میں (تکبیر تحریمہ کے وقت) رفع یدین فرماتے تھے پھر دوبارہ نہیں

کرتے تھے۔ (طحاوی کتاب الصلوٰۃ، بَابُ التَّکْبِیْرَاتِ ج ا ص ۱۵۴، مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوٰۃ، بَابٌ مَنْ کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْہِ فِیْ اَوَّلِ تَکْبِیْرَۃٍ ثُمَّ لَا یَعُوْدُ ج ۲ ص ۴۱۶، سنن الکبریٰ للبیہقی کتاب الصلوٰۃ، مَنْ لَّمْ یَذْکُرِ الرَّفْعَ اِلَّا عِنْدَ الْاِفْتِتَاحِ ج ۲ ص ۸۰)

☆حضرت اسودؒ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمرؓ کے ساتھ نماز پڑھی تو انہوں نے اپنی نماز میں تکبیر تحریمہ کے سوا اور کہیں رفع یدین نہیں کیا۔ عبدالملک نے کہا کہ میں نے شعبیؒ اور ابراہیم نخعیؒ اور ابو اسحاق کو دیکھا کہ تکبیر تحریمہ کے سوا کہیں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوٰۃ بَابٌ مَنْ کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْہِ فِیْ اَوَّلِ تَکْبِیْرَۃٍ ثُمَّ لَا یَعُوْدُ، ج ۲ ص ۴۱۷ نمبر ۲۴۶۹)

☆عاصم بن کلیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے اس کے بعد کہیں نہیں کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوٰۃ، بَابٌ مَنْ کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْہِ فِیْ اَوَّلِ تَکْبِیْرَۃٍ ثُمَّ لَا یَعُوْدُ ج ۳ ص ۴۱۶ نمبر ۲۴۵۷، سنن الکبریٰ للبیہقی کتاب الصلوٰۃ، مَنْ لَّمْ یَذْکُرِ الرَّفْعَ اِلَّا عِنْدَ الْاِفْتِتَاحِ ج ۲ ص ۸۰)

رکوع کے وقت رفع یدین کے دعویٰ کی حقیقت

دعویٰ اتحاد کا عمل اختلاف کا

غیر مقلدین دعویٰ کرتے ہیں کہ تقلید چھوڑ دیں اور سب غیر مقلد بن جائیں تو اختلاف ختم ہو جائیگا۔ لیکن ہوتا اس کے الٹا ہے۔ اگر کوئی حنفی اپنے مسلک کے مطابق نماز پڑھے تو دنیا کے کسی کونے میں پہچان لیا جائے گا کہ یہ حنفی ہے اس لئے کہ ساری دنیا میں حنفی کی نماز ایک ہے۔ اس کے بالمقابل پوری دنیا کو نکتۂ اتحاد پر لانے والے مدعیوں کی نماز ایک مسجد میں بھی یکساں نہیں ہے بلکہ ہر شخص کا طرز الگ الگ ہے۔ غیر مقلدوں کی کسی مسجد میں بھی جائزہ لے لیا جائے تو آپ کو درج ذیل منظر نظر آئیگا۔

غیر مقلدین میں ایسے گروہ موجود ہیں جو صرف رکوع کے وقت رفع یدین کو سنت کہتے ہیں۔ کچھ ایسے ہیں جو رکوع کے ساتھ ساتھ سجدے کے وقت رفع یدین کو بھی سنت کہتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں جو ہر اونچ نیچ پر رفع یدین کو سنت کہتے ہیں۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر مقلدیت میں اختلاف و انتشار ہے اور تقلید میں نظم و ضبطِ ملت ہے۔

سوالات

(۱) ایک صحیح صریح حدیث پیش کیجئے کہ آپ ﷺ نے رکوع کے وقت رفع یدین کرنے کا حکم دیا ہو۔

(۲) اگر غیر مقلدین رکوع کے وقت رفع یدین کی سنت کے قائل ہیں تو دوام رفع یدین کی صحیح صریح احادیث پیش کریں؟

(۳) نیز کس دلیل سے سجدہ کے وقت رفع یدین کے منسوخ ہونے کے قائل ہیں دلیل پیش کریں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سجدے میں جانے اور سجدے سے اٹھنے کی کیفیت

سجدہ میں اس طرح جانا چاہئے کہ پہلے اپنے دونوں گھٹنے زمین پر رکھے جائیں پھر اپنے دونوں ہاتھ رکھے جائیں پھر چہرہ۔اور جب سجدہ سے اٹھنا ہو تو پہلے چہرہ اٹھائیں پھر ہاتھ پھر گھٹنے اٹھائے جائیں۔ ہٰکذا روی عن عبداللہ بن یسار۔(مصنف عبدالرزاق ج ۲ص ۱۷۷)

عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اِذَا سَجَدَ وَضَعَ رُکْبَتَیْہِ قَبْلَ یَدَیْہِ وَاِذَا نَھَضَ رَفَعَ یَدَیْہِ قَبْلَ رُکْبَتَیْہِ (رواہ ابو داؤد ج ا ص ۱۲۲) **ترجمہ**:۔حضرت وائل بن حجرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ جب سجدہ فرماتے تو اپنے ہاتھوں کو رکھنے سے پہلے اپنے دونوں گھٹنے رکھتے اور سجدے سے اٹھتے تو اپنے ہاتھوں کو اٹھاتے اپنے گھٹنوں کو اٹھانے سے پہلے۔(رواہ الخمسہ الا احمد،نیل الاوطار ج ۲ص ۲۸۲،ابوداؤد ج ۱ ص ۱۲۲،ترمذی ج ا ص ۶۱ ،نسائی ج ا ص ۲۹،مستدرک حاکم ج ا ص ۳۴۹،طحاوی ج ا ص ۱۵۰،طبرانی فی الکبیر ج ۲۲ ص ۴۰،سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۹۸ ،السنن الکبریٰ للنسائی ج ا ص ۲۲۹،جمع الفوائد ج ا ص ۲۱۰،شرح السنہ ج ۲ ص ۳۸۴)

فائدہ:سجدہ میں جانے کا مذکورہ طریقہ عین مطابق سنت ہے۔حضرت وائل بن حجرؓ کی حدیث کو محدثین کرام نے راجح قرار دیا ہے جیسا کہ علامہ خطابیؒ نے فرمایا حَدِیْثُ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ اَرْجَحُ مِنْہُ (نیل الاوطار ج)

مسئلہ جلسہ استراحت

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ نماز میں مقتدی کو پہلی رکعت کے دونوں سجدہ کرنیکے بعد تھوڑی دیر بیٹھنا چاہئے (یعنی جلسۂ استراحت کرنا چاہئے) اور اس کی بعد اٹھنا چاہئے اور اس کی دلیل میں چند روایات پیش کرتے ہیں۔

● **ثُمَّ یَقُوْلُ اللّٰہُ اَکْبَرُ وَیَرْفَعُ وَیَثْنِیْ رِجْلَہُ الْیُسْرٰی فَیَقْعُدُ عَلَیْھَا ثُمَّ یَنْھَضُ** **ترجمہ**:۔پھر حضور ﷺ اللہ اکبر کہتے ہوئے (دوسرے سجدے سے) اٹھتے اور موڑے تے بایاں پاؤں اپنا اور بیٹھتے اس پر پھر کھڑے ہوتے۔(ابوداؤد،ترمذی،ابن ماجہ)

ابوداؤد کی سند میں ایک راوی عبدالحمید بن جعفر ہے ان کے بارے میں مار دینی کہتے ہیں کہ وہ اپنی حدیث میں مطعون ہیں اور ایسا ہی یحییٰ بن سعید کہتے ہیں.........ان تمام وجوہات کی بناء پر یہ روایت اسناد و متن میں مضطرب ہے(سنن ابوداؤد مع التعلیق المحمود ص ۱۰۶)

ترمذی کی سند میں محمد بن بشار ہیں ان کے بارے میں کلام ہے (ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۷۰)

غرض روایت ''صحیح'' درجہ تک نہیں پہنچتی۔اور غیر مقلدین کا دعویٰ ہے کہ ان کی دلیل صرف صحیح حدیث ہے اسلئے بطورِ استدلال نا قابلِ قبول ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نماز میں تحریک سبابہ کی حقیقت

نماز میں قعدہ کی حالت میں جب مصلی تشہد پڑھتا ہے تو سبابہ (کلمہ کی انگلی) سے ایک مرتبہ اشارہ کرتا ہے۔جمہور علماء اس پر متفق ہیں کہ اشھد ان لا الہ الا للہ پڑھتے وقت ایک مرتبہ سبابہ سے اشارہ کیا جائے یہ مستحب ہے۔

لیکن غیر مقلدین کہتے ہیں کہ پورے قعدہ میں (بیٹھنے کی حالت میں) سبابہ (کلمہ کی انگلی) بار بار ہلانا سنت ہے (غیر مقلدین اسی کو تحریک سبابہ کہتے ہیں)

غیر مقلدین جو روایات کو ''بار بار انگلی ہلانے کی'' دلیل میں پیش کرتے ہیں وہ قابل قبول نہیں ہیں، کیونکہ انمیں بار بار حرکت دینے کا ذکر ہی نہیں ہے۔

غیر مقلدین انگلی کو بار بار حرکت دینے کے سلسلے میں جو صریح روایات پیش کرتے ہیں وہ ''صحیح'' نہیں ہیں۔

جب کہ ان کا دعوی ہے کہ ان کی دلیل صرف صحیح حدیث ہوتی ہے لہذا ان کا بار بار انگلی کا حرکت دینے کا عمل بغیر دلیل ہے اسلئے رد ہے۔

نماز کے قعدہ میں انگلی سے اشارہ کرنے کی روایات

● حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ جب دعا کے لئے بیٹھتے تو دایاں ہاتھ دائیں ران پر رکھتے اور بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھتے اور اپنی شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے اور انگوٹھے کو بیچ والی انگلی سے ملا لیتے تھے۔

(مسلم شریف بَا بُ صِفَةِ الْجُلُوسِ فِی الصَّلوٰۃِ ....الخ ج۱ص۲۱۶،سنن کبریٰ بیہقی ج۲ص۱۳۱،شرح السنہ ج۲ص۳۰۹)

● حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب تشہد میں بیٹھتے تو اپنے بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھتے دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر رکھتے اور ۵۳ ترپن کا عقد بنایا اور سبابہ سے اشارہ کیا۔ (صحیح مسلم کتاب المساجد،بَا بُ صِفَةِ الْجُلُوسِ فِی الصَّلوٰۃِ ....الخ ج۱ص۲۱۶)

● حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے ابہام (انگوٹھا) اور وسطی (بیچ والی انگلی) کا حلقہ بنایا اور اٹھایا اپنی وہ انگلی جو انگوٹھے کے نزدیک ہے دعا مانگتے تھے اس کے ذریعے تشہد میں۔(ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ،بَا بُ کَیْفَ الْجُلُوسُ فِی الصَّلوٰۃِ ج۱ص۱۳۸،نسائی کتاب السھو،بَا بُ مَوْ ضَعِ الذِّ رَا عَینِ ج۱ص۱۸۶،ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ،بَا بُ ا لِا شا رَةِ فِی التَّشَھُّدِص۶۶،مسند احمد ج۴ص۳۱۸)

● حضرت مالک بن نمیر خزاعی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو نماز میں دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر رکھے ہوئے دیکھا اور آپ اپنی انگلی سے اشارہ کر رہے تھے۔ (ابن ماجہ بَا بُ ا لِا شا رَةِ فِی التَّشَھُّدِص۶۶،ابوداؤد بَا بُ ا لِا شَا رَةِ فِی التَّشَھُّدِ ج۱ص۱۴۲،نسائی بَا بُ ا لِا شَا رَةِ بِا لِاصْبَعِ فِی التَّشَھُّدِ ج۱ص۱۸۷،مؤطا امام محمد بَا بُ الْعَبْثِ بِا لْحصیٰ فِی الصَّلوٰۃِ ج۱ص۱۵۶)

● حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب دعا پڑھتے تو انگلی سے اشارہ فرماتے اور اس کو ہلاتے نہیں رہتے تھے۔

(نسائی بَا بُ بَسْطِ الْیُسْرَیٰ عَلَی الرُّ کْبَةِ ج۱ص۱۸۷،ابوداؤد بَا بُ ا لِا شَا رَةِ فِی التَّشَھُّدِ ج۱ص۱۴۲)

نماز میں تحریک سبابہ کی حقیقت

دعویٰ اتحاد کا عمل اختلاف کا

غیر مقلدین دعویٰ کرتے ہیں کہ تقلید چھوڑ دیں اور سب غیر مقلد بن جائیں تو اختلاف ختم ہو جائے گا۔لیکن ہوتا اس کے الٹا ہے۔اگر کوئی حنفی اپنے مسلک کے مطابق نماز پڑھے تو دنیا کے کسی کونے میں پہچان لیا جائے گا کہ یہ حنفی ہے اس لئے کہ ساری دنیا میں حنفی کی نماز ایک ہے۔اس کے بالمقابل پوری

دنیا کو نکتۂ اتحاد پر لانے والے مدعیوں کی نماز ایک مسجد میں بھی یکساں نہیں ہے بلکہ ہر شخص کا طرز الگ الگ ہے۔ غیر مقلدوں کی کسی مسجد میں بھی جائزہ لے لیا جائے تو قعدہ میں بار بار انگلی ہلانے کے سلسلہ میں آپ کو درج ذیل منظر نظر آئیگا۔

کوئی اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سے انگلی ہلانا شروع کرتا ہے۔

کوئی شروع قعدہ ہی سے انگلی ہلانا شروع کرتا ہے۔

کوئی پہلے قعدہ میں انگلی بار بار نہیں ہلاتا صرف دوسرے قعدہ میں ہلاتا ہے۔

کوئی دونوں قعدوں میں بار بار انگلی ہلاتا ہے۔

اگر مزید توجہ سے جائزہ لیا جائے تو اور بھی مختلف مناظر نظر آئینگے۔

اس سے ثابت ہوتاہیکہ غیر مقلدیت میں اختلاف وانتشار ہے اور تقلید میں نظم وضبطِ ملت ہے۔

سوالات

(۱) قعدہ میں بار بار انگلی ہلانے کی صرف ایک صحیح صریح حدیث پیش کیجئے؟

(۲) قعدہ میں انگلی کب سے ہلانا شروع کرنا چاہئے صحیح صریح حدیث سے ثابت کیجئے؟

(۳) قعدہ میں انگلی ہلانے کی کیفیت (دائیں بائیں یا اوپر نیچے وغیرہ وغیرہ) کیا ہونی چاہئے صحیح صریح حدیث سے بیان کیجئے؟

نماز وتر

دعویٰ اتحاد کا اور عمل اختلاف کا

غیر مقلدین دعویٰ کرتے ہیں کہ تقلید چھوڑ دیں اور سب غیر مقلد بن جائیں تو اختلاف ختم ہو جائیگا۔ لیکن ہوتا اسکے الٹا ہے۔ اگر کوئی حنفی اپنے مسلک کیمطابق نماز پڑھے تو دنیا کے کسی کونے میں پہچان لیا جائے گا کہ یہ حنفی ہے اس لئے کہ ساری دنیا میں حنفی کی نماز ایک ہے۔ اس کے بالمقابل پوری دنیا کو نکتۂ اتحاد پر لانے والے مدعیوں کی نماز ایک مسجد میں بھی یکساں نہیں ہے بلکہ ہر شخص کا طرز الگ الگ ہے۔ غیر مقلدوں کی کسی مسجد میں بھی جائزہ لے لیا جائے تو آپ کو درج ذیل منظر نظر آئیگا۔

غیر مقلدین کا وتر پڑھنے کے سلسلے میں مختلف مقامات میں اختلاف ہے مثلاً

بعض غیر مقلدین تین رکعات وتر پڑھتے ہیں اور بعض تین رکعات کو مشروع نہیں مانتے۔

بعض تیسری رکعت میں تکبیر کہہ کے رفع یدین کرتے ہیں اور بعض نہیں کرتے۔

بعض رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھتے ہیں اور بعض رکوع کے بعد۔

بعض ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں اور بعض ہاتھ نہیں اٹھاتے۔

اس سے ثابت ہے ہوتا ہےھیکہ غیر مقلدیت میں اختلاف وانتشار ہے اور تقلید میں نظم وضبط ملت ہے۔

سوالات

(۱) صحیح حدیث پیش کیجئے کہ وتر میں دعائے قنوت رکوع کے بعد ہے؟

(۲) نماز وتر میں دونوں ہاتھ اٹھا کر (جیسے دعا میں کرتے ہیں) دعائے قنوت پڑھنا چاہیئے صریح حدیث پیش کیجئے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نماز تراویح

''آٹھ رکعات'' کی حقیقت

احناف، مالکیہ، شوافع، حنابلہ غرض ساری امت محمد یہ کے نزدیک تراویح کی بیس رکعات سنت ہیں سوائے روافض کے، کیونکہ روافض تراویح کے منکر ہیں۔ غیر مقلدین کے اکثر فرقے تراویح کے منکر ہیں سوائے فرقہ اہلحدیث کے۔ فرقہ اہلحدیث میں بھی ایک گروہ ایسا ہے جو ماہِ رمضان میں روزانہ تراویح کی جماعت کا قائل نہیں۔ وہ گروہ کہتا ہے کہ حضورﷺ نے صرف تین یا چند دنوں میں تراویح پڑھی ہے۔ ایک طریقہ سے فرقہ اہلحدیث بھی نماز تراویح کا منکر ہے کیونکہ وہ یہ نہیں مانتا کہ تراویح عشاء کے بعد ایک زائد نماز ہے۔ بلکہ وہ کہتا ہے کہ ماہِ رمضان میں تہجد ہی تراویح ہو جاتی ہے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ ''ترویحہ'' کہتے ہیں چار رکعت کے بعد آرام کرنے کو۔ اور اصطلاحاً اس سے چار رکعات مراد لی جاتی ہے۔ آٹھ رکعات کیلئے ''ترویحتان یا ترویحتین کہا جاتا ہے'' اور بارہ اور اس سے زائد کیلئے ''تراویح'' کہا جاتا ہے۔ اسلئے لفظ ''تراویح'' تو آٹھ رکعات کیلئے کہا جا سکتا ہی نہیں۔

غیر مقلدین آٹھ رکعات کے استدلال میں اکثر وہ روایات پیش کرتے ہیں جو اصل میں تہجد کیلئے ہیں اور اسکی وجہ یہی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ رمضان میں تہجد ہی تراویح ہو جاتی ہے جبکہ یہ غلط ہے۔

حضرت عمر فاروق اعظمؓ تراویح کے بعد تہجد کی ترغیب دیا کرتے تھے چنانچہ ان کا قول صحیح بخاری میں ہے کہ وہ نماز جس سے تم سو جاتے ہو (یعنی نماز تہجد) وہ افضل ہے اس نماز (یعنی تراویح) سے جو تم پڑھتے ہو (صحیح بخاری بَا بُ فَضْلُ مَنْ قَامَ رَمَضَا ن ج ۱ ص ۲۶۹)

ایسی کوئی حدیث نہیں ہے کہ ماہِ رمضان میں تہجد ہی نمازِ تراویح ہے۔ یہ غیر مقلدین کا قیاس غلط ہے جس کی کوئی دلیل نہیں ہے اسلئے تہجد کی جتنی روایتیں غیر مقلدین اس ضمن میں پیش کرتے ہیں وہ سب نا قابل قبول ہیں۔

غیر مقلدین جو صریح روایات آٹھ رکعات کے سلسلہ میں پیش کرتے ہیں وہ سب ''غیر صحیح'' ہیں اور غیر مقلدین کا اصول ہے کہ صرف صحیح روایات ہی ان کی دلیل ہیں۔

اسلئے اصولاً ان کے پاس آٹھ رکعات کی دلیل ہی نہیں ہے اور وہ بغیر دلیل کے آٹھ رکعات پڑھتے ہیں۔ اور ان کے نزدیک بغیر دلیل کے عمل کرنا تقلید ہے جو ان کے نزدیک شرک ہے۔

جمہور امت کے بیس رکعات تراویح کے دلائل

ابو بکر ابن ابی شیبہ نے مصنف میں، اور عبد بن حمید نے اپنے مسند میں اور بغوی نے اپنے معجم میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں اور بیہقی نے سننِ کبریٰ ج ۲ ص ۲۹۶ میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرتﷺ رمضان میں بیس رکعتیں اور وتر پڑھتے تھے۔

سائب بن یزیدؓ راوی ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ کے زمانہ میں لوگ رمضان کے مہینہ میں بیس رکعت پڑھتے تھے (سننِ کبریٰ بیہقی ج ۲ ص ۴۹۶)

حضرت علیؓ نے رمضان میں قراء کو بلایا اور ان میں سے ایک کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعتیں پڑھایا کرے، اور وتر حضرت علیؓ پڑھاتے تھے،

(سننِ بیہقی ج۲ص۴۹۶)

خلیفۂ ثانی حضرت عمرؓ کے عہد میں بیس رکعات تراویح پر اجماع ہوگیا اور بلادِ اسلامیہ میں اسی پر عمل قرار پا گیا۔

حضورﷺ کی حدیث ''عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ یعنی تم پر لازم ہے میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفاء کی سنت'' کے تحت بیس رکعات تراویح بھی سنت تسلیم کی گئی۔ کیونکہ حضورﷺ نے خلفاءِ راشدین کے طریقہ کو بھی سنت کہا ہے۔ مزید یہ کہ اس پر صحابہ کا اجماع بھی ہوگیا۔

''آٹھ رکعات'' کی حقیقت

دعویٰ اتحاد کا اور عمل اختلاف کا

غیر مقلدین دعویٰ کرتے ہیں کہ تقلید چھوڑ دیں اور سب غیر مقلد بن جائیں تو اختلاف ختم ہو جائے گا۔ لیکن ہوتا اسکے الٹا ہے۔ اگر کوئی حنفی اپنے مسلک کے مطابق نماز پڑھے تو دنیا کے کسی کونے میں پہچان لیا جائے گا کہ یہ حنفی ہے اس لئے کہ ساری دنیا میں حنفی کی نماز ایک ہے۔ اس کے بالمقابل پوری دنیا کو نکتہ اتحاد پر لانے والے مدعیوں کی نماز ایک مسجد میں بھی یکساں نہیں ہے بلکہ ہر شخص کا طرز الگ الگ ہے۔ غیر مقلدوں کی کسی مسجد میں بھی جائزہ لے لیا جائے تو آپ کو درج ذیل منظر نظر آئیگا۔

غیر مقلدین کے اکثر فرقے تراویح کے منکر ہیں سوائے فرقہ اہلحدیث کے۔

فرقہ اہلحدیث میں بھی ایک گروہ ایسا ہے جو ماہِ رمضان میں روزانہ تراویح کی جماعت کا قائل نہیں۔ وہ گروہ کہتا ہے کہ حضورﷺ نے صرف تین یا چند دنوں میں تراویح پڑھی ہے۔

بعض غیر مقلدین آٹھ رکعات کے بعد صرف ایک رکعت وتر پڑھتے ہیں اور بعض تین۔

اس سے ثابت ہوا کہ غیر مقلدیت میں اختلاف وانتشار ہے اور تقلید میں نظم وضبط امت ہے۔

سوالات

(۱) ایک صحیح صریح حدیث پیش کیجئے کہ تراویح کی نماز آٹھ رکعات ہے؟

(۲) صحیح صریح حدیث سے ثابت کیجئے کہ تراویح اور تہجد کی نماز ایک ہی ہے۔ غیر رمضان میں اکیلے پڑھی جاتی ہے اور رمضان میں جماعت کیساتھ؟

(۳) خیر القرون سے لے کر حدوث اہلحدیث تک (تقریباً ساڑھے بارہ سو سال) کے عرصہ میں دنیا کی کسی ایک مسجد کا نام پیش کیجئے جس میں تراویح کی جماعت آٹھ رکعات ہوئی ہو؟؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نماز فجر کا افضل وقت

نماز فجر کا وقت صبح صادق سے آخرِ وقت طلوع آفتاب سے پہلے تک ہے اس وقت کو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے تو شرعی اصطلاح میں پہلا نصف غلس (اندھیرا) اور دوسرا نصف اسفار (چاندنا یا اجالا) کہلاتا ہے۔ فجر کی نماز غلس اور اسفار دونوں میں ہو جاتی ہے مگر بحث اسمیں ہے کہ فجر کی نماز کا افضل کیا ہے غلس یا اسفار؟

غیر مقلدین دعویٰ کرتے ہیں کہ افضل وقت غلس ہے اور یہ بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہمیشہ غلس میں نماز پڑھی ہے لیکن ان کا یہ دعویٰ غلط ہے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی فجر کی نماز کا وقت مختلف تھا۔ حضور اکرم ﷺ امت کی بہت رعایت کرتے تھے اسلئے کسی وجہ سے کبھی غلس میں بھی فجر کی نماز پڑھ لیتے تھے۔

اور بہت سی راویات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اسفار میں بھی فجر کی نماز پڑھی ہے۔ خود غیر مقلدین لکھتے ہیں ''اندھیرے میں نماز فجر سے فراغت رسول ﷺ کا ہمیشہ کا معمول نہ تھا بلکہ آپ ﷺ کے مختلف احوال تھے کبھی اندھیرے میں فراغت اور کبھی اس وقت جبکہ چہرے پہچانے جاتے (ارواء لغلیل ج اص ۱۷۹، ۱۸۰)''

فریقین کی روایات کا جائزہ لینے پر معلوم ہوتا ہے کہ غلس کی روایات فعلی ہیں اور اسفار کی روایات قولی ہیں اور اکثر حالات میں قولی روایات کو فعلی روایات پر ترجیح ہوتی ہے اسلئے اسفار (اجالا پھیلنے پر) میں فجر کی نماز پڑھنا افضل ہے اور روایات میں صراحتاً اس کا زیادہ اجر وثواب آیا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''فجر کی نماز اسفار میں پڑھو اسلئے کہ وہ اجر کے لحاظ سے بڑھی ہوئی ہے''

(ابوداؤدباب وقت الصبح ج اص ۶۱، ترمذی باب ما جاء فی الاسفار بالفجر ج اص ۴۰، ابن ماجہ باب وقت صلوٰۃ الفجر ص ۴۹، نسائی باب الاسفار ج اص ۹۴، مسند حمیدی ج اص ۱۹۹ حدیث نمبر ۴۰۹)

نماز فجر اسفار (اجالے) میں پڑھنے کی روایات

● عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو بجز دو نمازوں کے کوئی بھی نماز بے وقت پڑھتے نہیں دیکھا۔ مغرب اور عشاء کی نماز ایک ساتھ ملا کر پڑھی اور صبح کی نماز وقت سے پہلے پڑھی۔ (صحیح بخاری کتاب الحج، باب متی یصلی الفجر بجمع ج اص ۲۲۸، مسلم کتاب الحج، باب استحباب زیادۃ التغلیس ....الخ ج اص ۴۱۷)

● عبدالرحمٰن بن یزیدؒ روایت کرتے ہیں ہم لوگ عبداللہ (بن مسعودؓ) کے ساتھ مکے کی طرف روانہ ہوئے پھر ہم لوگ مزدلفہ آئے تو انہوں نے دو نمازیں پڑھیں ہر نماز کیلئے علیحدہ اذان واقامت کہی ان دونوں کے درمیان کھانا کھایا پھر طلوع فجر کے وقت نماز فجر ادا کی جبکہ بعض کہتے تھے کہ صبح ہوگئی اور بعض کہتے تھے صبح نہیں ہوئی پھر رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے بتایا کہ یہاں مغرب اور عشاء کی نمازیں اپنے وقت سے ہٹا دی گئی ہیں اس لئے اندھیرا ہونے تک لوگ مزدلفہ نہ آئیں اور نماز فجر کا یہ وقت نہیں پھر کھڑے رہے یہاں تک کہ خوب روشنی ہوگئی پھر کہا اگر امیر المؤمنین اسی وقت چل دیں تو سنت کے مطابق چلیں

گے مجھے معلوم نہیں کہ ان کا کہنا پہلے ہوا یا عثمان پہلے چلے گئے وہ برابر لبیک کہتے رہے یہاں تک کہ قربانی کے دن رمی جمار کیا۔

(صحیح بخاری کتاب الحج، باب متی یصلی الفجر بجمع و باب من اذن و اقام لکل واحد منهما ج ا ص ۲۲۸، مسلم کتاب الحج، باب استحباب زیا دۃ التغلیس .... الخ ج ا ص ۴۱۷) اور مسلم میں قَبْلَ وَقْتِهَا بِغَلَسٍ ہے۔

● حضرت رافع بن خدیجؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ فجر کی نماز خوب روشنی ہونے پر (اسفار میں) پڑھا کرو۔ اس کا بہت زیادہ ثواب ہے۔ (ترمذی باب ما جاء فی الا سفار با لفجر ج ا ص ۴۰، اَخرجہ ابن حبان والطبرانی کذافی النیل ج ۲ س ۲۲، نسائی شریف باب الا سفار ج ا ص ۹۴، السنن الکبری للبیہقی ج ا ص ۴۵۷، طبرانی کبیر ج ۴ ص ۲۴۹)

● حضرت محمود بن لبیدؓ اپنی قوم انصار کے کچھ لوگوں سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: تم صبح کی نماز میں جس قدر اسفار کرو گے وہ اجر کے اعتبار سے بڑھا ہوا ہے۔ (نسائی شریف باب الا سفار ج ا ص ۹۴، نصب الرایہ ج ا ص ۱۲۴)

● حضرت رافع بن خدیجؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت بلالؓ سے ارشاد فرمایا: اے بلال! نماز فجر اس قدر روشنی میں پڑھا کرو یہاں تک کہ لوگ اجالے کی وجہ سے اپنے تیر اندازی کے نشان کو دیکھ لیں۔ (مسند ابی داؤد طیالسی ص ۱۲۹ حدیث ۹۶۱ المعجم الکبیر للطبرانی ص ۲۷۸ حدیث ۴۴۱۴، حدیث ۴۰۰، ابن ابی حاتم، ابن ابی شیبہ واسحاق)

● حضرت جبیر بن نفیرؒ فرماتے کہ میں نے حضرت علیؓ کو فرماتے ہوئے سنا کہ صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھو تو ابو درداءؓ نے فرمایا کہ اس نماز (فجر) کو اجالے میں پڑھو بلاشبہ تم اپنے کاموں میں مشغول ہونا چاہتے ہو لیکن یہ تمہارے لئے زیادہ مناسب ہے (یعنی اسفار میں پڑھنا)۔

(طحاوی کتاب الصلوٰۃ، باب وقت الفجر ج ا ص ۱۲۶)

● حضرت علی بن ربیعہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کو اپنے موذن سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ صبح کی نماز کو اجالے میں پڑھو، صبح کی نماز کو اجالے میں پڑھو۔ (مصنف عبدالرزاق کتاب الصلوۃ، باب وقت الصبح ج ا ص ۵۶۹، مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوۃ، بَابُ مَنْ کَانَ یُنَوِّرُ بِهَا وَیُسْفِرُ...... الخ ج ۳ ص ۱۲۷)

● حضرت عبدالرحمٰن بن یزیدؒ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو آپ صبح کی نماز اجالے میں پڑھتے تھے۔ (طحاوی کتاب الصلوٰۃ ج ا ص ۱۲۵ باب وقت الفجر۔ مصنف عبدالرزاق کتاب الصلوٰۃ ج ا ص ۵۶۸ باب وقت الصبح، مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوات ج ۳ ص ۱۲۸ بَابُ مَنْ کَانَ یُنَوِّرُ بِهَا وَیُسْفِرُ...... الخ۔)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عصر کا احوط وقت

ایک مثل:۔ جب ہر چیز کا سایہ فیئ زوال کو منہا کرنے کے بعد اس چیز کے بقدر ہو جائے تو اصطلاح میں اس کو ایک مثل (مانند) کہتے ہیں۔

دو مثل یا مثلین :جب ہر چیز کا سایہ فیئ زوال کو منہا کرنیکے بعد اس چیز کے ڈبل (دوہرا) ہو جائے تو اصطلاح میں اسکو دو مثل یا مثلین کہتے ہیں۔

ظہر کا آخری وقت کب تک باقی رہتا ہے اور عصر کا وقت کب شروع ہوتا ہے اسمیں اختلاف ہے۔

غیر مقلدین:۔ غیر مقلدین کے نزدیک ظہر کا وقت ایک مثل پر ختم ہو جاتا ہے اور اسکے بعد عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ :۔ اسد بن عمرو کی روایت امام اعظم ابوحنیفہؒ سے ہیکہ ظہر کا وقت ایک مثل پر ختم ہو جاتا ہے اور عصر کا وقت دو مثل کے بعد شروع ہوتا ہے مثل ثانی مہمل وقت ہے یعنی نہ ظہر کا وقت ہے نہ عصر کا۔ظہر کی نماز ایک مثل پر ختم کر دینا چاہئے۔اور عصر کی نماز دو مثل کے بعد پڑھنا چاہئے اسی میں احتیاط ہے۔

عصر کا وقت ایک مثل کے بعد شروع ہو جاتا ہے اس استدلال میں غیر مقلدین جو روایات پیش کرتے ہیں وہ دو اقسام پر ہیں ایک قسم صریح روایات کی ہے (جسمیں ایک مثل کی صراحت ہے) لیکن یہ روایات ''صحیح'' کے درجہ تک نہیں پہنچتیں اور غیر مقلدین کا دعویٰ ہے کہ ان کی دلیل صرف ''صحیح'' حدیث ہوتی ہے اسلئے یہ تمام صریح روایات بطور استدلال کے ان کیطرف سے نا قابل قبول ہیں۔روایات کی دوسری قسم جو بطور استدلال غیر مقلدین پیش کرتے ہیں وہ ''صحیح'' کے درجہ تک پہنچتی ہیں لیکن اسمیں ایک مثل یا دو مثل کی صراحت نہیں ہے۔غیر مقلدین ان روایات پر سے صرف قیاس کرتے ہیں اور انکے ''قیاس'' کے مقابلہ میں صحیح حدیث موجود ہے جسمیں عصر کی نماز کیلئے ''دو مثل'' کا صراحتاً ذکر ہے (مثلاً) حضرت ابوذر غفاریؓ کی روایت۔(صحیح بخاری **باب الا براد با لظهر فی السفر** ج۱ص۷۶، مسلم **باب استحباب الا براد با لظهر... الخ** ج۱ص۲۲۷)

صحیح صریح حدیث کے مقابلہ میں قیاس کو ترجیح نہیں دی جائیگی۔اسلئے عصر کی نماز دو مثل یا مثلین کے بعد پڑھنی چاہئے اسی میں احتیاط ہے۔

اگر ظہر مثل اول میں ادا کی گئی تو وہ بالیقین ادا ہوگئی اور اگر مثل ثانی میں پڑھی گئی تب بھی ذمہ فارغ ہو جائیگا اور اگر کسی مجبوری کی بناء پر کوئی شخص مثلِ ثانی میں عصر کی نماز پڑھ لے (یعنی وقت مہمل میں) تو ذمہ فارغ ہو جائیگا (جیسا کہ حاجیوں کو حرمین شریفین میں یہ مجبوری پیش آتی ہے) مگر ظہر یا عصر کو مثلِ ثانی میں پڑھنا شریعت کے منشاء کے خلاف ہے الغرض غیر مقلدین نے جو موقف اختیار کیا ہے اولاً تو وہ مبنی بر احتیاط نہیں اور ثانیاً ان کے مسلک کے مطابق مثلین کی روایتوں کو ترک کرنا لازم آتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مغرب کی فرض نماز سے قبل دو رکعات کا مسئلہ

یومیہ نمازوں کی رکعات کی تعداد کیساتھ اگر کوئی نفل نمازوں کو ملا کر بیان کرتا ہے تو غیر مقلدین (فرقہ اہل حدیث) اسکی زبردست مخالفت کرتے ہیں۔مثلاً اگر کوئی کہے کہ مغرب کی نمازوں کی تعداد سات ۔۷۔ ہے اسطرح سے کہ تین فرض، دوسنت، دونفل، تو نفل کی تعداد مغرب کی رکعات کیساتھ ملا کر بیان کرنیکی مخالفت کرتے ہیں بلکہ بعض تو اسے بدعت بھی کہتے ہیں۔(حالانکہ نفل نمازیں ''مستحب'' کے درجہ میں ہیں) کچھ صحابہ کرامؓ سے مغرب کی اذان اور فرض نماز کے درمیان دو رکعات ادا کرنا منقول ہے اور وہ بھی بطور نفل نہ کہ بطور سنت بلکہ بعد میں اسے ترک بھی کر دیا۔لیکن بڑی عجیب بات ہیکہ یہی غیر مقلدین اس ''نفل نماز'' کے سلسلے میں بڑی شدّت برتتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ مغرب سے قبل کی یہ دو رکعات سنت ہیں اور نہ صرف مغرب کی نماز کیساتھ شمار کرتے ہیں بلکہ نہ پڑھنے والوں پر نکیر کرتے ہیں اور ترک کے عمل کو خلاف سنت بتلاتے ہیں

مغرب سے قبل کی دو رکعات کے ''سنت نماز'' نہ ہونے اور اسے ''ترک'' کر دینے کے دلائل و متابعات

(۱) حضرت عبداللہ بن مغفلؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔مغرب سے پہلے نماز پڑھو، مغرب سے پہلے نماز پڑھو، پھر تیسری مرتبہ فرمایا جو چاہے اس بات سے بچتے ہوئے کہ لوگ اسے سنت بنالیں گے۔

(صحیح بخاری، باب الصلوٰۃ قبل المغرب ج ا ص ۱۵۸، ابوداؤد باب الصلوٰۃ قبل المغرب ج ا ص ۱۸۲)

(۲) مرثد بن عبداللہ مزنی کہتے ہیں میں عقبہ بن عامر الجہنی کے پاس آیا اور کہا کہ کیا میں تم کو حیرت میں نہ ڈال دوں۔ابی تمیم کی دو رکعتوں سے جو پڑھتے ہیں مغرب کی نماز سے پہلے۔عقبہ نے کہا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ایسا کیا کرتے تھے تو میں نے کہا اب کس چیز نے تم کو منع کیا ہے؟ انھوں نے کہا مشغولیت نے۔(صحیح بخاری باب الصلوٰۃ قبل المغرب ج ا ص ۱۵۸)

(۳) حضرت طاؤس سے روایت ہے کہ ابن عمرؓ سے سوال کیا گیا مغرب سے پہلے دو رکعتوں کے بارے میں تو انہوں نے کہا میں نے کسی کو نہیں دیکھا دو رکعات پڑھتے ہوئے مغرب سے پہلے نبی ﷺ کے عہد میں (ابوداؤد باب الصلوٰۃ قبل المغرب ج ا ص ۱۸۲ سنن الکبریٰ ص ۴۷۶ ج ۲)

(۴) حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں غروب آفتاب کے بعد مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعات نماز پڑھتے تھے میں (راوی مختار بن طفیل) نے کہا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے دو رکعتیں پڑھیں ہیں؟ تو حضرت انسؓ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ ہم کو دیکھتے تھے تو نہ اس کے پڑھنے کا حکم دیا اور نہ ہی اس سے منع فرمایا (صحیح مسلم ج ا ص ۲۷۸)

(۵) حضرت حمادؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابراہیم نخعیؒ سے مغرب سے پہلے نماز پڑھنے کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے مجھے اس سے منع کیا اور فرمایا کہ نبی کریم ﷺ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ یہ نہیں پڑھتے تھے (کتاب الاثار ص ۲۹ ج ۱۴۵)

اگر غیر مقلدین کا یہ دعویٰ ہے کہ مغرب سے پہلے دو رکعات نماز ''سنت'' ہے اور متروک نہیں ہے تو اسکی دلیل میں صحیح صریح حدیث پیش کریں

تنبیہ: ''صحیح'' اسلئے کہ ان کا دعویٰ ہے کہ وہ (غیر مقلدین) صرف صحیح احادیث پر عمل کرتے ہیں اور ''صریح'' اس لئے کہ ان کے نزدیک قیاس حجت نہیں ہے۔اور امام اعظمؒ نے ایسا طریقہ اختیار فرمایا ہے کہ اس میں احتیاط بھی ہے اور تمام روایتوں پر عمل بھی ہو جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نمازعیدین کی چھ زائد تکبیروں کی روایات

(۱) محمد بن علاء اور ابن ابی زیاد، زید، عبدالرحمٰن، ان کے والد، مکحول، ابو عائشہ سے روایت ہیں، کہ سعید بن العاصؓ نے ابوموسیٰ اشعری اور حذیفہ بن الیمانؓ سے پوچھا رسول اللہ ﷺ کیونکر تکبیر کہتے تھے عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر میں ابوموسیٰؓ نے کہا چار تکبیریں کہتے تھے جتنی جنازے پر کہتے ہیں حذیفہؓ نے کہا سچ ہے اور ابوموسیٰؓ نے کہا میں اتنی ہی تکبیریں کہا کرتا تھا بصرے میں جب ان پر حاکم تھا، ابو عائشہؓ نے کہا میرے سامنے سعید بن العاصؓ نے پوچھا۔
(ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ، باب التکبیر فی العیدین ج۱ص۱۶۳)

اس کی اسناد حسن ہیں۔

(۲) حضرت علقمہ اور اسودؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ابن مسعودؓ بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے پاس حضرت حذیفہ اور ابوموسیٰ اشعریؓ بھی بیٹھے ہوئے تھے تو ان لوگوں سے سعید بن عاصؓ نے عید کی تکبیر کے متعلق پوچھا تو حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ ابوموسیٰ اشعریؓ سے پوچھیے ابوموسیٰ اشعریؓ نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے پوچھیے اسلئے کہ وہ ہم سے زیادہ پرانے اور ہم سے زیادہ جاننے والے ہیں چنانچہ سعید بن عاصؓ نے ابن مسعودؓ سے پوچھا، ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ آپ ﷺ چار تکبیریں کہتے پھر قرأت کرتے پھر تکبیر کہہ کر رکوع فرماتے پھر دوسری رکعت کیلئے کھڑے ہوتے، پھر قرأت فرماتے، پھر قرأت کے بعد چار تکبیریں کہتے۔ (مصنف عبدالرزاق کتاب صلوٰۃ العیدین، باب التکبیر فی الصلوٰۃ یوم العید ج۳ص۲۹۳)

اس کی اسناد صحیح ہیں۔

(۳) حضرت کردوسؒ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ولید نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حذیفہؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ، اور ابومسعودؓ کے پاس عشاء کے بعد قاصد بھیجا، پس فرمایا کہ بیشک یہ مسلمانوں کی عید ہے تو اس میں نماز عید کیونکر ہوگی انہوں نے کہا کہ ابوعبدالرحمٰن سے پوچھیے، چنانچہ انہوں نے دریافت فرمایا تو انہوں نے بتایا کہ آپ ﷺ کھڑے ہو کر چار تکبیر کہتے پھر سورۂ فاتحہ اور مفصلات میں سے کسی سورۃ کی تلاوت فرماتے پھر چار تکبیر کہتے، ان کے ختم پر رکوع فرماتے پس یہ نو تکبیریں عیدین میں ہوئیں، ان میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا۔ (المعجم الکبیر للطبرانی ج۹ص۳۵۰ حدیث نمبر۹۵۱۴)

اس کی اسناد حسن ہیں۔

(۴) حضرت علقمہؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نماز عیدین میں نو تکبیریں کہتے تھے، تکبیر تحریمہ کے ساتھ چار تکبیریں قرأت سے پہلے کہتے پھر تکبیر کہہ کر رکوع کرتے اسی طرح دوسری رکعت میں قرأت سے فارغ ہو جاتے تو تکبیر کہتے تھے پھر رکوع فرماتے یعنی رکوع والی تکبیر سمیت چار تکبیر قرأت کے بعد کہتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق کتاب صلوٰۃ العیدین، باب التکبیر فی الصلوٰۃ یوم العید ج۳ص۲۹۳)

اس کی اسناد صحیح ہیں۔

(۵) حضرت کردوسؒ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ میں نو نو تکبیریں کہا کرتے تھے، شروع میں چار تکبیریں کہتے پھر ایک تکبیر کہہ کر رکوع فرماتے پھر دوسری رکعت کیلئے کھڑے ہوتے چنانچہ شروع میں قرأت فرماتے پھر چار تکبیریں کہتے پھر ان میں سے ایک کے ذریعہ رکوع فرماتے۔ (المعجم الکبیر للطبرانی ج۹ص۳۵۰ حدیث نمبر۹۵۱۳)

اس کی اسناد صحیح ہیں۔

(۶) حضرت عبداللہ بن الحارثؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ساتھ نماز عید میں حاضر ہوا، حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بصرہ کے اندر نماز عید میں نو تکبیریں کہیں اور دونوں رکعت کی قرأتوں کو جمع فرمایا، راوی کہتے ہیں کہ میں حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے ساتھ بھی نماز عید میں حاضر ہوا انہوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ (مصنف عبدالرزاق کتاب صلوٰۃ العیدین، باب التکبیر فی الصلوٰۃ یوم العید ج۳ص۲۹۴)

اس کی اسناد صحیح ہیں۔

احناف کی کچھ کتابوں کی فہرست

نمبرشمار	کتابوں کے نام	مصنف	مکتبہ
۱	آپ کے مسائل اوران کا حل......	مولانا یوسف لدھیانویؒ	
۲	اجتہاد وتقلید کا آخری فیصلہ......	مولانا اشرف علی تھانویؒ	
۳	فقہ حنفی کے اصول واضوابط......	مولانا اشرف علی تھانویؒ	
۴	حجیت حدیث......	مفتی تقی عثمانی صاحب	
۵	آثارالحدیث......	علامہ خالد محمود صاحب	
۶	فقہ اورتصوف ایک تعارف......	مولانا محمد رفیع عثمانی	
۷	آسان اصول حدیث......	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	
۸	شریعت یاجہالت......	محمد پالن حقانی	
۹	تقلید کی شرعی حیثیت......	مفتی تقی عثمانی	
۱۰	حدیث رسول کا قرانی معیار......	قاری طیب صاحبؒ	
۱۱	اجتہاد اورتقلید......	قاری طیب صاحبؒ	
۱۲	شریعت وطریقت کا تلازم......	شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ	
۱۳	فیصلہ کن مناظرہ......	مولانا منظوراحمد نعمانیؒ	
۱۴	معیار صحابیت......	علامہ خالد محمود صاحب	
۱۵	الکلام المفید فی اثبات التقلید......	مولانا سرفراز صفدر صاحبؒ	
۱۶	راہ سنت......	مولانا سرفراز صفدر صاحبؒ	
۱۷	احسن الکلام فی ترک القرأۃ خلف الامام......	مولانا سرفراز صفدر صاحبؒ	
۱۸	ادلۂ کاملہ......	شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ	
۱۹	ایضاح الادلہ......	شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ	
۲۰	مطالعہ قرآن کے اصول ومبادی......	مولانا علی میاں صاحب ندویؒ	
۲۱	اختلاف امت اورصراط مستقیم......	مولانا یوسف لدھیانویؒ	
۲۲	کیا مقتدی پرفاتحہ واجب ہے......	مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ	
۲۳	مقالاتِ ابوالمآثر......	مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی	
۲۴	نصرت الحدیث......	مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی	
۲۵	اعلام المرفوعہ......	مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی	
۲۶	تحقیق اہل حدیث......	مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی	

۲۷	اعلاء السنن (مع التعليق عبد الفتاح ابو غدة)	علامه ظفراحمدعثمانی تهانویؒ	ادارة القرآن والعلوم الاسلاميه کراچی پاکستان
۲۸	نصب الرايه (طبع ثا نی ۱۴۰۸)	علا مه جما ل الد ين ابو محمد عبد ا لله بن يو سف الحنفی الز يلعی	مكتبه المجلس العلمی ڈا ها بيل سورت سلسله نمبر ۲۱
۲۹	مصنف ابن ابی شيبه (مع التعليق محمد عوامه) الطبعة الثا نية ۱۴۲۸	اما م ابو بكر عبد الله بن محمد بن ابی شيبه	ادارة القرآن والعلوم الاسلاميه کراچی پاکستان
۳۰	مصنف عبدالرزاق (مع التعليق حبيب الر حمن الا عظمی)	حا فظ ابو بكر عبد الر زاق بن همام الصنعانی	سلسله نمبر ۳۹ ادارة القرآن والعلوم الاسلاميه کراچی پاکستان
۳۱	تهذيب التهذيب (مع التعليق مصطفیٰ عبد القا در عطاء)	احمد بن علی بن حجر العسقلا نی	دار الكتب العلميه بيروت لبنان
۳۲	دین کے بنیادی مسائل حدیث کی روشنی میں	مو لانا مفتی محمد آزاد بیگ قاسمیؔ	مکتبه الحق ما ڈرن ڈ یری جو گیشوری ممبئ نمبر ۱۰۲
۳۳	تجلیات صفدر	مو لا نا امین صفدر صاحب او کا ڑ ویؒ	مکتبه مد نيه ،سفيد مسجد س يو بند اشا عت اوّل ۲۰۰۱ء
۳۴	آثارالسنن (مع التعليق الحسن)	محمدبن علی النيمویؒ	المكتبه المدنيه ديو بند طبع اوّل ۱۴۲۳ء
۳۵	رکعات تراویح	محدث کبیر حضرت مولاناحبیب الرحمٰن صاحب اعظمیؒ	مرکز تحقیقات وخدمات علمیہ مئوناتھ بھنجن
۳۶	احکام الدعاءوالوسیلہ	حضرت مولانا محمد زید صاحب مظاہری ندوی	ادارہ افادات اشرفیہ دوبگاہردوئی روڈلکھنؤ
۳۷	مسئلہ ایصال ثواب	مولانامفتی جمیل احمد صاحب نذیری	مکتبہ صداقت نوادہ مبارک پور
۳۸	نصرۃ الحدیث	محدث کبیر حضرت مولاناحبیب الرحمٰن صاحب اعظمیؒ	دارالمآثر الاسلامیہ مئوناتھ بھنجن
۳۹	فتاویٰ رحیمیہ	مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاج پوریؒ	مکتبۂ رحیمیہ راندیر سورت
۴۰	عورتوں کا طریقۂ نماز (اہم فتویٰ)	مفتی عبدالقیوم صاحب راجکوٹی	دارالافتاء جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل گجرات
۴۱	نماز احناف (۲۰۰۱ء)	مفتی حبیب الرحمٰن صاحب قاسمی الہ آبادی	مکتبہ رحمانیہ محلّہ اعظم پور قصبہ مئوآئمہ ضلع الہ آباد

ردِّ غیر مقلدیت میں کام کرنے والے کچھ علماء

مولانا ابوبکر صاحب غازی پوری

مولانا مفتی جمیل صاحب نذیری

مولانا مفتی حبیب الرحمٰن صاحب قاسمی

غیر مقلدین کی کتابوں کے جائزے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

’’صلوٰۃ الرسول‘‘ نامی کتاب کا مختصر جائزہ

نام کتاب: صلوٰۃ الرسول مصنف مولانا حکیم محمد صادق صاحب سیالکوٹی

فرقہ اہلحدیث کی جانب سے ایک کتاب بنام ’’صلوٰۃ الرسول‘‘ مفت تقسیم کی جاتی ہے، جو کہ ’’الدار السلفیہ‘‘ کی طرف سے طبع ہوئی ہے، نیز اس کتاب کے بارے میں دعویٰ کیا جاتا ہے کہ جو شخص اس کے مطابق نماز ادا کرے گا اسی کی نماز رسول اکرم ﷺ کی نماز کے نمونہ پر ہوگی، ورنہ نمازی کے منہ پر ماردی جائیگی۔ اس کتاب کی فی الحال صرف ان احادیث کا جائزہ پیش خدمت ہے جو بلوغ المرام کے حوالے سے نقل کی گئی ہیں، اور جائزہ بھی اس کی شرح ’’مسک الختام‘‘ کی صرف پہلی جلد تک محدود ہے۔ اس سے قارئین کو اندازہ ہو جائیگا کی اتنے محدود جائزہ پر بھی کتنی ضعیف بلکہ کہیں کہیں محرف اور موضوع (گڑھی ہوئی) احادیث سامنے آئی ہیں۔ اگر اس کتاب کی دیگر احادیث مثلاً ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، نسائی، مسند احمد، طبرانی، حصن حصین اور مشکوٰۃ وغیرہ کا بھی جائزہ لیا جائے تو ضعیف اور معلول احادیث کے اعداد کا کیا حال ہوگا اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ جب کچھ جماعتوں کے افراد اپنی کتابیں (مثلاً تبلیغی نصاب وغیرہ) پڑھتے ہیں تو ان سے غیر مقلدین کہتے ہیں کہ یہ کیا من گھڑت کتابیں پڑھتے ہو حالانکہ وہ جماعتیں ان کتابوں سے مسائل کا استنباط نہیں کرتیں بلکہ صرف ترغیب وترہیب کے لئے پڑھتی ہیں، خود فرقۂ اہلحدیث کے علماء بھی اس بات پر متفق ہیں کہ فضائل ومستحبات میں ضعیف احادیث کے لئے بھی توسع ہے لیکن اس کے باوجود بھی دوسروں پر تنقید، اور خود کی کتاب جس سے فرائض وسنن کے مسائل استنباط کرتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ اس کے سوا طریقہ پر نماز نا قابلِ قبول ہے۔ اس کتاب (صلوٰۃ الرسول) کا حال درجِ ذیل مختصر جائزہ سے سمجھ میں آ سکتا ہے۔

صفحہ نمبر ۴۷:۔ ’’اِنَّ الْمَآ ءَ لَا یُنَجِّسُهُ شَیْ ءٌ اِلَّا مَا غَلَبَ عَلٰی رِیْحِهٖ وَطَعْمِهٖ وَلَوْ نِهٖ.‘‘ ابوحاتم نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے اس لئے کہ اس کی سند میں ابوسفیان طریف بن شہاب ہیں اور وہ ضعیف اور متروک ہیں، نیز ایک راوی شریک ہیں ان کے سلسلہ میں اختلاف ہے ’’سبل السلام‘‘ میں ہے کہ حدیث کا ضعف رشدین بن سعد کی وجہ سے ہے اور وہ متروک ہیں۔ (مسک الختام ج ا ص ۳۲) نیز دارقطنی نے کہا کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔ امام نوویؒ نے کہا محدثین اس کی تضعیف پر متفق ہیں۔ ابن قطان نے کہا کہ بلاشک یہ حدیث ضعیف ہے۔ (کتاب الوہم الایہام)۔

صفحہ نمبر ۶۶:۔ ’’اِنِّیْ لَا اُحِلُّ الْمَسْجِدَ لِحَائِضٍ وَلَا جُنُبٍ‘‘

ابن حزم نے اس کی تضعیف کی ہے اس لئے کہ اس میں ایک راوی افلت بن خلیفہ مجہول الحال ہیں اور ابن رفعہ ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ راوی متروک ہیں۔ (مسک الختام ج ا ص ۱۸۳)

ص ۶۶:۔ ’’عَنْ عَلِیٍّ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یُقْرِئُنَا الْقُرْآنَ مَالَمْ یَکُنْ جُنُباً‘‘ یہ روایت موقوف ہے (مسک الختام ج ا ص ۱۷۵)

ص ۸۰:۔ ’’لَا وُضُوْءَ لِمَنْ یَذْکُرِ اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهِ‘‘ یہ حدیث ضعیف ہے اس میں علت ہے (مسک الختام ج ا ص ۹۹)

ص ۱۰۱:۔ ’’عَنْ عَائِشَةَ ؓ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ اَصَابَهُ قَیْءٌ اَوْ رُعَافٌ اَوْ قَلَسٌ اَوْمَذِیٌّ فَلْیَنْصَرِفْ‘‘ اس حدیث میں کلام ہے اور یہ مرفوع نہیں ہے۔ (مسک الختام ج ا ص ۱۳۱)

ص ۱۶۹:۔ ’’اِذَا اَذَّنْتَ فَتَرَسَّلْ وَاِذَا اَقَمْتَ فَاحْدَرْ‘‘ اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور ضعیف کہا ہے (مسک الختام ج ا ص ۲۸۴)

ص ۱۷۰:۔ ’’لَا یُؤَذِّنُ اِلَّا مُتَوَضِّیٌ‘‘ یہ حدیث بھی ضعیف ہے (مسک الختام ج ا ص ۴۸۲)

ص ۴۸۱:۔ ’’جو شخص اذان دے تکبیر کا استحقاق بھی اسی کو پہنچتا ہے۔ اس حدیث کو بھی ترمذی، ابوحاتم، ابن حبان وغیرہ نے ضعیف کہا ہے۔

(مسک الختام ج ا ص ۲۸۵)

ص۲۰۹:۔’’پھر بائیں ہاتھ پر داہنا ہاتھ رکھ کر سینہ پر باندھ لیں‘‘اس میں ایک راوی مومل بن اسماعیل ہیں جن کی بابت امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ وہ منکر الحدیث ہیں۔(اعلام الموقعین ج۳ص۹)جن جگھوں پر اختلافی امور پیش کیئے گئے ہیں ان میں سے بھی کچھ کا حال ملاحظہ فرمائیں۔

ص۲۲۲:۔’’عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ مَا حَسَدَ تْکُمُ الْیَھُوْدُ.....‘‘(ابن ماجہ)یہ حدیث ضعیف ہے اس میں ایک راوی طلحہ بن عمرو ہیں ان کے بارے میں تہذیب التہذیب (ج۵ص۲۳) میں ہے’’امام احمد متروک الحدیث کہتے ہیں،ابن معین ضعیف کہتے ہیں،امام ابوداؤد ضعیف کہتے ہیں اور امام نسائی متروک الحدیث کہتے ہیں‘‘

ص۲۲۸:۔’’عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ صَلّٰی بِاَ صْحَا بِہٖ...‘‘(جزء القراۃ بخاری)امام بیہقیؒ نے اس روایت کو معلول کہا ہے(آثارالسنن ج۱ص۸۰)

ص۲۲۹:۔’’عَنْ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ مَنْ صَلّٰی‘‘(رواہ الطبرانی فی الکبیر)یہ روایت ضعیف ہے(آثارالسنن ج۱ص۷۹)

ص۲۶۳:۔’’عَنِ ابْنِ عُمَرؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ اِذَا ....(تلخیص الحبیر العسقلانی)یہ روایت ضعیف بلکہ موضوع ہے(آثارالسنن ج۱ص۱۰۰)ان تمام دلائل کے باوجود اگر کوئی صرف اپنی ہی حقانیت کا ڈھنڈورا پیٹے تو یہ ڈھول میں پول کے مصداق ہے۔

ضعیف احادیث:۔ مؤلفؒ نے اس کتاب میں کئی ایک ضعیف احادیث بھی ذکر کی ہیں،ان ضعیف احادیث کی تفصیل کیلئے درجِ ذیل نمبر دیکھئے:

۶....۳۱....۱۴....۶۱....۲۲....۳۴....۵۳....۶۶....۷۳....۸۵....۸۸....۱۰۷....۱۰۹....۱۱۰....۱۵۳....۱۵۹....۱۶۰....۱۶۱....۱۶۳....۱۶۴....۱۶۵....۱۶۶....۱۶۷....

۱۶۹....۱۷۲....۱۷۳....۲۰۴....۲۰۵....۲۰۶....۲۰۹....۲۱۴....۲۲۶....۴۳۳....۲۳۶....۲۴۱....۲۴۸....۲۴۹....۲۶۵....۲۶۶....۲۷۸.... ۲۸۳....

۲۸۷....۲۹۹....۳۰۶....۳۲۹....۳۳۹....۳۶۳....۳۸۳....۴۱۴....۴۱۵....۴۱۹....۴۴۴....۴۴۸....۴۵۹....۴۶۱....۴۷۰....۴۷۱....۴۷۲....۴۷۳....۴۸۵....۴۱

۶۶۰....۶۶۴....۶۶۵....۶۶۶....۶۷۳....۶۷۹....۶۸۳....۶۹۴....۶۹۵....۶۹۹....۷۰۳

واضح رہے کہ یہ حدیث ان احادیث کے علاوہ ہیں جو اپنے طرق وشواہد کی بناء پر صحیح یا حسن درجہ کی ہیں۔دراصل مؤلف جس ماحول میں تھے،اس میں صحیح اور ضعیف میں تمیز بہت کم ہی کی جاتی ہے،اور ضعیف احادیث سے حجت لینے،استدلال کرنے اور ان پر عمل کرنے سے بہت کم ہی اجتناب کیا جاتا ہے،اس لئے راقم مؤلف کو اس بارے میں معذور سمجھتا ہے تاہم اس مقام پر جو بات قابلِ مواخذہ ہے،وہ یہ کہ ان ضعیف احادیث میں سے بعض ایسی احادیث بھی ہیں کہ جن کے ضعیف ہونے کی صراحت خود ان کتب میں موجود ہے جن کے حوالہ سے مؤلف نے انہیں ذکر کیا ہے۔دیکھئے درج ذیل حدیثیں:

۶۱....۸۸....۹۵....۱۱۰....۲۰۴....۲۰۵....۲۰۹....۲۲۴....۲۴۸....۲۴۹

لیکن انہوں نے ان احادیث کو ذکر کرتے وقت ان کے ضعف کی طرف اشارہ تک بھی نہیں کیا ہے۔حافظ جلال الدین سیوطیؒ سے بھی ’’الفتح الکبیر‘‘ میں بعض مقامات پر ایسا ہوا ہے۔علامہ مناویؒ’’فیض القدیر‘‘میں ایک مقام پر ان کا تعاقب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:اور یہ محققین کے نزدیک جائز نہیں ہے۔بلکہ امام مسلمؒ نے تو ضعیف احادیث کو جاننے کے باوجود،ضعف بیان نہ کرنے والے کے حق میں انتہائی سخت الفاظ استعمال کئے ہیں۔ان کے کلام کی نص آگے چل کر آئے گی۔

یہ تو مرفوع روایات ہیں جن کی نقل میں مؤلف نے اس قدر تساہل سے کام لیا کہ ان کا ضعف تک بیان نہیں کیا جب کہ دوسری طرف ایک مقام پر ایک موقوف روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں(مسلم بسند منقطع) دیکھئے حدیث نمبر(۲۶۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقۂ نماز'' نامی کتاب کا مختصر جائزہ

اس کتاب کی غرض ناشر اور خطبۂ کتاب وتمہید سے معلوم ہوا کہ مفتی جمیل احمد نذیری صاحب استاذ جامعہ احیاء العلوم مبارکپور اعظم گڑھ نے ''رسول اکرم ﷺ کا طریقۂ نماز'' نامی کتاب لکھی جامعِ سلفیہ بنارس کے استاذ مولانا رئیس ندوی صاحب نے اس کے رد میں ''رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقۂ نماز'' نامی کتاب تحریر فرمائی، عرض ناشر میں اس کتاب کی غرض وغایت ان الفاظ میں پیش کی گئی ''اسلئے ضروری تھا کہ نذیری صاحب کی کاوش کا جائزہ لیا جائے، انکے دعاوی کو پرکھا جائے ، دلائل کو تولا جائے اور طعن وتشنیع کی حیثیت واضح کی جائے''، ناشر رقم طراز ہیں ''نماز کی صحت کے لئے ضروری ہے کہ اس کی ادائیگی سنت نبوی کے مطابق ہو اور اسی مطابقت کے لئے قرآن کریم اور حدیث صحیح کے علاوہ کسی اور چیز سے استدلال نہ کیا جائے'' (ص ۱۵، ۱۶) اس کتاب کا مختصر جائزہ انہی کے اصول کے مطابق لیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

مفتی صاحب کی کتاب پر جو الزامات ناشر اور مصنف نے عائد کیا ہے انکے اہل فرقہ مقلدین پر ہمیشہ اس قسم کے الزامات عائد کرتے رہتے ہیں کہ وہ غیر صحیح احادیث، کہانیاں، من گھڑت واقعات اور رائے (قیاس واجتھادات) اپنے دلائل میں پیش کرتے رہتے ہیں، انکے دعاوی ہیں کہ ان کے دلائل صرف قرآن کریم یا احادیث صحیحہ ہیں، جامع سلفیہ کے کہنہ مشق استاذ، معروف عالم دین، ادیان فرق کی تاریخ کے ماہر اور علوم کتاب وسنت پر عبور رکھنے والے مصنف محترم مولانا محمد رئیس ندوی صاحب (بقول ناشر) کی کتاب کا جائزہ صرف تین ۳/ نکات کے تحت پیش کیا جا رہا ہے۔ (۱) کہانیاں، من گھڑت واقعات (۲) مصنف اور دوسروں کی رائے وقیاس (۳) غیر صحیح احادیث۔

کہانیاں ومن گھڑت واقعات:۔ جن واقعات کو مقلدین اپنی کتابوں میں پیش کرتے ہیں انکی حیثیت صرف تاریخی ہے اور بزرگوں کے حالات بطور ترغیب کے پیش کئے جاتے ہیں لیکن موصوف کے اہل فرقہ اسے کہانیاں اور من گھڑت واقعات قرار دے کر ان کا مذاق اڑاتے ہیں اس کتاب میں مصنف نے (بقول خود) کتنی کہانیاں اور من گھڑت واقعات کو پیش کیا ہے ملاحظہ ہو۔

(۱) ص ۲۷ پر مصنف نے ایک واقعہ تحریر فرمایا ہے یہ واقعہ شیعوں کے پٹارے میں سے ایک چٹکلہ ہے جو وہ اکثر احناف کے خلاف پیش کرتے رہتے ہیں اس کا عنوان مصنف نے پیش کیا ہے ''دربار محمود غزنوی میں نماز حنفی ونماز نبوی کا مقابلہ'' بقلم مصنف یہ تحریر کیا گیا کہ امام قفال نے دو رکعت نماز پڑھی اور اسے حنفی نماز قرار دی اور اس طرح پڑھی کہ سلطان محمود غزنوی بددل ہوکر ''غیر حنفی'' ہوگیا، مصنف نے تفصیل نہیں بیان کی کہ غیر حنفی یعنی کون سی تقلیدی پارٹی مالکی، حنبلی، شافعی؟ تاکہ قارئین کو معلوم ہو سکے کہ مصنف کس تقلیدی نماز کو نماز نبوی قرار دے رہے ہیں؟ مالکی یا شافعی یا حنبلی کو؟

(۲) ص ۳۷، پر لکھتے ہیں وہ (مفتی جمیل نذیری صاحب) اپنے عہد ووعدہ، قول وقرار، وعہد وپیمان ہندوستان کی بھاجپا سرکار و بھاجپا پارٹی جیسا ہے.........

(۳) ص ۵۸، پر مصنف نے نماز وتر کے سلسلے میں امام ابوحنیفہؒ کے سلسلے میں ایک کہانی پیش کی ہے اس میں تحریر کیا ہے کہ کسی شخص نے امام ابوحنیفہؒ سے کہا نماز وتر فرض ہے یا نہیں امام موصوف نے کہا فرض ہے شخص مذکور نے کہا دن رات میں کتنی نمازیں فرض ہیں؟ امام موصوف نے کہا پانچ نمازیں فرض ہیں شخص مذکور نے کہا یہ پانچوں نمازوں کے نام گنایئے، امام موصوف، فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشاء، کے نام گنا کر خاموش ہوئے تو شخص مذکور نے پھر پوچھا کہ نماز وتر فرض ہے یا نہیں اور یہ کہ دن رات میں کتنی نمازیں فرض ہیں؟ امام موصوف نے پھر کہا کہ وتر فرض ہے اور وتر کا نام لئے بغیر پانچوں فرض نمازوں کے نام گنا دیئے اس پر شخص مذکور نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ آپ گنتی ٹھیک نہیں گن پاتے ہیں، یہی واقعہ ص ۴۹۶ پر پیش کیا ہے اس میں تحریر فرمایا کہ امام ابوحنیفہؒ وتر کو واجب کہتے تھے ان سے کسی من چلے نے پوچھا دن میں کتنی نمازیں واجب ہیں امام ابوحنیفہؒ نے کہا پانچ نمازیں واجب ہیں............آپ کو گنتی گننی نہیں آتی۔ ص ۵۶۵ پر لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ وتر کو فرض اور پنج گانہ فرض نمازوں کی تعداد پانچ بتلائے تھے، اہل علم نے امام حنیفہؒ سے کہا............آپ کو

گنتی ٹھیک سے گنی نہیں آتی اس پر بھی امام ابوحنیفہؒ خاموش رہے۔

(۴) ص ۹۶ پر موصوف نے امام ابوحنیفہؒ کے سلسلہ میں ایک لطیفہ بھی پیش کیا ہے تحریر فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ حج کرنے گئے تو احرام کھولنے کے وقت بال مونڈانے یا تراشنے کیلئے نائی کے سامنے پہلے سر کے داہنی جانب کو پیش کرنیکے بجائے بائیں جانب کو پیش کیا نیز اور بھی کئی باتیں خلاف شرع کیں تو نائی نے انہیں پر معاملے میں ٹوکا، امام ابوحنیفہؒ کا کہنا ہے کہ میں نے اس نائی سے کئی شرعی احکام سیکھے۔

(۵) ص ۳۲۳ پر موصوف نے مشہور حنفی محدث امام عبداللہ بن مبارکؒ جو امام ابوحنیفہؒ سے بہت عقیدت رکھتے تھے ان کے مناظرے کی کہانی بھی پیش کر دی چنانچہ عنوان پیش کیا ہے ''مسئلہ رفع الیدین پر امام ابن مبارکؒ و امام ابوحنیفہؒ کا مناظرہ''۔

(۶) ص ۳۲۵ پر موصوف نے امام اوزاعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے مشہور مناظرے میں تبدیلی بھی پیش کر دی اور اس میں امام ثوریؒ کو بھی داخل کر دیا۔

''مصنف اور دوسروں کی رائے وقیاس''

(۱) سر کا مسح ایک سے زیادہ مرتبہ کرنے کے سلسلے میں مصنف موصوف نے امام شافعیؒ اور دیگر اہل علم کی رائے کو پیش کیا ہے چنانچہ ص ۱۰۲ پر لکھتے ہیں ''امام شافعیؒ اور متعدد اہل علم مسح سر دوسری تیسری مرتبہ سنت کو مستحب قرار دیتے ہیں،''

(۲) کانوں کے مسح کے سلسلے میں موصوف نے حافظ بن حزم اور متعدد دیگر حضرات کی رائے کو پیش کیا ہے ملاحظہ ہو ص ۱۰۴،

(۳) گردن کے مسح کے سلسلے میں مصنف نے ص ۱۰۵ پر احیاء العلوم کا حوالہ دیا ہے جبکہ ص ۵۵ پر تحریر فرماتے ہیں'' یہ معلوم ہے احیاء العلوم نے بہت ساری موضوع و مکذوب وغیرہ ثابت و بے اصل روایات بھری ہیں۔

(۴) عورت کو چھونے سے وضو کے مسئلہ میں ص ۱۴۲ پر حافظ ابن حزم کے قیاس (اجتہاد) کو پیش کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں ''ہمارے نزدیک حافظ ابن حزم کا بیان کردہ مذکورہ بالا موقف ہی صحیح ہے''۔

(۵) ص ۱۶۶ پر لکھتے ہیں کہ مفتی نذیری کے بیان کا حاصل یہ ہے ''شفق'' کی دو قسم ہے شفق احمر اور شفق ابیض .... شفق احمر و ابیض کے درمیان کوئی تفریق نہیں کی گئی ہے، شریعت کی طرف یہ تفریق مفتی نذیری نے خود ساختہ طور پر منسوب کر رکھی ہے، جب کہ ص ۱۶۷ پر لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ ہمارے رسول ﷺ نے فرمایا ''الشفق الحمرۃ'' وہ شفق احمر (سرخی) ہے۔

(۶) ص ۲۳۰ پر لکھا ہے'' حافظ ابن حزمؒ نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ عورتوں کا مسجد میں نماز با جماعت مردوں کے ساتھ پڑھنا زیادہ ثواب کا ذریعہ ہے''۔

(۷) ص ۳۲۰ پر رقم طراز ہیں ''ایک صحابی اور دو تابعین کی زینت نماز قرار دی ہوئی یہ بات حکماً حدیث نبوی ﷺ کا درجہ رکھتی ہے۔

(۸) ص ۴۴۳ پر ابوبکر بن عیاش نھشلی پر جرح کرتے ہوئے انہیں ضعیف، کثیر الغلط، کثیر الخطاء جداً وغیرہ لکھا ہے لیکن ص ۴۹۱ پر امام ابوحنیفہؒ پر ابوبکر بن عیاش کی جرح کو پیش کیا ہے۔

غیر صحیح احادیث

مصنف نے جن روایات کو پیش کر کے انکے غیر صحیح ہونے کا خود اقرار کیا ہے صرف ان ہی روایات کو پیش کیا جا رہا ہے۔

(۱) ص ۲۳ ''ایک نبوی پیش گوئی'' کے تحت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت کو پیش کیا اور ص ۲۴ پر لکھا ''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی یہ موقوف حدیث معنوی طور پر نبوی پیش گوئی ہے۔''

(۲) ص ۶۶ پر حضرت حذیفہ بن یمانؓ کی روایت کو پیش کر کے لکھا ''حضرت حذیفہؓ کی یہ موقوف حدیث معنوی طور پر حدیث نبوی کے درجہ میں ہے۔''

(۳) ص ۹۲ پر ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کی روایت پیش کرتے ہوئے لکھا۔'' کیوں کہ صواب یہ ہے کہ ابن جریج نے سلیمان بن موسیٰ سے اسے مرسل سند

کیساتھ بایں روایت کیا ہے۔''

(۴) بہنے والے خون سے وضوٹوٹنے پر بحث میں ص ۱۳۸ پر حضرت ابن عباسؓ کی روایت پیش کی اور اس کے ایک راوی عبدالما لک پر بحث کرتے ہوئے انہیں مجہول لکھاہے۔

(۵) نماز فجر اور نماز عصر کے بعد نماز کے سلسلے میں بحث کرتے ہوئے ص ۱۹۱ پر قیس بن عمرالانصاری کی روایت کو پیش کیا اور ص ۱۹۲ پر لکھا واضح رہے کہ اس حدیث کی بعض سندیں مرسل ہیں''

(۶) اقامت کے بعد سنت فجر پڑھنے کے متعلق ابن ابی شیبہ کی روایت کو پیش کیا ہے اور ص ۲۲۰ پر لکھا ''یہ روایت مرسل ہے''

(۷) ص ۲۲۱ پر مذکورہ سلسلہ میں روایت کو پیش کیا اور لکھا ''مذکورہ بالا روایات کی سندیں اگر چہ کمزور ہیں۔''

(۸) ص ۲۲۲ پر اسی سلسلے میں روایت پیش کرتے ہوئے لکھا ''مذکورہ بالا روایت کی سند کے دوروا ۃ پرا گر چہ کلام ہے۔''

(۹) دوقرآنی آیتوں سے رکوع کے وقت رفع الیدین کے مسنون ہونے پر دلیل قرار دی ہوئی روایت پر بحث کرتے ہوئے ص ۳۲۱ پر راوی اصبغ بن نباتہ کو ضعیف قرار دیا۔

(۱۰) رفع الدین نماز کی زینت ہے اسبارے میں ایک روایت کو پیش کیا اور ص ۳۳۰ پر لکھا ''ایک صحابی اور دوتابعین کی زینت نماز قرار دی ہوئی یہ بات حکماً حدیث نبوی ﷺ کا درجہ رکھتی ہے۔''

(۱۱) حضور اکرم ﷺ وصال تک رفع الیدین کرتے رہے اس سلسلے میں ص ۳۳۱ پر عبداللہ بن عمرؓ کی روایت کو پیش کیا اور ص ۳۳۲ پر لکھا مذکورہ بالا روایت پر مفتی نذیری نے کلام کیا ہے مگر ہم اسے اس کے شواہد ومتابع کی بناء پر صحیح قرار دیئے ہوئے ہیں۔

(۱۲) حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے رفع الیدین کے سلسلے میں میمون مکی کی روایت کو پیش کیا ہے اور ص ۳۴۹ پر لکھا مگر اس روایت کی سند لائق بحث ونظر ہے۔

(۱۳) ص ۳۵۹ اور ص ۳۶۰ پر حضرت مالک بن حویرثؓ کی روایت کو پیش کرتے ہوئے لکھا اس میں تدلیس پائی جاتی ہے۔ اور مسند ابی یعلیٰ کی روایت میں بھی تدلیس کا اقرار کیا۔

(۱۴) رفع الیدین سے متعلق حدیث ابن عمرؓ کو جزء رفع یدین سے پیش کیا اور اس کے متعلق ص ۳۶۱ پر تحریر فرمایا ''یہ حدیث اگر چہ موقوف ہے یعنی صرف فعل ابن عمرؓ ہے مگر معنوی طور پر یہ مرفوع حدیث نبوی کے حکم میں ہے۔''

(۱۵) ص ۳۶۲ پر محارب بن دثار کی روایت پیش کر کے لکھا ''مذکورہ بالا حدیث کے سبھی رواۃ ثقہ ہیں، عاصم بن کلیب پر صرف اتنا کلام ہیکہ جس روایت کی نقل میں منفرد ہیں وہ حجت نہیں۔''

(۱۶) ص ۳۶۳ پر حضرت نافع کی روایت کو پیش کیا اور لکھا کہ ''مذکورہ بالا حدیث کے رواۃ ثقہ ہیں صرف اس کے راوی عیسیٰ بن ابی عمران رملی مجروح ہیں۔''

(۱۷) ص ۳۶۵ پر حضرت ابوہریرہؓ کی روایت نقل کرنے کے بعد لکھا ''اس حدیث کے سبھی رواۃ ثقہ ہیں البتہ اس کے ایک راوی اسماعیل بن عیاش جب غیر شامی رواۃ ہے سے روایت کرتے ہیں تو وہ بلا متابع قابل استدلال نہیں ہوتی۔''

(۱۸) ص ۳۶۶ پر حضرت ابن عباسؓ کی روایت نقل کرنیکے بعد تحریر فرمایا ''اس روایت کے بنیادی راوی نضر بن کثیر سعدی ازدی کے بابت ابن حبان نے کہا ثقہ رواۃ کے حوالہ سے موضوع روایات نقل کرتا تھا اس سے استدلال کسی حال میں بھی جائز نہیں۔''

(۱۹) ص ۳۶۷ پر حضرت ابن عباسؓ کی ابن ماجہ کی روایت پیش کر کے لکھا ''اس سند کے بنیادی راوی عمر بن ریاح عبدی بصری......مجروح وغیر ثقہ ہیں۔''

(۲۱) ص ۳۷۲ پر حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایت کو پیش کیا اور لکھا کہ ''اس روایت کی سند کے راوی نصر بن باب بن سہل خراسانی مروزی متوفی ۱۹۳ھ متروک

وغیر ثقہ ہیں نصر نے یہ روایت حجاج بن ارطاۃ سے نقل کی جومختلف فیہ مدلس ہیں۔‘‘

(۲۲)ص۳۷۲پر ابن ماجہ کی روایت پیش کر کے تحریر فرمایا’’اس سند کی بنیادی راوی افدہ بن قضاعہ غسانی متروک وغیر ثقہ ہیں اوران سے اوپر والی سند میں عبیداوران کے باپ دادا کے درمیان انقطاع ہے۔‘‘

(۲۳)ص۳۸۶پر جزء رفع یدین کی روایت کونقل کر کے تحریر فرماتے ہیں’’اس روایت کی سند کے سبھی رواۃ ثقہ ہیں البتہ محمد بن اسحاق ثقہ ہونیکے باوصف مدلس ہیں اور یہ روایت بلاتصریح تحدیث معنعن نقل کی ہےاس لئے معلول ہے۔‘‘

(۲۴)ص۳۸۹پر حضرت عتبہ بن عامر جہنی امام مصر وعامل مصر کے فعل کونقل کر کےص۳۹۰پر فرماتے ہیں’’مذکورہ بالا حدیث معتبر وحسن سندوالی ہےاور معنوی طور پرمرفوع حدیث کے حکم میں بھی ہے۔‘‘

(۲۵)ص۴۲۳اور۴۲۴پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے فعل کوتحریر فرما کر لکھتے ہیں’’اوراس حدیث کوابن عمرؓ کا مرفوعاً روایت کرنا ثابت ہے‘‘

(۲۶)حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت پیش کر کےص۴۲۸پر لکھا کہ’’اگرچہ اس کی سند ساقط الاعتبار ہے‘‘

(۲۷)تاوفات رسول اللہﷺ رفع الیدین کی مرفوع روایت کے بارے میں بحث کرتے ہوئے۵۰۸پر لکھتے ہیں’’ظن غالب سے کہ حدیث مذکورہ خلوی کی کسی کتاب میں مرقوم ہوگی‘‘

(۲۸)ص۵۷۸پر امام عبدالرزاق سے حضرت ابن عباسؓ کی روایت کوپیش کر کے تحریر فرماتے ہیں’’اس حدیث کا معنوی طور پر مرفوع ہونا ظاہر ہے۔‘‘

(۲۹)ص۶۰۰پر حضرت ابوایوبؓ کی روایت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں’’کیا جس حدیث کواکثر محدثین موقوف اورتھوڑے سے مرفوع کہیں اس کا مرفوع ہونا غلط ہوتا ہے۔‘‘

(۳۰)ص۶۰۷پرتحریر فرماتے ہے’’ایک منقطع السند روایت میں ہے کہ سعد بن ابی وقاصؓ کے اس طریق وتر پر ابن مسعودؓ نے نکیر کی تو..............‘‘

(۳۱)ص۶۱۴پر امام محمد بن نصر مروزی کے قول کونقل کے فرمایا’’افسوس یہ ہے کہ محمد بن نصر مروزی کی کتاب اللیل کی بہت ساری روایات کی سندوالے کوامام احمد بن علی مقریزی نے تلخیص کی غرض سے حذف کردیا..........اس لئے مذکورہ بالا حدیث کی سند پرحکم لگانے سے قاصر ہیں۔‘‘

(۳۲)مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت کوپیش کر کے۶۱۴پر لکھتے ہیں’’لیث مختلط ہو گئے تھے۔‘‘

(۳۳)۶۱۶پر حضرت عمرؓ کے فعل کے بارے میں ایک روایت پیش کر کے راوی پر بحث کرتے ہوئے لکھا’’موصوف قابوس صحیح الحدیث نہیں مگر حسن الحدیث ہیں۔‘‘

(۳۴)نماز عید کی زائد تکبیروں پر بحث کرتے ہوئے حضرت ابن عباسؓ کی روایت کوپیش کر کےص۶۵۲پر لکھتے ہیں’’ہاں منفرداً حاکم ودارقطنی وبیہقی والی اس روایت کی سند کے بعض رواۃ پر کلام ہے۔‘‘

(۳۵)ص۶۵۲پرحضرت ابن عباسؓ کی روایت پر بحث کرتے ہوئے لکھا کہ’’اس کی سند بھی اگرچہ ضعیف ہے...............‘‘

(۳۶)ص۶۵۲پر امام محمد بن علی باقر کی روایت کے سلسلے میں لکھا’’اس کی سند میں اگرچہ کچھ کلام ہے۔

عجلت میں ورق گردانی کرتے ہوئے یہ حال ہے صرف ان روایات کا جن کا غیر صحیح ہونا خود مصنف کے اقرار سے ہے اگر دیگر روایات کا بالتفصیل جائزہ لیا جائے تو نہ جانے کتنی روایات’’غیر صحیح‘‘ثابت ہوں گی۔جنکو مصنف نے موقوف وضعیف ومعلول ہوتے ہوئے بھی اپنی اختراعی اصطلاحات’’تواتر معنی‘‘،’’حدیث متواتر المعنی‘‘،’’حدیث متواتر واضح المعانی‘‘،’’متواتر المعنی سند‘‘وغیرہ وغیرہ کے ذریعے نہ صرف’’صحیح‘‘بلکہ’’متواتر‘‘تک لکھ دیا ہے۔

٥بسم اللہ الرحمٰن الرحیم٥

''فضائل اعمال یا بربادیٔ اعمال'' نامی کتاب کا ایک مختصر جائزہ اور تبصرات

''تبلیغی نصاب یا تخریبی نصاب، فضائل اعمال یا بربادیٔ اعمال'' نامی کتاب نثار محمد پائنکر ایم ایس سی نے تبلیغی جماعت کے نصاب ''فضائل اعمال'' میں غلطیاں تلاش کرنے کیلئے لکھی اور اسکے ذریعہ عوام کو تبلیغی نصاب سے برگشتہ کرنیکا ارادہ بھی ہے خود مصنف ص ۴۲ پر لکھتے ہیں۔ ''ہماری کتاب کے صفحات اجازت نہیں دیتے کہ فضائل اعمال کی تمام موشگافیوں کو طشت از بام کیا جائے۔'' اور ص ۴۳ پر لکھتے ہیں ''البتہ فضائل رمضان میں ڈھونڈنے کے باوجود ہمیں کوئی کمزور شق نظر نہیں آئی'' چنانچہ مذکورہ کتاب کا مقصد ہی یہ سمجھ میں آیا کہ عوام جو اس (تبلیغی) جماعت کے ذریعہ انسان بن رہے ہیں انہیں اس سے بدظن کیا جائے لیکن اس کتاب کے مختصر سے جائزہ پر یہ سمجھ میں آیا کہ

شیشے کے گھر میں بیٹھ پتھر ہیں پھینکتے دیوار آہنی پہ حماقت تو دیکھئے۔

عوام الناس مصنف کی اس دروغ گوئی سے جھانسے میں نہ آئیں اس لئے جائزہ اور تبصرات پیش خدمت ہیں۔ اس جائزہ میں کچھ سوالات بھی قائم ہوگئے ہیں اسلئے جو حضرات اس کتاب کی ترویج واشاعت میں لگے ہوئے ہیں ان کے ذمہ لازم ہے کہ وہ ان سوالات کے جوابات بھی دیں۔

ص ۵ پر ہے ''پیش لفظ ضرور پڑھیئے''

تبصرہ :۔ اسلئے کہ یہ ایک غیر سند یافتہ کا تحریر کردہ ہے۔ ص ۶ پر خود مصنف لکھتے ہیں ''میں کوئی سند یافتہ عالم نہیں۔ شرعی مسائل پر کوئی کتاب لکھنے کیلئے میں سند کو ضروری بھی نہیں سمجھتا۔'' جبکہ اپنے ''مفید مشورے'' میں مصنف حضرت جی سے درخواست کرتے ہیں۔ ''اس نئی کتاب کی تالیف کیلئے علماء کی ایک کمیٹی تشکیل دی جائے'' ''صحابہ کے قصے بیان کرتے وقت صرف وہی واقعات لئے جائیں جو صحیح سند سے ثابت ہیں اور ان کے صحیح ہونے پر کسی کو اختلاف نہ ہو۔'' (ص ۷۰)

ص ۹ پر ہے :۔ (۱) ''تبلیغی نصاب کی مشرکانہ تعلیمات'' ص ۱۰ پر ہے ''ارحوالہ: فضائل درود ص ۱۰۸ ایا ص ۱۰۹

واقعہ ص ۴۶:۔ حضرت سفیان ثوریؒ نے دیکھا کہ ایک شخص قدم قدم پر درود پڑھتا ہے تو اس کی دلیل پوچھی۔............تب سے میں قدم قدم پر درود پڑھا کرتا ہوں۔''

ص ۱۱ پر ہے :۔ (۲) حوالہ:۔ فضائل درود ص ۱۰۶ ایا ص ۱۰۷ واقعہ ص ۴۳:۔ ''حضرت سفیان ثوریؒ نے ایک شخص کو قدم قدم پر درود پڑھتے ہوئے دیکھا تو اس کی وجہ پوچھی۔۔۔۔۔۔اسی لئے میں قدم قدم پر درود پڑھتا ہوں'' مذکورہ دونوں واقعات بیان کرکے مصنف نے کچھ اشکالات بیان کیا ہے۔ اور لکھا کہ ''بہرحال ان اشکالات کے تشفی بخش جوابات حاصل کرنے کیلئے ہم نے تبلیغی جماعت سے منسلک علماء، بزرگان دین او پرانے ساتھیوں سے رجوع کیا ۔۔۔۔۔۔ بعض نے عجیب عجیب تاویلات پیش کیں۔'' آگے ص ۱۳ پر موصوف نے چھ تاویلات کو پیش کیا چھٹی تاویل میں وہ لکھتے ہیں ''بعض نے کہا کہ چونکہ خواب کا واقعہ ہے اور خواب میں کچھ بھی ہوسکتا ہے اس لئے اس سے کوئی دلیل نہیں نکلتی۔ (ص ۱۵)'' ص ۱۷ پر لکھتے ہیں ''واقعہ نمبر ا کو بھی خواب پر محمول کیا جائے تب بھی بات نہیں بنتی۔'' یعنی مصنف نے بھی اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ دونوں واقعات اصل میں خواب ہیں۔ یہ بات بھی ذہن میں رکھنے کی ہے کہ خود حضرت شیخ نے فضائل درود شریف ص ۸۲ پر پانچوں فصل میں مختلف واقعات بیان کرنے سے قبل تحریر فرمایا ہے ''درود شریف کے بارے میں اللہ تعالیٰ شانہٗ کے حکم اور حضور اقدس ﷺ کے پاک ارشادات کے بعد حکایات کی کچھ زیادہ اہمیت نہیں رہتی لیکن لوگوں کی عادت کچھ ایسی ہے کہ بزرگوں کے حالات سے ترغیب زیادہ ہوتی ہے اسی لئے اکابر کا دستور اس ذیل میں کچھ حکایات لکھنے کا بھی چلا آرہا ہے حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے ایک فصل زاد السعید میں مستقل حکایات لکھی ہیں۔ جس کو بعینہٖ لکھتا ہوں'' ملاحظہ ہو ان واقعات کو خود حضرت شیخ زیادہ اہمیت نہیں دے رہے ہیں۔ بلکہ صرف ترغیب کے لئے لکھ رہے ہیں۔ اب یہ بیچارے مصنف کی علمی قابلیت کا نمونہ ہے کہ واقعات اور وہ بھی خواب کے واقعات سے مختلف سوالات تیار کرکے ان کو عقائد کا درجہ دے رہے ہیں نیز ان خوابوں سے شرک تک کا فیصلہ صادر فرمارہے ہیں۔ سوال یہ قائم ہوتا ہے کہ کیا عمل صالح کی ترغیب کیلئے خواب نقل کرنے پر شرک کا حکم لگایا جاسکتا ہے؟ اب رہ گیا ان خوابوں کی حقیقت کا فیصلہ تو مصنف ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں ''قارئین حضرات ان واقعات کی حقیقت جاننے کیلئے

بے چین ہوں گے دراصل جہاں تک میں نے غور کیا مجھے یہ دونوں واقعات بوگس (جعلی) معلوم ہوتے ہیں۔ (ص ۲۱)'' مصنف کی تحقیق کا یہ حال ہے کہ کسی بھی واقعہ کی اصل اور نقل کی بنیاد ان کی غور وفکر پر ہوتی ہے اصل واقعہ کی تحقیقات سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا یعنی واقعات کے سچ یا جھوٹ ہونے کی بنیاد صرف ان کی ذہنی اپج ہوتی ہے۔

ص ۲۴ پر ہے'' (۲) تبلیغی نصاب کی بناوٹی احادیث''

تبصرہ :۔ مصنف کی تحریر سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ گویا حضرت شیخ نے احادیث گڑھ لی ہیں۔ لیکن اصل معاملہ تو کچھ اور ہی ہے مصنف کی یہ خیانت ہے کہ انہوں نے حدیث کی شرح بیان کرنیکے طریقے پر بھی عوام کو گمراہ کرنے کی مذموم کوشش کی ہے مثلاً مصنف نے فضائل اعمال سے چار روایت کو پیش کیا ہے کہ یہ تمام احادیث بناوٹی ہیں (نعوذ باللہ) ص ۲۷ پر لکھتے ہیں۔ '' یہ صرف چار نمونے کے طور پر ہیں۔ ورنہ پوری کتاب میں کئی موضوع احادیث آپ کو ملے گی اب آپ ہی فیصلہ کیجئے کہ یہ کتاب تبلیغی نصاب ہے یا تخریبی نصاب فضائل اعمال ہے یا بربادئ اعمال'' مصنف عوام کو جھانسہ دے رہے ہیں۔ دراصل اکثر محدثین کرام کا حدیث کی شرح کا طریقہ یہ رہا ہے کہ کسی حدیث کی تائید یا اپنے موقف کی حمایت میں بہت سی دیگر روایات کی پیش کش کرتے ہیں۔ کبھی ان تائید کرنے والی روایات کا درجہ بتاتے ہیں اور کبھی نہیں بتاتے ہیں۔ ملاحظہ ہو، بخاری شریف کی شرحیں فتح الباری، عمدۃ القاری، نیز صحاح کی دیگر شرحیں وغیرہ وہی طریقہ حضرت شیخ نے اپنایا ہے بلکہ اکثر جگہ روایات کا درجہ بتا بھی دیا ہے۔ لیکن مصنف عوام کو گمراہ کرنے کیلئے اسے حدیث گڑھنے سے تعبیر کر رہے ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ایسی کتاب لکھنا اپنے ایمان کو غارت کرنا ہے تو کیا فتح الباری و دیگر محدثین کی شرحوں پر یہی حکم لگایا جائے گا:

ص ۲۸ پر ہے'' (۳) تبلیغی نصاب کا عجائب گھر''

تبصرہ :۔ غیر مقلدین اور کچھ ترقی یافتہ حضرات کے نزدیک فرائض وسنن کے علاوہ نمازیں یا عبادات بدعات ہیں۔ بے چاروں کو اللہ رب العزت کی عبادات کے مقابلے میں اپنی آنکھ، جسم، اور بیوی بچوں کے حقوق زیادہ یاد ہیں۔ اسلئے انکے تصور میں اس قسم کی عبادات ممکن ہی نہیں بے چارے بہت سے تو، رات بھر عبادت کرنے کو بدعت کہتے ہیں بلکہ انکے نزدیک رات بھر وضو باقی رہنا ہی ناممکن باتوں میں سے ہے۔ اس کیوجہ ان کی رب العزت کی عبادت کی حلاوت سے ناآشنائی ہے۔ مصنف نے اس باب میں پانچ واقعات کو مثالاً پیش کیا ہے اور ان کے نزدیک یہ رہبانیت ہے۔ جو اولیا اللہ کا وطیرہ رہا ہے وہ ان بے چاروں کے نزدیک بدعت وعجیب وغریب واقعات ہیں۔ اللہ کے حق کے مقابلے میں بیوی بچوں اور جسم کے حقوق تلاش کرتے کرتے انہیں ایک نیا فرض دریافت ہوگیا ہے۔ آج تک اسلام کے پانچ فرائض سنتے آئے تھے اب ایک نیا فرض بھی سامنے آگیا اور وہ ہے رات کا سونا۔ چنانچہ ص ۲۹ پر لکھتے ہیں جب آپؐ سنت کے اتنے پابند ہیں تو پھر کیا رات میں سونے کا حکم نہیں آیا ہے؟''

سوال :۔ اسلام کے پانچ فرائض کی طرح کیا آپ کے نزدیک رات میں سونا بھی فرض ہے؟ کس دلیل سے؟ بغیر اگر مگر کے جواب دیجئے۔

ص ۳۱ پر ہے'' (۴) اوٹ پٹانگ واقعات'' اس باب میں مصنف نے فضائل صدقات سے تین واقعات کو پیش کیا ہے۔ '' (۱) شیخ ابو یعقوب سنوسیؒ کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک مرید آیا اور کہنے لگا کہ میں کل کو ظہر کے وقت مرجاؤں گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اور اللہ کا ہر عاشق زندہ ہی رہتا ہے (فضائل صدقات ص ۴۷۶)'' (۲) '' ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرید کو غسل دیا اس نے میرا انگوٹھا پکڑ لیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ایک اور بزرگ ان کے رفیق آئے انہون نے غسل دیا (فضائل صدقات ص ۴۷۶)'' (۳) '' ایک بزرگ کا قصّہ لکھا ہے کہ وہ روزانہ ایک ہزار رکعت نماز کھڑے ہوکر پڑھتے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کسی نے ان کو مرض الموت کے علاوہ لیٹے ہوئے نہیں دیکھا (فضائل صدقات ص ۴۲۷۔ ۴۲۸)''۔

تبصرہ :۔ واقعات کے سلسلے میں حضرت شیخ نے فضائل نماز ص ۸۸ پر لکھا ہے '' اخیر میں اس امر پر تنبیہ ضروری ہے کہ حضرات محدثین رضی اللہ عنہم اجمعین کے نزدیک فضائل کی روایات میں توسع ہے اور معمولی ضعف قابل تسامح، باقی صوفیا کرام رحمہم اللہ کے واقعات تو تاریخی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ تاریخ کا درجہ حدیث کے درجے سے کہیں کم ہے۔'' یعنی واقعات کو تاریخ کا درجہ حاصل ہے قرآن وحدیث کا نہیں اور وہ بھی ترغیب کے لئے نقل کئے جاتے ہیں ان کا مسائل سے کوئی تعلق نہیں ان قصوں میں سے اکثر قصے '' روض '' نامی کتاب سے نقل کئے گئے ہیں جو لغو اور اوٹ پٹانگ نہیں تسلیم کی جاتی۔

سوال :۔ کیا ترغیب کے لئے واقعات نقل کرنا اوٹ پٹانگ حرکت ہے۔؟

ص ۳۳ پر ہے'' (۵) تبلیغی نصاب کے بے ہودہ اشعار'' اس ضمن میں مصنف نے تبلیغی نصاب کے پانچ اشعار کو پیش کیا ہے اور انہیں بے ہودہ اشعار کہا ہے

نیز اسے بت پرستی سے تعبیر کیا ہے۔

تبصرہ:۔ کاش کے مصنف تنقید کرنے سے پہلے خانقائی تصوف کی کوئی مستند کتاب پڑھ لیتے تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ جن اشعار کو عوام عشق مجازی پر محمول کرتے ہیں وہی اشعار اولیاء اللہ کے نزدیک عشق حقیقی کیلئے پڑھے جاتے ہیں۔ مصنف یہ بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ اشعار کا لکھنا ادبی ضرورت کے تحت ہوتا ہے لیکن چونکہ تنقید کرنا ہے اس لئے تنقید کئے جا رہے ہیں۔

ص ۳۵ پر ہے ۔''(۶) حکایات صحابہ''(ا)''حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی آنکھ میں جب پانی اتر آیا تو آنکھ بنانے والے حاضر خدمت ہوئے ــــــــ جو شخص ایک نماز بھی جان کر چھوڑ دے وہ حق تعالیٰ شانہٗ سے ایسی طرح ملے گا کہ حق سبحانہٗ تقدس اس پر ناراض ہونگے (حکایات صحابہ ص ۶۰)۔''ص ۳۵ میں مصنف لکھتے ہیں ''یہ واقعہ جناب نے درمنثور سے نقل کیا ہے جو ایک غیر مستند کتاب ہے۔

تبصرہ:۔ کتاب لکھنے کیلئے سند کو ضروری نہ سمجھنے والے مصنف کو درمنثور بھی غیر مستند نظر آ رہی ہے بڑی حیرت کی بات ہے ص ۳۵ پر مصنف لکھتے ہیں ''کیا مفسرِ قرآن حضرت ابن عباسؓ کو اتنی سی بات کا علم نہیں تھا کہ علاج کرنا فرض ہے اور اس سے روگردانی کر کے آنکھ کو کھو دینا گناہ ہے؟۔''

سوال:۔اسلام کے پانچ فرائض کی طرح کیا آپ کے نزدیک علاج کرنا بھی فرض ہے اور اس سے روگردانی کرنا گناہ ہے؟ دلیل دیجئے۔

ص ۳۶ پر ہے''(۲) پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ خلافت میں جب روم کی لڑائی ہوئی تو اس میں عکرمہؓ بھی شریک ہوئے اور یہ بھی ساتھ تھیں۔ حضرت عکرمہؓ اس میں شہید ہو گئے۔ تو خالد بن سعید نے ان سے نکاح کر لیا اور اسی سفر میں مرج الصفر ایک جگہ نام ہے وہاں رخصتی کا ارادہ کیا بیوی نے کہا کہ ابھی دشمنوں کا جمگھٹا ہے اس کو نمٹنے دیجئے۔ خاوند نے کہا کہ مجھے اس معرکہ میں اپنے شہید ہونے کا یقین ہے وہ بھی چپ ہو گئیں اور وہیں ایک منزل پر خیمہ میں رخصتی ہوئی''(حکایات صحابہ ص ۱۲۷)۔

تبصرہ :۔ اس واقعہ پر مصنف نے تین باتیں بطور اعتراض پیش کی ہیں۔''(۱) مؤلف کا کہنا ہے۔ کہ صحابیہ ام حکیم بنت حارثؓ نے عدت گذارے بغیر ہی خالد بن سعیدؓ سے نکاح کیا۔''(۲) جنگ یرموک صرف چند روز تک جاری رہی ایسی صورت میں جنگ کی معیاد میں عدت پوری ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔''(۳)''مذکورہ واقعہ صحابی اور صحابیہ کی شان میں گستاخی ہے۔''

مصنف نے جس طرح بے باکی سے اعتراف کیا ہے کہ وہ سند یافتہ عالم نہیں اس کے بعد بھی یہ کتاب لکھ رہا ہوں صرف اسی جملے سے اس کتاب پر اعتماد کرنے سے بچنا چاہئے تھا۔ اس اعتراف کے بعد مصنف نے انتہائی بے ہودگی سے حضورﷺ کی ذات اقدس اور صحابہ کرامؓ کی ذات پر بیجا جرأت کا اظہار اپنی تحریروں میں کیا ہے۔ موصوف ان حضرات میں سے ہیں جن کے دین کی بنیاد ان کی اپنی عقل ہوتی ہے۔ اور دین کو اپنی سمجھ کے مطابق تصور کرتے ہیں بلکہ اس پر اصرار بھی کرتے ہیں (ان کی سمجھ کا اندازہ تو آنے والی تحریر سے ہو ہی جائے گا)۔ جو حضرات بے سوچے سمجھے ایسی بے ہودہ اور جہالت سے پُر کتاب کی ترویج و اشاعت میں لگے ہوئے ہیں وہ بھی مصنف کے شریک۔ نہ صرف مصنف کو بلکہ انکے حوارین کو بھی توبہ کرنا چاہئے اور اس قسم کی خرافات سے رجوع کرنا چاہئے۔ قارئین کو درج ذیل تحریر سے مصنف کی عقل و فہم اور مکر و فریب کا اندازہ ہو جائے گا۔

پہلی بات وہ تحریر کرتے ہیں''مؤلف کا کہنا ہے کہ صحابیہ ام حکیم بنت حارثؓ نے عدت گذارے بغیر ہی خالد بن سعیدؓ سے نکاح کیا۔'' یہ مصنف کی کذب بیانی ہے پورا واقعہ پڑھ لیا جائے کہیں بھی اس کا شائبہ تک نہیں ہے یہ صرف موصوف کا اپنا تصور ہے حضرت شیخ پر اتہام باندھنے کیلئے۔

دوسری بات تحریر کرتے ہیں''جنگ یرموک صرف چند روز تک جاری رہی ایسی صورت میں جنگ کی میعاد میں عدت پوری ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔'' چونکہ حضرت شیخ پر اتہام لگانا ہے اس لئے بغیر عدت کے نکاح کا خود ہی تصور کیا اور اسے صحیح ثابت کرنے کے لئے زور لگا رہے ہیں دیکھئے حضرت شیخؒ نے واقعہ میں لکھا ہے''پھر ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ خلافت میں جب روم کی لڑائی ہوئی تو اس میں عکرمہؓ بھی شریک ہوئے اور یہ بھی ساتھ تھیں ــــــــ'' رومیوں سے مقابلے کیلئے نکلے ہوئے لشکر سے متعدد جگہ غزوات ہوئے۔ اور حضرت عکرمہؓ غزوۂ اجنادین میں شہید ہوئے مصنف کا جملہ کہ صحابیہ ام حکیمؓ نے عدت گذارے بغیر ہی خالد بن سعیدؓ سے نکاح کیا یہ صحابیہ کی شان میں گستاخی کے مترادف ہے اتنی محتاط صحابیہ جن کا عفت و عصمت کا قصہ مشہور ہے کہ کسطرح اپنے شوہر عکرمہؓ سے پہلے ایمان لائیں حضورﷺ سے شوہر کے لئے پناہ طلب کی اور شوہر کو ڈھونڈنے کیلئے رومی غلام کو لے کر ساتھ چلیں رومی غلام نے پھسلانا چاہا تو اس کے خلاف قبیلہ عک سے مدد طلب کی اپنے شوہر کے ساتھ واپس ہوئیں تو رومی غلام کی بات بتائی عکرمہؓ نے اس غلام کو

(غصہ میں) قتل کر دیا (راستہ میں) عکرمہؓ نے اپنی بیوی سے صحبت کرنی چاہی لیکن انہون نے انکار کر دیا اور یہ کہا کہ تم کافر ہو اور میں مسلمان ہوں۔ پھر عکرمہؓ نے حضور ﷺ کے ہاتھ پر ایمان لائے۔ حضور اکرم ﷺ نے (تجدید نکاح کے بغیر ہی) پہلے نکاح کی بنیاد پر ہی حضرت ام حکیم کو انکے نکاح میں باقی رکھا (اخرجہ، واقدی) ابن عساکر فی کنز العمال بحوالہ حیات صحابہ ص ۲۲۷ ج ۱/ ایسی زبردست متقی پرہیزگار صحابیہ کے بارے میں یہ کہنا یا تصور ہی کرنا کہ بغیر عدت گذارے نکاح کر لیا بڑے افسوس کی بات ہے۔

تیسری بات مصنف لکھتے ہیں۔ ''بتایئے یہ مذکورہ صحابی اور صحابیہ کی شان میں گستاخی ہے کہ نہیں'' حضرت شیخ نے لکھا ہے ''اسی سفر مرج الصفر ایک جگہ کا نام ہے وہاں رخصتی کا ارادہ کیا۔۔۔۔اور وہیں ایک منزل پر خیمہ میں رخصتی ہوئی۔'' یہ کوئی شرمناک بات نہیں اور نہ ہی اسلامی شان یا مسئلہ کے خلاف ہے۔ امام بخاریؒ نے تو باقاعدہ ایک باب باندھا ہے ''تازہ شادی کی ہو اور وہ جہاد میں جائے'' اس باب میں جابرؓ کی حدیث ہے۔ اور اس کے بعد باب باندھا ہے ''اگر تازہ شادی کی ہو تو اپنی بیوی سے صحبت کر کے جہاد میں جائے۔'' اس باب میں ابوہریرہؓ کی حدیث ہے (صحیح بخاری ص ۴۱۶۔ ۴۱۷ ج ۱) دراصل مصنف کی یہ تمام باتیں اسلامی مسائل سے جہالت کی بناء پر ہیں۔

ص ۳۷ پر ہے ''(۳) احد کی لڑائی میں جب نبی اکرم ﷺ کے چہرۂ انور یا سرِ مبارک میں خود کے دو حلقے گھس گئے تھے۔ تو حضرت ابوبکر صدیقؓ دوڑے ہوئے آگے بڑھے۔۔۔۔۔۔۔ ان حلقوں کے نکلنے سے حضور ﷺ کے پاک جسم سے خون نکلنے لگا۔ تو حضرت ابوسعید خدریؓ کے والد ماجد مالک ابن سنانؓ نے اپنے لبوں سے اس خون کو چوس لیا اور نگل لیا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس خون میں میرا خون ملا ہے اس کو جہنم کی آگ نہیں چھو سکتی''

(حکایات صحابہ ص ۱۷۲۔ ۱۷۳)

تبصرہ:۔ مصنف نے یہاں خون کے حرام ہونے کی بحث چھیڑی ہے۔ خون پینا حرام ہے اس سے کسی کو انکار نہیں ہے لیکن مصنف ص ۳۷ پر لکھتے ہیں' مولوی زکریا صاحب نے اس واقعہ کو نقل کر کے خون جیسی حرام شئے کے حلال ہونے کی تصدیق فرمادی ہے۔'' مصنف نے فضائل اعمال کے خلاف لوگوں کو ورغلانے کے ....کوشش کی ہے اور اس سلسلے میں انہوں نے ایک صحیح بات کا ناجائز فائدہ اٹھایا ہے ''فضائل اعمال'' نام ہی اسبات کا ثبوت ہیکہ اس کتاب سے ترغیب مقصود ہے اس سے مسائل کا استنباط نہیں کیا جاتا ہے۔ حضرت شیخ نے یہ واقعہ بارھویں باب میں ''حضور اقدس ﷺ کے ساتھ محبت کا نمونہ'' کے تحت ذکر کیا ہے۔ اس واقعہ سے ان کا مقصود صحابہ کرامؓ کی حضور اقدس ﷺ سے محبت کو دکھلانا ہے۔ رہ گئی یہ بحث کہ ''حضور ﷺ کے فضلات، پیشاب پاخانہ سب پاک ہیں۔'' اس معاملے میں علماء کا اختلاف ہے۔ جمہور علمائے اہلسنت حضور ﷺ کے فضلات کے طاہر ہونے کے قائل ہیں۔ اور اس کو حضور اقدس ﷺ کی خصوصیت بتاتے ہیں۔ حضرت شیخؒ نے ''کتب فضائل پر اشکالات اور ان کے جوابات'' میں اعتراض پر مفصل بحث فرمائی ہے وہاں دیکھا جاسکتا ہے لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ مصنف نے اس واقعہ پر جس ڈھنگ سے بحث کی ہے وہ قابل شرم اور قابل تشویش ہے اس بحث میں مصنف کے جملے ملاحظہ ہوں۔ ''بالفرض یہ مان لیا جائے کہ چند صحابہ کو اس آیت کا علم نہیں تھا یا محبت کے جوش میں آکر انھوں نے خون پی لیا۔ تو یہ بات کسطرح ہضم ہوسکتی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے انھیں منع کرنے کی بجائے الٹے اور ترغیب دی دوزخ سے خلاصی کی بشارت دی اور آئندہ کیلئے بھی اجازت مرحمت فرمادی۔'' (ص ۳۹) ''کیا رسول اللہ ﷺ نے قرآن کے خلاف عمل کی تائید فرما کر اپنی ڈیوٹی سے کوتاہی کی؟'' (ص ۳۹) **(نعوذبالله من ذلک)**

ص ۴۰ پر ہے ''(۷) فضائل نماز'' ''کیا حضرت امام ابوحنیفہؒ عالم الغیب تھے؟''

''حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کا قصہ مشہور ہے کہ وضو کا پانی گرتے ہوئے یہ محسوس فرمالیتے تھے کہ کون سا گناہ اس میں ڈھل رہا ہے'' (فضائل نماز ص ۱۳) ''دوسری بات یہ کہ امام اعظم کو اللہ تعالیٰ نے جزوی طور پر عالم الغیب بنایا تھا کہ آپ کو لوگوں کے گناہ پر اطلاع ہو جاتی تھی؟ یہ صفت تو رسول اللہ ﷺ کو بھی نہیں ملی؟'' ''تیسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ عیوب کو چھپانے والا ہے وہ کس طرح کسی کو ایسی قوت عطا فرمائے گا کہ لوگوں کے گناہ عیاں ہو جائیں۔''

تبصرہ:۔ اسے کہتے ہیں نیم ملّا خطرۂ ایمان۔ اس واقعہ سے بیچارے مصنف کی عقل میں تین باتیں عیاں ہوتی ہیں اور تینوں انتہائی خطرناک جس سے ایمان تک خطرے میں ہو جائے اور اس کی بنیاد یہ ہے کہ جو کچھ ان کی سمجھ میں آتا ہے وہی بات سچ ہے۔ ایک تو مجتہد مطلق دوسرے اللہ کے رسول ﷺ اور تیسرے اللہ رب العزت کی ذات کے سلسلے میں ان تمام گمراہ کن خیالات کی بنیاد صرف یہ مفروضہ ہے کہ کوئی شخص کسی بھی حالت میں کسی کے گناہوں پر مطلع نہیں ہوسکتا اور اسی مفروضے کی بنیاد پر یہ تمام پُر خطر تحریر سپرد کاغذ کر دی جب کہ موصوف کو پہلے اپنے مفروضے کی جانچ کرنا چاہئے ان کا یہ مفروضہ صراحتاً رد

ہوتا ہے ایک حدیث ہے وہ یہ ہے کہ ''حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ نبی ﷺ دو قبروں پر گذرے دونوں پر عذاب ہو رہا تھا۔ پس فرمایا بے شک ان دونوں کو عذاب دیا جارہا ہے اور کبیرہ گناہوں پر عذاب نہیں دیا جارہا ہے (بلکہ) ان دونوں میں سے ایک پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کرتا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔'' (صحیح بخاری ص ۱۸۲ ج ۱) اور دو روایات تو خود حضرت شیخؒ نے فضائل رمضان میں تحریر کی ہیں۔ ''نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں دو عورتوں نے روزہ رکھا روزہ میں اس شدت سے بھوک لگی کہ نا قابل برداشت بن گئی ہلاکت کے قریب پہنچ گئیں صحابہؓ کرامؓ نے نبی ﷺ سے دریافت کیا تو حضور ﷺ نے ایک پیالہ ان کے پاس بھیجا اور ان دونوں کو اس میں قئے کرنے کا حکم فرمایا دونوں نے قئے کی تو اس میں گوشت کے ٹکڑے اور تازہ کھایا ہوا خون نکلا لوگوں کو حیرت ہوئی تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انہوں نے حق تعالیٰ کی حلال روزی سے روزہ رکھا اور حرام چیزوں کو کھایا کہ دونوں عورتیں لوگوں کی غیبت کرتی رہیں (فضائل رمضان ص ۲۷)''۔ دوسری روایت ہیکہ ''نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ چند لوگوں کو دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ دانتوں میں خلال کروانہوں نے عرض کیا ہم نے آج گوشت چکھا بھی نہیں حضور ﷺ نے فرمایا کہ فلاں شخص کا گوشت تمہارے دانتوں کو لگ رہا ہے (معلوم ہوا کہ اس کی غیبت کی تھی) (فضائل رمضان ص ۲۸)''۔ ان روایات سے مصنف کی تینوں باتوں کی واہی تباہی رد ہو گئی اور مصنف کا مفروضہ ''کوئی شخص کسی بھی حالت میں لوگوں کو گناہوں پر مطلع نہیں ہوسکتا۔'' ریت کی ڈھیر کی طرح ڈ.........گیا۔ اور اس سے اللہ تعالیٰ کی ستاری کی صفت پر کوئی حرف نہیں آتا یہ صرف مصنف کی منطق تھی۔

ص ۴۰ پر ہے ''ایسے ہی حضرات (بزرگوں اور مشائخ) کی خوشنودی وسیلہ نجات اور کفارۂ سیأت ہوسکتی ہے'' (فضائل تبلیغ ص ۳)۔

تبصرہ:۔ مصنف ص ۴۱ پر لکھتے ہیں ''شریعت سے یہ رہنمائی ملتی ہے کہ اللہ کی خوشنودی، ہی نجات کا ذریعہ ہوسکتی ہے دوسرے کسی بھی بزرگ، عالم، ولی پیر اور صوفی کی خدمت کر کے اللہ کی خوشنودی حاصل کرنا اور گناہوں کے کفارہ کا پروانہ حاصل کرنا کون سی شریعت میں ہے؟'' جب امیر کی اتباع (چاہے وہ فاسق ہی کیوں نہ ہو) والدین کی اطاعت (چاہے وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو) اور خاوند کی خوشنودی (چاہے وہ غیر صالح کیوں نہ ہو) اللہ کی خوشنودی اور گناہوں کے کفارہ کا ذریعہ بن سکتی ہے تو کسی استاذ بزرگ عالم کی خوشنودی اللہ کی خوشنودی اور کفارۂ سیّأت کیوں نہیں بن سکتی انہوں نے کیا قصور کیا ہے ؟ اگر مصنف نے کسی کے سامنے زانوئے تلمیذ تہہ کیا ہوتا تو یہ سوال ان کے ذہن میں نہ پیدا ہوتا۔

ص ۴۱ پر ہے ''(۹) فضائل ذکر۔'' ''یعنی ہر فعل جو اچھا ہو یا برا گناہ ہو یا نیکی اعمال نامے میں اس کا اندراج ہونا ضروری ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا کلیہ ہے۔'' مصنف نے دو روایات پیش کی ہیں (۱) مسند ابویعلیٰ میں بروایت حضرت عائشہؓ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہیکہ وہ ذکر خفی جس کو فرشتے بھی نہ سن سکے ستر درجہ دو چند ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔ تو ارشاد ہوگا کہ ہمارے پاس اس کی ایسی نیکی باقی ہے جو تمہارے علم میں نہیں وہ ذکر خفی ہے (فضائل ذکر ص ۴۳)۔'' اور دوسری روایت ''مواہب لدینہ میں تفسیر قشیری سے نقل کیا ہے کہ قیامت میں کسی مومن کی نیکیاں کم وزن ہو جائیں گی۔۔۔۔۔۔۔ اور یہ درود شریف ہے جو تو نے مجھ پر پڑھا تھا میں نے تیری حاجت کے وقت اس کو ادا کر دیا۔ (فضائل درود ص ۸۸)۔''

تبصرہ:۔ مصنف نے دو آیتیں پیش کر کے ایک کلیہ پیش کر دیا اور اس کے استثنیات سے انکار کر دیا بلکہ جو استثنیات روایات میں آئی ہیں انہیں آیت کے مقابلے میں فرض کر لیا۔ حالانکہ اللہ رب العزت قادر مطلق ہے جس چیز کو چاہے استثنیات سے رکھ سکتا ہے اس کو روکنے والا کون ہے؟ جب کہ صحیح روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بھی مستثنیات ہیں مثلاً صحیح مسلم کی روایت ہے ''حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے درود مبارک میں کچھ لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ کیا ہمیں قیامت میں دیدار باری تعالیٰ نصیب ہوگا حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔۔۔۔۔۔۔ اور عرض کریں گے کہ ہم نے جہنم میں کسی ایسے شخص کو نہیں چھوڑا جس میں تھوڑی سی بھی بھلائی ہو حضرت ابوسعید خدریؓ اس حدیث کو بیان کرتے ہوئے فرماتے تھے اگر تم مجھ کو اس روایت میں سچا نہ سمجھو تو اگر چاہو اس آیت کی تلاوت کرو ''اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ وَّاِنْ تَکُ حَسَنَۃً یُّضَاعِفْھَا وَیُؤْتِ مِنْ لَّدُنْہُ اَجْرًا عَظِیْمًا'' اس کے بعد ارشاد باری تعالیٰ ہوگا ملائکہ سفارش کر چکے، انبیاء سفارش کر چکے، مومن سفارش کر چکے اور ارحم الراحمین (پروردگار عالم) کے علاوہ اور کوئی باقی نہیں رہا، اس کے بعد ایک مٹھی آدمیوں کو دوزخ سے نکالے گا، یہ ایسے لوگ ہوں گے جن سے کبھی کوئی بھلائی صادر نہیں ہوئی ہوگی، اور یہ جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے، اور اللہ تعالیٰ انہیں بہشت کے دروازوں پر ایک نہر میں ڈالے گا جسے نہر حیات کہا جاتا ہے۔ پس وہ اس میں سے ایسے تر تازہ نکلیں گے جیسے پانی کے بہاؤ پر اگنے والا دانہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اس کے بعد اور کیا عطا فرمانا باقی رہا (صحیح مسلم ص ۱۰۲ ج ۱)''

''من وجد تم فی قلبہ مثقال دینار من خیر و نصف مثقال من خیر و مثقال ذرۃ .....الخ'' کی تشریح میں قاضی عیاضؒ فرماتے

ہیں خیر سے مقصود اس جگہ یقین ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس کے معنی ایمان کے علاوہ شئے کے ہیں۔.............بلکہ اس سے مراد اس کے علاوہ مثلاً عمل صالح اور پوشیدہ ذکر یا اعمال قلب میں سے کوئی عمل مثلاً مسکینوں کے ساتھ شفقت کا برتاؤ یا خوف باریٔ تعالیٰ یا نیت صادق وغیرہ ہے۔۔۔۔(نووی شرح مسلم ص ۱۰۲ ج ۱)۔۔۔اور ملائکہ اور انبیاء کی سفارش اس کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو دوزخ سے نکالنے میں تنہا ہوگا جو کہ قلوب میں پوشیدہ باتوں سے آگاہ ہے اور **مثقال ذرّۃ** سے مراد کم سے کم اور قلیل تر مقدار ہے(نووی شرح مسلم ص ۱۰۳ ج ۱)

اس روایت سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ مستثنیات مصنف کی عقل کیلئے گھٹیاں ہیں لیکن علم دین رکھنے والے کے لئے گھٹی نہیں

ص ۴۳ پر ہے''(۱۰) فضائل قرآن''' **ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر** (سورۂ قمر) کا ترجمہ شیخ الحدیث صاحب نے یوں کیا ہے ہم نے کلام پاک کو حفظ کرنے کیلئے سہل کر رکھا ہے کوئی ہے حفظ کرنے والا۔ یہ ترجمہ بالکل غلط ہے۔''

تبصرہ: مصنف لکھتے ہیں''۔مگر اس کیلئے اس آیت کو دلیل بنانا جس میں حفظ کا ذکر ہی نہیں ہے اپنے علم کا راز دنیا کے سامنے کھولنا ہے۔''اے کاش مصنف نے کسی جاننے والے سے اپنی کتاب کی تصحیح کرالی ہوتی تو ان کے علم کا راز دنیا کے سامنے نہیں آتا موصوف نے اپنے ناقص علم کی بنیاد پر ایسی جرأت سے تحریر پیش کردی ہے جس سے کم علم عوام تو دھوکہ کھا سکتے ہیں لیکن اہل علم پر ان کا مبلغ علمی عیاں ہوگیا کیونکہ موصوف نے مذکورہ ترجمہ کو بالکل غلط قرار دیا ہے۔ دراصل ذکر کے معنی علمائے مفسرین نے نصیحت اور حفظ دونوں لکھے ہیں ملاحظہ ہو تفسیر کی مشہور کتاب''جلالین''جو کہ درسی کتاب بھی ہے (ویسے ہوسکتا ہے مصنف اس سے واقف نہ ہو کیونکہ انھوں نے تو کسی مدرسہ میں تعلیم حاصل نہیں کی ہے)اس میں لکھا ہے'' **ولقد یسرنا القرآن للذکر ای سھلنا ہ للحفظ** (ہم نے قرآن کو ذکر کے لئے آسان کر دیا یعنی اسکو سہل کر دیا حفظ کیلئے)''اور اس کی شرح''جمل''میں قرطبی نے حفظ والے معنی کو اصل قرار دیا ہے اور دوسرے معنی کو جائز ہے کر کے لکھا ہے(جلالین شریف ص ۱۴۴،اور حاشیہ ص ۱۷) خود مصنف کے مسلک کے ایک غیر مقلد عالم مصنف''رحمۃ للعالمین''''**ولقد یسرنا القرآن للذکر**'' کا ترجمہ لکھتے ہیں ہم نے قرآن کو یاد کرنے کیلئے بنا دیا ہے(رحمۃ للعالمین جلد سوم ص ۲۶۳)۔

ص ۴۲۔۴۳ پر ہے''فضائل رمضان کے علاوہ ہمیں کوئی جز وایسا نظر نہیں آیا جس میں واہیات پلندہ نہ ہو۔البتہ فضائل رمضان میں ڈھونڈنے کے باوجود ہمیں کوئی کمزور شق نظر نہیں آئی۔''

تبصرہ:۔مصنف کا یہ جملہ اس بات کا اعتراف ہے کہ انھوں نے یہ کتاب''فضائل اعمال''پر کیچڑ اچھالنے کیلئے لکھی ہے۔

ص ۴۴ پر ہے۔''(۱۱) فضائل درود''مصنف نے ص ۴۴ سے ص ۴۸ تک فضائل درود سے چھ واقعات کو نقل کیا ہے۔

تبصرہ:۔درود شریف کی ترغیب کیلئے جو واقعات حضرت شیخ نے تحریر فرمائی ہیں اسکے سلسلے میں مصنف محاسبہ کا ارادہ رکھتے ہیں یہ اسلئے کہ بے چارے ناقد صاحب کو علم وتحقیق کی ہوا بھی نہیں لگی ہے ورنہ اہل علم جانتے ہیں کہ قصص وواقعات جس کو تاریخ کہتے ہیں وہ عبرت ونصیحت کیلئے لکھے اور بیان کئے جاتے ہیں۔تاریخ سے نہ تو عقائد واحکام ثابت ہوتے ہیں اور نہ اس سے یہ مقصد حل ہوتا ہے تاریخی واقعات کو اصول حدیث پر نہیں پرکھا جاتا کیونکہ ان پر حرام وحلال، فرض واجب اور مکروہ ومستحب جیسے اہم شرعی امور کا فیصلہ نہیں ہوتا حضرت شیخؒ نے جہاں بھی تاریخی واقعات کو پیش کیا ہے اس سے مقصد عبرت ونصیحت وترغیب ہے۔مصنف نے ان واقعات پر تبصرہ کے ضمن میں جس قسم کے جملے استعمال کئے ہیں ان سے رجوع کرلینا چاہیئے۔مثلاً''مزید یہ کہ کیا آنحضرت ﷺ حاضر وناظر مشکل کشا تھے جو آپ ﷺ کو ادھر خبر ہوگئی کہ جہاز غوطے میں ہے چلو مدد کرنے کیلئے چلیں پھر خود خواب میں آ کر غلط علاج بھی تجویز فرما گئے۔''

(ص ۴۵) حضرت شیخؒ نے درود شریف پڑھنے کی ترغیب کیلئے جو واقعہ ص ۱۷ پر بیان فرمایا اس پر مصنف لکھتے ہیں۔''یہ بات بالکل نظر انداز کردی گئی کہ شیطان بھی خواب میں آ کر ایسی من گڑھت باتیں بتا سکتا ہے تا کہ لوگ اعمال صالح کی طرف سے بے رغبتی برتیں''

(ص ۴۶)۔حضور اکرم ﷺ کے بالوں کے سلسلے میں مصنف لکھتے ہیں''یہ ایک قسم کی بت پرستی کی ترغیب نہیں ہے تو کیا ہے''۔

(ص ۴۷) سورۂ حجرات آیت نمبر ۲ میں اللہ رب العزت فرماتا ہے کہ''اے ایمان والو تم اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور نہ ان سے ایسے کھل کر بولا کرو۔ جیسے تم آپس میں ایک دوسرے سے کھل کر بولا کرتے ہو کبھی تمہارے اعمال برباد ہوجاویں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔''

(ص ۴۸) پر ہے''(۱۲) فضائل صدقات'''(۱) رہبانیت کی تعلیم اور صحابہ کی توہین''

تبصرہ:۔مصنف لکھتے ہیں''مگر مولوی زکریا صاحب کس طرح رہبانیت کی تعلیم دے رہے ہیں''مالک الملک کی رضا کیلئے آخرت میں اپنے اعمال صالحہ

کے ذخیرہ کی کوشش کو مصنف رہبانیت سے تعبیر کرر ہے ہیں بڑے افسوس کی بات ہے آگے لکھتے ہیں" کیا صحابہ کرام کی بزرگی اور فضیلت میں برابری کا دعویٰ کرنا اور انہیں چیلنج کرنا صحابہؓ کی توہین نہیں ہے" حضرت ابو سالم خولانیؒ کا مذکورہ واقعہ اگر سطحی طور پر بھی پڑھا جائے گا تب بھی پڑھنے والا اس سے یہ مفہوم لے گا کہ وہ اپنے نفس کو چیلنج کرر ہے ہیں نہ کہ صحابہ کرام کو۔ایک واقعہ سے غلط مفہوم لے کر اس سے صحابہ کی توہین بھی ڈھونڈ لینا انہی جیسے مجتہد کا کام ہے۔

ص ۴۹ پر ہے" (۲) جنت کو حقیر سمجھنا"" حضرت ممشاد دینوریؒ کے انتقال کے وقت ایک بزرگ انکے پاس بیٹھے تھے وہ ان کیلئے جنت کے ملنے کی دعا کرنے لگے۔حضرت ممشادؒ ہنسے اور فرمایا کہ تیس برس سے جنت اپنی ساری زینتوں سمیت میرے سامنے آتی رہی میں نے ایک مرتبہ بھی اس کو نگاہ بھر کر نہیں دیکھا۔" مصنف لکھتے ہیں" مگر مولانا صاحب یہ تاثر دیتے ہیں کہ بزرگان دین کیلئے یہ ایک حقیر تحفہ ہے جس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی انہیں پسند نہیں"۔

تبصرہ :۔حضرت صہیبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا جب جنتی جنت میں پہنچ جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے ارشاد فرمائیں گے کہ کیا تم کو ایک چیز مزید عطا کروں۔۔۔۔پس وہ روئے حق اور جمال الٰہی کو بے پردہ دیکھیں گے پس ان کا حال یہ ہوگا (اور وہ محسوس کریں گے) جو کچھ اب تک انہیں ملا تھا ان سب سے زیادہ محبوب اور پیاری چیز ان کیلئے یہی دیدار کی نعمت ہے۔۔۔۔۔۔۔(صحیح مسلم ص ۵۰۰۔۵۰۱)"۔

مذکورہ قصہ سے مقصود اسی دیدار حق کی تمنا ہے جنت کو حقیر سمجھنا نہیں یہ تحقیر کا تصور مصنف کی اپنی اختراع ہے۔

ص ۴۹ پر ہے" فضائل حج"" (۱) ایک روایت میں نقل کیا گیا حضرت آدمؑ نے ہندوستان سے چل کر ایک ہزار حج کئے ہیں۔"

تبصرہ :۔مصنف ص ۵۰ پر لکھتے ہیں" کیا یہ اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا درجہ اللہ تعالیٰ سے بڑھا دیا"۔مصنف کی یہ کم علمی ہے کیونکہ علماء کے نزدیک عرش سے افضل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ مکان سے بے نیاز ہیں اور زمین کے اس حصّے میں حضور ﷺ کا جسم مبارک موجود ہے۔

ص ۵۱ پر ہے" (۱۴) نوحہ و ماتم"

تبصرہ:۔بے چارے مصنف علامہ جامیؒ کے اشعار پر نوحہ و ماتم کرر ہے ہیں

ص ۵۴ پر ہے" (۱۵) خوابوں کی بارات" مصنف لکھتے ہیں" دیگر جماعتوں کے صالح افراد میں کڑی محنت و ریاضت کے باوجود شاید ہی کوئی ہو جو رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھنے کا شرف حاصل کر سکے۔"

تبصرہ:۔مصنف کی جماعت یا دیگر جماعتیں اگر رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے خواب میں محروم ہے تو بے چاروں کی محرومی ہی ہے اس پر کیا کہا جائے۔

ص ۵۹ پر ہے" (۳) لمحات فکر"" مسلمانوں کی موجودہ پستی کا واحد علاج"" فضائل رمضان کی مانند یہ کتاب بھی ایک صاف ستھری کتاب ہے"۔

تبصرہ:۔ص ۶۲ سے ۶۸ تک مصنف نے وہی تان چھیڑی ہے جو ان کی جماعت کا خاصہ ہے یعنی کمیونسوں کی طرح بطور فیشن نعرہ بازی دنیا کے مزدوروں ایک ہو جاؤ۔روزی روٹی مسئلہ کا حل کمیونزم ہے بالکل اسی طرح ان تمام غیر مقلدین کی تان تقلید پر ہی ٹوٹتی ہے اور اپنے مسلک کی ترویج کیلئے ان کا نعرہ ہے دنیا کے مسلمانوں ایک پلیٹ فارم پہ آجاؤ۔یعنی غیر مقلد بن جاؤ۔

ص ۶۹ پر ہے" (۱۷) حرف آخر"" ایک مفید مشورہ"

تبصرہ :۔آخر میں مصنف تبلیغی جماعت اور اس کے کام کی اصلاح کا مشورہ دے رہے ہیں یعنی وہ تبلیغی جماعت کی اصلاح فرمانے کی کوشش میں ہیں جب کہ ص ۵ پر خود ہی اعتراف کرر ہے ہیں" آج پوری دنیا میں اس جماعت کی چلت پھرت سے لوگ نمازی بن رہے ہیں شرعی لباس عام ہو رہا ہے جواری شرابی اور غنڈے اس جماعت کے ذریعے انسان بن رہے ہیں اور نائب ہو کر اعلیٰ مدارج طئے کرر ہے ہیں تبلیغی جماعت کے کارکنوں کے مخلص ہونے میں کوئی شک وشبہ

o بسم اللہ الرحمٰن الرحیم o

''نماز نبوی ﷺ'' (جمعیت اہلحدیث مہاراشٹر)
کا
مختصر جائزہ اور درمندانہ اپیل

جمعیت اہلحدیث مہاراشٹر کی اصلاحی ودعوتی سرگرمیوں کے تحت مدرسہ محمدیہ، مسجد جمیلہ، سلیم منشی نگر، مالیگاؤں، ضلع ناسک، مہاراشٹر کے زیر اہتمام ''نماز نبوی ﷺ'' نامی ایک کتابچہ جون ۲۰۰۳ء میں شائع کیا گیا، اس کتابچے کو مدرسے کے نصاب میں بھی داخل کیا گیا ہے۔ نیز اس کی تقسیم عوام میں بھی جاری ہے۔ مذکورہ کتابچے کی تیاری میں غیر علماء کے ساتھ ساتھ جناب ابورضوان محمدی صاحب (استاذ جامعہ محمدیہ منصورہ) اور جامعہ محمدیہ کے شعبہ حدیث کے صدر الشیخ اقبال المدنی بھی شامل ہیں۔

اس کتابچے کا مختصر جائزہ حاضر خدمت ہے جو کہ صرف ''نماز'' کی حد تک محدود ہے۔ صفحہ نمبر ۵ سے صفحہ نمبر ۳۶ تک روایات اور تحریر کئے گئے دیگر اُمور کی کل تعداد ۱۶۰/تک پہنچتی ہے۔ ان میں سے ۱۸/روایات ایسی ہیں جنہیں صحیح بخاری صحیح مسلم وغیرہ حوالوں کے ساتھ نقل کیا گیا لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ دو روایات مذکورہ احادیث کی کتابوں میں سرے سے موجود نہیں ہیں یعنی یہ بات انکی خود کی ہے لیکن نام حدیث کا ہے۔ ۵۴/رویات ایسی ہیں جن کے الفاظ میں تبدیلی یعنی اصل احادیث کے الفاظ کچھ اور ہیں کتابچہ میں پیش کردہ روایات میں اپنے الفاظ کا اضافہ کیا گیا ہے۔ ۹۱/روایات ایسی ہیں جو ''صحیح'' درجے تک نہیں پہنچتی ہیں یعنی وہ روایات ''غیر صحیح'' ہیں جبکہ فرقہ اہلحدیث صرف صحیح احادیث پر عمل کا مدّعی ہے۔ ۳۱/روایات ایسی ہیں جو احادیث نہیں ہیں بلکہ غیر نبی کے اقوال ہیں اور فرقہ اہلحدیث کے نزدیک غیر نبی سے استدلال جائز نہیں۔ ۳/جگہوں پر قرآن شریف سے دلائل پیش کئے گئے ہیں ان جگہوں پر ترجمہ میں تحریف ہے اور ایک جگہ تو حوالہ قرآن شریف کا ہے لیکن بات خود کی ہے۔ اس طرح ان پانچ (۵) قسموں کی روایات کی تعداد (۱۲۵) تک پہنچتی ہے مذکورہ کتابچے میں (۱۶۰) پیش کردہ روایات کے مختصر سے جائزے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ [۱] ان میں حوالہ حدیث کا لیکن حدیث نہیں، [۲] حدیث کے الفاظ میں تبدیلی، [۳] غیر صحیح روایات، [۴] غیر نبی کے اقوال سے استدلال اور [۵] ترجمہ، قرآن شریف سے غلط طریقے سے استدلال، اس طرح ان تمام کی تعداد (۱۲۵) تک پہنچتی ہے۔ ایک کتابچہ اور اس کی ایک سو ساٹھ روایات کے جائزے میں (۱۲۵) روایات کے سلسلے میں اتنی خامیاں اور کمزوریاں نظر آئیں۔

جس کتابچے کو داخل نصاب کیا گیا جو کہ طلباء وطالبات کی تعلیمی وتربیتی بنیاد بنے گا اس کتابچے کا یہ حال ہے کہ معاذ اللہ.........ہونا تو یہ چاہئے تھا جس کتاب میں تین چوتھائی سے زیادہ کمزوریاں اور خامیاں ہوں اسے واپس لے لیا جاتا اور حدیث کے سلسلے میں جو عدم احتیاط کا معاملہ سرزد ہوا ہے اسے واپس لے کر اس کا ازالہ کیا جاتا اگر یہ غلطیاں خدانخواستہ جان بوجھ کر کی گئی ہیں تو یہ دین میں دھوکہ دہی ہے اور اگر یہ سہواً ہوئی ہے تو تحریری طور پر مذکورہ تمام ذمّہ دار افراد کی طرف سے معذرت نامہ شائع کیا جائے اور عوام میں اس کتابچہ کی ترویج واشاعت سے سخت پرہیز کیا جائے۔ تفصیل حسب ذیل ہے۔

بات اپنی نام حدیث کا (حوالہ حدیث کا لیکن حدیث نہیں)

۱ وتر سنت موکدہ ہے۔ نماز۔ صفحہ ۵	۲ روایت (۱) وضو کا بیان۔ صفحہ ۶	۳ روایت (۶) وضو کا بیان۔ صفحہ ۶
۴ روایت (۷) وضو کا بیان۔ صفحہ ۶	۵ روایت (۸) وضو کا بیان۔ صفحہ ۶	۶ روایت (۱۱) وضو کا بیان۔ صفحہ ۷
۷ روایت (۱۲) وضو کا بیان۔ صفحہ ۷	۸ (نوٹ) ہاتھ اور پیر۔ وضو کا بیان صفحہ ۷	۹ نوٹ: وضو کرتے وقت۔ وضو کے بعد کی دعا۔ صفحہ ۷
۱۰ روایت (۱۱) وضو کا بیان۔ صفحہ ۷	۱۱ روایت (۱) تیمّم۔ صفحہ ۱۰	۱۲ روایت (۷) تیمّم کرنیکا بیان۔ صفحہ ۱۰

۱۳ روایت (۲) قیام ۔ صفحہ ۱۵ ۱۴ روایت (۹) قیام ۔ صفحہ ۱۸ ۱۵ روایت (۳) سجدہ ۔ صفحہ ۲۱
۱۶ روایت (۳) جلسہ استراحت ۔ صفحہ ۲۴ ۱۷ نوٹ: قعدہ اولیٰ کے بعد (درود) ۔ صفحہ ۲۵ ۱۸ روایت (۱) عید الفطر ۔ صفحہ ۳۵

حدیث کے الفاظ میں تبدیلی

۔۱ وتر کی رکعت ۔ نماز ۔ صفحہ ۵ ۔۲ روایت ۹ وضو کا بیان ۔ صفحہ ۶ ۔۳ روایت ۳ وضو کو توڑنے والی چند چیزیں ۔ صفحہ ۸
۔۴ روایت (۴) وضو توڑنے والی چیزیں ۔ صفحہ ۸ ۔۵ روایت (۱) موزوں پر مسح کرنا ۔ صفحہ ۸ ۔۶ روایت (۲) موزوں پر مسح کرنا ۔ صفحہ ۸
۔۷ روایت (۳) موزوں پر مسح کرنا صفحہ ۸ ۔۸ روایت (۴) موزوں پر مسح کرنا ۔ صفحہ ۸ ۔۹ روایت (۲) غسل کا بیان ۔ صفحہ ۹
۔۱۰ روایت (۳) غسل کا بیان ۔ صفحہ ۹ ۔۱۱ روایت (۴) غسل کا بیان ۔ صفحہ ۹ ۔۱۲ روایت (۵) غسل کا بیان ۔ صفحہ ۹
۔۱۳ روایت (۶) غسل کا بیان ۔ صفحہ ۹ ۔۱۴ روایت (۷) غسل کا بیان ۔ صفحہ ۹ ۔۱۵ روایت (۵) غسل کا بیان ۔ صفحہ ۸
۔۱۶ روایت (۱) تیمّم کرنے کا طریقہ صفحہ ۱۰ ۔۱۷ روایت (۲) تیمّم کرنے کا طریقہ ۔ صفحہ ۱۰ ۔۱۸ روایت (۸) تیمّم کرنیکا طریقہ ۔ صفحہ ۱۰
۔۱۹ روایت (۴) تیمّم کرنے کا طریقہ صفحہ ۱۰ ۔۲۰ روایت (۵) تیمّم کرنے کا طریقہ ۔ صفحہ ۱۰ ۔۲۱ روایت (۶) تیمّم کرنیکا طریقہ ۔ صفحہ ۱۰
۔۲۲ روایت (۱) اذان کے بعد کی دعائیں ۔ صفحہ ۱۲ ۔۲۳ روایت (۳) قیام ۔ صفحہ ۱۵ ۔۲۴ روایت (۱) رکوع ۔ صفحہ ۱۹
۔۲۵ روایت (۷) رکوع کی تسبیحات صفحہ ۲۰ ۔۲۶ روایت قومہ ۔ صفحہ ۲۰ ۔۲۷ روایت (۴) سجدہ ۔ صفحہ ۲۱
۔۲۸ روایت (۵) سجدہ ۔ صفحہ ۲۱ ۔۲۹ روایت (۲) جلسہ صفحہ ۲۳ ۔۳۰ روایت (۵) جلسہ صفحہ ۲۳
۔۳۱ روایت (۱) جلسہ استراحت ۔ صفحہ ۲۴ ۔۳۲ روایت (۲) جلسہ استراحت صفحہ ۲۴ ۔۳۳ روایت (۱) قعدہ اولیٰ صفحہ ۲۴
۔۳۴ روایت (۴) قعدہ اولیٰ ۔ صفحہ ۲۴ ۔۳۵ روایت (۸) درود صفحہ ۲۵ ۔۳۶ روایت (۳) قعدہ اخیرہ صفحہ ۲۶
۔۳۷ روایت (۱) قعدہ اخیرہ کی دعائیں ۔ صفحہ ۲۶ ۔۳۸ روایت (۵) قعدہ اخیرہ کی دعائیں ۔ صفحہ ۲۸ ۔۳۹ روایت (۱) فرض نماز کی بعد پڑھنے والی
دعائیں صفحہ ۲۸ ۔۴۰ ۔ روایت (۲) فرض نماز کی بعد پڑھنے کی دعائیں ۔ صفحہ ۲۸ ۔۴۱ ۔ روایت (۲) جمعہ نماز کی بعد پڑھنے والی دعائیں ۔ صفحہ ۳۴ ۔۴۲ ۔
روایت (۳) جمعہ کی نماز ۔ صفحہ ۳۴ ۔۴۳ روایت (۴) جمعہ کی نماز ۔ صفحہ ۳۴ ۔۴۴ روایت (۵) جمعہ کی نماز ۔ صفحہ ۳۴
۔۴۵ روایت (۶) جمعہ کی نماز ۔ صفحہ ۳۴ ۔۴۶ روایت (۸) جمعہ کی نماز ۔ صفحہ ۳۴ ۔۴۷ روایت (۲) عید الفطر ۔ صفحہ ۳۵
۔۴۸ روایت (۱) نماز جنازہ ۔ صفحہ ۳۶ ۔ ۴۹ روایت (۷) عید الفطر ۔ صفحہ ۳۵ ۔۵۰ روایت (۸) عید الفطر ۔ صفحہ ۳۵
۔۵۱ روایت (۱) نماز جنازہ ۔ صفحہ ۳۶ ۔۵۲ روایت (۲) نماز جنازہ ۔ صفحہ ۳۶ ۔۵۳ روایت (۳) نماز جنازہ ۔ صفحہ ۳۶
۔۵۴ روایت (۴) نماز جنازہ ۔ صفحہ ۳۶

غیر صحیح روایات

۱ روایت (۲) وضو کا بیان ۔ صفحہ ۶ ۲ روایت (۳) وضو کا بیان ۔ صفحہ ۶ ۳ روایت (۱۰) وضو کا بیان ۔ صفحہ ۷
۴ اللهم اجعلني ...... وضو کے بعد کی دعا ۔ صفحہ ۷ ۵ روایت (۲) وضو کو توڑنے والی چیزیں ۔ صفحہ ۸ ۶ اذان کے کلمات ۔ صفحہ ۱۱
۷ روایت (۱۰) قیام ۔ صفحہ ۱۶ ۸ روایت (۹) قیام ۔ صفحہ ۱۶ ۹ روایت (۷) قیام ۔ صفحہ ۱۷
۱۰ روایت (۱) رکوع کی تسبیحات ۔ صفحہ ۲۰ ۱۱ روایت (۲) رکوع کی تسبیحات ۔ صفحہ ۲۰ ۱۲ روایت (۱) سجدہ ۔ صفحہ ۲۱

۱۳ روایت (۱) سجدے کی دعائیں۔صفحہ۲۲ ۱۴ روایت (۲) سجدہ کی دعائیں۔صفحہ۲۲ ۱۵ روایت (۴) جلسہ۔صفحہ۲۳
۱۶حضرت ابوایوب انصاریؓ کی روایت (نماز وتر) صفحہ۳۲ ۱۷ دعاءقنوت۔صفحہ۳۳ ۱۸ روایت (۹) جمعہ کی نماز۔صفحہ۳۴
۱۹ روایت (۹) عیدالفطر۔صفحہ۳۵

غیر نبی کے اقوال

۱ اللہ تعالیٰ نے......نماز۔صفحہ۵ ۲ نماز کی رکعتوں کی تعداد اور جدول۔صفحہ۵ ۳ موکّدہ وہ........نماز۔صفحہ۵
۴ جسم پر پانی بہانے.....غسل۔صفحہ۹ ۵ روایت (۱) غسل کا بیان۔صفحہ۹ ۶ تیمّم کا معنی.........تیمّم صفحہ۱۰
۷ روایت (۸) تیمّم کرنیکا طریقہ۔صفحہ۱۰ ۸ روایت (۶) نماز کے اوقات۔صفحہ۱۴ ۹ روایت (۷) نماز کے اوقات۔صفحہ۱۴
۱۰ روایت (۴) رکوع۔صفحہ۱۹ ۱۱ نوٹ: مرد اور عورت، سجدہ کی دعائیں۔صفحہ۲۲ ۱۲ روایت (۶) جلسہ۔صفحہ۲۳
۱۳ روایت (۷) جلسہ۔صفحہ۲۳ ۱۴ روایت (۳) جلسۂ استراحت، البتہ دعا ثناء، صفحہ۲۴ ۱۵ روایت (۲) قعدہ اخیرہ۔صفحہ۲۴
۱۶ روایت (۳) قعدہ اولیٰ۔صفحہ۲۴ ۱۷ قعدہ اخیرہ کی دعائیں۔قعدہ اخیرہ۔صفحہ۲۶ ۱۸ روایت (۱) قعدہ اخیرہ۔صفحہ۲۶
۱۹ روایت (۲) قعدہ اخیرہ۔صفحہ۲۶ ۲۰ روایت (۴) قعدہ اخیرہ۔صفحہ۲۶ ۲۱ روایت (۵) قعدہ اخیرہ۔صفحہ۲۶
۲۲ روایت (۶) قعدہ اخیرہ۔صفحہ۲۶ ۲۳ وتر تین رکعت۔نماز وتر۔صفحہ۳۲ ۲۴ وتر کے معنی۔صفحہ۳۲
۲۵ روایت (۱) جمعہ کی نماز۔صفحہ۳۴ ۲۶ روایت (۷) جمعہ کی نماز۔صفحہ۳۴ ۲۷ روایت (۱۰) جمعہ کی نماز۔صفحہ۳۴
۲۸ روایت (۳) عیدالفطر۔صفحہ۳۵ ۲۹ روایت (۴) عیدالفطر۔صفحہ۳۵ ۳۰ روایت (۶) عیدالفطر۔صفحہ۳۵
۳۱ نماز جنازہ میں.....نماز جنازہ۔صفحہ۳۶

قرآن شریف کے ترجمہ میں تحریف

۱۔تیمّم کا بیان (۲) سورہ مائدہ (۶) صفحہ۱۰ ۲۔نماز شروع کرنے.....(۱) قیام۔سورہ بقرہ۔صفحہ۱۵ ۳۔بات اپنی حوالہ قرآن شریف کا (۷) آیۃ الکرسی پڑھیں۔صفحہ۳۰

اپیل: اس کتابچے کے ذمّہ دار حضرات اسے واپس لے کر معذرت نامہ شائع کرکے دینی حمیت کا ثبوت دیں اور کتاب وسنت کے سلسلے میں احتیاط برتیں۔ ہمیں امید ہے کہ ہماری یہ اپیل صدا بصحرا نہ ثابت ہوگی۔

انجمن تحفظ حدیث، مالیگاؤں نہیں تمام جماعتوں سے زیادہ یہ حضرات نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کے پابند اور دین کی ترقی کیلئے تن من دھن کے ساتھ دیوانگی کی حد تک مشغول ہیں۔"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

’’نمازِ نبوی‘‘ نامی کتاب کا مختصر جائزہ

دارلکتاب الاسلامیہ دہلی اور جسیم بکڈ پو سے ایک کتاب بنام نمازِ نبوی شائع کی گئی اس میں صفحہ نمبر ۱۲ پر تحریر کیا گیا ’’اس کتاب کی نمایاں خوبی یہ ہے کہ اس میں صرف اور صرف صحیح احادیث کا التزام کرتے ہوئے ضعیف احادیث سے اجتناب کیا گیا ہے‘‘ صفحہ نمبر ۱۷ پر تحریر کیا گیا ’’الحمدللہ اس کتاب کی ترتیب میں کوشش کی گئی ہے کہ احادیثِ صحیحہ سے مدد لی جائے۔‘‘ صفحہ نمبر ۲۳ پر ہے ’’اب میری معلوت کے مطابق کوئی ضعیف روایت نہیں ہے۔‘‘ صفحہ نمبر ۲۵ پر تحریر ہے ’’معلوم ہوا کہ اسلام کتام وسنت میں محدود ہے‘‘ جب کہ صفحہ نمبر ۱۶ پر ہے ’’کتاب وسنت کی بجائے کسی مرشد، پیر، یا امام کے نام پر فرقہ بندی کی اسلام میں کوئی اجازت نہیں ہے اور کسی پارلیمنٹ کو بھی یہ حق نہیں کہ وہ مسلمانوں کی زندگی اور موت کے تمام معاملات پر مشتمل تعزیراتی، مالیاتی، سیاسی، اقتصادی، سماجی اور بین الاقوامی قوانین بنائے جو اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق نہ ہوں۔‘‘

مصنف ’’نمازِ نبوی‘‘ اوران کے معاونین کہ درج ذیل تین دعاوی ہیں۔

(۱) اسلام کتاب وسنت میں محدود ہے۔ (۲) اس کتاب میں صرف اور صرف احادیثِ صحیحہ سے استدلال کیا گیا ہے۔

(۳) اس کتاب میں کوئی ضعیف احادیث نہیں ہے۔

درج بالا دعاوی کی حقیقت کیا ہے؟ اس کی وضاحت کے لئے ایک مختصر سا جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

(۱) ایک طرف تو ان کا دعویٰ یہ ہے کہ اسلامکتاب وسنت میں محدود ہے اور دوسری طرف انہوں نے اسی کتاب میں غیر نبی کے اقوال وافعال س استدلال کیا ہے جو کہ تقریباً ۱۰۱ ہیں جنہیں ان کے نام، صفحہ نمبر اور حوالہ ساتھ پیش کیا جارہا ہے۔

(۲) ان کا دعویٰ ہے کہ اس کتاب میں صرف احادیثِ صحیحہ سے استدلال کیا گیا ہے قارئین کے لئے صرف ترمذی شریف کے حوالوں کا جائزہ پیش کیا جارہا ہے چھتیس (۳۶) روایات ایسی ہیں کہ مصنف اوران کے معاونین نے خود اپنے حوالوں میں اقرار کیا ہے کہ یہ روایات غیر صحیح ہیں، اور پینتیس (۳۵) روایات ایسی ہیں کہ امام ترمذیؒ نے انہیں ’’صحیح‘‘ نہیں لکھا ہے لیکن مصنف اوران کے معاونین نے دوسروں کے حوالے سے انہیں ’’صحیح‘‘ لکھ دیا ہے۔ ان دونوں قسم کی روایات کی مجموعی تعداد اکہتر (۷۱) ہے، یہ تعداد تو صرف ترمذی شریف کی روایات تک محدود ہیں اگر ابوداوٗد شریف، سنن بیہقی، مستدرک حاکم، ابن ماجہ، سنن نسائی، دارمی، ابن خزیمہ، دارقطنی وغیرہ کا جائزہ لیا جائے تو غیر صحیح روایات کی تعداد کہاں تک پہنچے گی، اس کا اندازہ قارئین بخوبی کرسکتے ہیں۔

(۳) ان کا تیسرا دعویٰ یہ ہے کہ اس کتاب میں کوئی ضعیف حدیث نہیں ہے، قارئین کے لئے مشہور اختلافی مسائل کے سلسلے میں صرف بارہ روایات کا جائزہ پیش کیا جارہا ہے وہ ضعیف ہیں۔ موقوف، مرسل، منقطع، شاذ روایات کا جائزہ اس میں شامل نہیں اگر بالاستیعاب ضعیف، موقوف، مرسل اور معلول روایات کا جائزہ لیا جائے تو ان کی تعداد نہ جانے کہاں تک پہنچے گی؟

اس مختصر سے جائزے سے مصنفِ ’’نمازِ نبوی‘‘ اوران کے معاونین کے کھوکھلے دعاوی کی حقیقت قارئین کے لئے کھل کر آشکارہ ہے، ملاحظہ ہو۔

(۱) ذیل حوالے پیش کئے جارہے ہیں جو نہ قرآن کریم میں ہے اور نہ احادیثِ شریفہ میں ہیں وہ صحابہ کرامؓ تابعین عظامؒ، ائمۂ مجتہدینؒ کے اقوال وافعال ہیں بلکہ عصر حاضر کے علماء کے بھی اقوال ہیں لیکن اس کتاب میں ان سے استدل کیا گیا ہے۔

﴿۱﴾ عبداللہ بن عمرؓ کا قول صفحہ ۲۶ (۳) ﴿۲﴾ امام مالکؒ کا قول ص ۲۶ ﴿۳﴾ امام دارقطنیؒ کا قول ص ۲۷

﴿۴﴾ امام محمد بن ادریس شافعیؒ کا قول ص ۲۸ ﴿۵﴾ متعدد صحابہ کرام کا فعل ص ۲۸ ﴿۶﴾ ابن عدیؒ کا قول ص ۲۸

﴿۷﴾ امام مسلمؒ کا قول ص ۲۸ ﴿۸﴾ امام ابن تیمیہؒ کا قوص ۲۸ ﴿۹﴾ یحیٰ بن معینؒ، ابن حزمؒ اور ابوبکر بن عربیؒ کا موقف ص ۲۸

﴿۱۰﴾ شیخ احمد شاکرؒ، شیخ البانیؒ اور محمد محی الدینؒ کا موقف ص ۲۹ ﴿۱۱﴾ محدثین کے اقوال ص ۲۹ ﴿۱۲﴾ امام نوویؒ کا قول ص ۳۰

﴿۱۳﴾ محدثین کو اصول۔ (۱)۔ ص ۳۰ ﴿۱۴﴾ عبداللہ بن شقیقؒ کا قول۔ (۲)۔ ص ۳۴ ﴿۱۵﴾ امام نوویؒ کا قول ص ۵۸

﴿۱۶﴾ صحابہؓ اور تابعینؒ کا موقف ص ۶۱ ﴿۱۷﴾ حضرت انسؓ کا قول ص ۶۱ ﴿۱۸﴾ امام شافعیؒ کا قول ص ۶۱

﴿۱۹﴾ حافظ ابن حجرؒ کا قول ص ۶۲ ﴿۲۰﴾ امام ابوداوٗدؒ کا قول ص ۶۲ ﴿۲۱﴾ ابن جوزیؒ کا قول ص ۶۴

﴿۲۲﴾ ابن حزمؒ اور علامہ شوکانیؒ کا مذہب ص ۶۴ ﴿۲۳﴾ حضرت ابن عمرؓ کا قول ص ۶۴ ﴿۲۴﴾ حضرت نافعؒ کا قول ص ۶۵

﴿۲۵﴾ حافظ ابن عبدالبرؒ کا قول ص ۶۵ ﴿۲۶﴾ اہل علم کا قیاس ص ۶۵ ﴿۲۷﴾ حضرت علیؓ کا قول ص ۶۵

﴿۲۸﴾ امام نوویؒ کا قول ص ۶۵ ﴿۲۹﴾ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا قول ص ۷۰ ﴿۳۰﴾ ابن حزمؒ کا قول ص ۷۲

﴿۳۱﴾ حضرت علیؓ کا فعل ص ۷۶ ﴿۳۲﴾ حضرت عقبہ بن عمروؓ ابو مسعود انصاریؓ کا فعل ص ۷۶ ﴿۳۳﴾ حضرت عمرو بن حریث کا قول ص ۷۶

﴿۳۴﴾ ابن حزمؒ کا قول بارہ صحابہ کرام کے بارے میں ص ۷۶ ﴿۳۵﴾ سہل بن سعدؓ کا فعل ص ۷۶ ﴿۳۶﴾ ابو امامہؓ کا فعل ص ۷۶

﴿۳۷﴾ حضرت انس بن مالکؓ کا فعل ص ۷۶ ﴿۳۸﴾ ابن قدامہؓ کا قدامہؓ کا قول ص ۷۶ ﴿۳۹﴾ حضرت ابوہریرہؓ کا قول ص۔ (۴)۔ ص ۷۸

﴿۴۰﴾ حضرت انسؓ کا قول (۵) ص ۷۸ ﴿۴۱﴾ حضرت عمرؓ کا فعل (۳) ص ۷۹ ﴿۴۲﴾ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا قول (۲) ص ۸۱

﴿۴۳﴾ قیاس۔ (۱)۔ ص ۸۲ ﴿۴۴﴾ حضرت ام سلمہؓ کا قول۔ (۶)۔ ص ۸۴ ﴿۴۵﴾ شیخ البانیؒ کا قول ص ۸۹

﴿۴۶﴾ حضرت عمرؓ کا فعل۔ (۱)۔ ص ۹۵ ﴿۴۷﴾ امام ابن قدامہؒ کا قول ص ۱۰۱ ﴿۴۹﴾ حضرت انسؓ کا قول۔ (۳)۔ ص ۱۰۶

﴿۵۰﴾ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا قول۔ (۴)۔ ص ۱۰۶ ﴿۵۱﴾ حافظ ابن حجرؒ کا قول ص ۱۱۰ ﴿۵۲﴾ حضرت بلالؓ کا فعل۔ (۲)۔ ص ۱۱۳

﴿۵۳﴾ ایک صحابیہؓ کا قول۔ (۱)۔ ص ۱۱۴ ﴿۵۴﴾ حضرت عطاءؒ کا قول (۵) ص ۱۱۸ ﴿۵۵﴾ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول۔ (۱)۔ ص ۱۲۱

﴿۵۶﴾ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا فعل۔ (۱)۔ ص ۱۲۴ ﴿۵۷﴾ امام مالکؒ، احمدؒ، اوزاعیؒ، اسحاقؒ اور ابوداؤدؒ کا مذہب۔ (۱)۔ ص ۱۳۰

﴿۵۸﴾ علامہ سبکیؒ کا قول ص ۱۳۰ ﴿۵۹﴾ امام بغویؒ کا قول ص ۱۳۴ ﴿۶۰﴾ حضرت ام سلمہؓ کا فعل۔ (۳)۔ ص ۱۳۶

﴿۶۱﴾ امام ابن تیمیہؒ کا قول ص ۱۴۲ ﴿۶۲﴾ امام ابن ہمام اور ابن قیمؒ کا قول ص ۱۴۲ ﴿۶۳﴾ شیخ البانیؒ کا قول۔ (۴)۔ ص ۱۴۴

﴿۶۴﴾ امام ابن تیمیہ کا قول ص ۱۴۹ ﴿۶۵﴾ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا فعل۔ (۱)۔ ص ۱۵۳ ﴿۶۶﴾ حضرت عکرمہؒ کا قول۔ (۲)۔ ص ۲۵۳

﴿۶۷﴾ عطاء بن رباحؒ کا قول ص ۱۵۳ ﴿۶۸﴾ حافظ ابن عبدالبرؒ کا مقولہ ص ۱۵۳ ﴿۶۹﴾ حضرت عقبہ بن عامرؓ کا قول (۱) ص ۱۵۵

﴿۷۰﴾ حضرت ابن عباسؓ کا فعل (۴) ص ۱۶۱ ﴿۷۱﴾ حضرت عمر فاروقؓ کا فعل (۲)۔ ص ۱۶۳ ﴿۷۲﴾ علی بن مدینیؒ کا مقولہ (۲)۔ ص ۱۶۴

﴿۷۳﴾ محمد بن یحییٰ کا مقولہ۔ (۲)۔ ص ۱۶۵ ﴿۷۴﴾ امام نوویؒ کا قول ص ۱۶۶ ﴿۷۵﴾ مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوریؒ کا قول ص ۲۱۱

﴿۷۶﴾ مولانا عبیداللہ رحمانیؒ کا مقولہ ص ۲۱۱ ﴿۷۷﴾ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا فعل (۲) ص ۲۱۱

﴿۷۸﴾ حضرت عبداللہ بن مسعود اور صحابہ کرام کے افعال ص ۲۳۶ ﴿۷۹﴾ حضرت معاویہؓ کا فعل (۷) ص ۲۳۱

﴿۸۰﴾ حضرت سائب بن یزیدؒ کا قول ص ۲۴۲ ﴿۸۱﴾ حضرت انسؓ کا فعل (۵) ص ۲۴۴ ﴿۸۲﴾ ابوجمرہ، نصر بن عمران کا قول (۶) ص ۲۴۴

﴿۸۳﴾ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا فعل (۱) ص ۲۵۱ ﴿۸۴﴾ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا عمل (۴) ص ۲۵۱ ﴿۸۵﴾ حضرت علیؓ کا قول۔ (۱)۔ ص ۲۵۹

﴿۸۶﴾ حضرت ابن عمرؓ کا فعل ص ۲۵۹ ﴿۸۷﴾ حافظ ابن حجرؒ کا قول ص ۲۶۲ ﴿۸۸﴾ حضرت علیؓ کا فعل ص ۲۶۲

﴿۸۹﴾ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا فعل ص ۲۶۳ ﴿۹۰﴾ امام زہریؒ کا قول ص ۲۶۲ ﴿۹۱﴾ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا فعل ص ۲۶۲

﴿۹۲﴾ حضرت سلمانؓ کا فعل ص ۲۶۲ ﴿۹۳﴾ حضرت عبداللہ بن یزید انصاریؓ کا فعل ص۔ (۶)۔ ص ۲۷۲

﴿۹۴﴾ حضرت ابوبکرؓ کا فعل۔ (۵)۔ ص ۲۸۷ ﴿۹۵﴾ حضرت ابو امامہؓ کا قول۔ (۳)۔ ص ۲۹۲ ﴿۹۶﴾ طلحہ بن عبداللہ بن عوفؒ قول۔ (۱)۔ ص ۹۸

﴿۹۷﴾ چلحہ بن عبداللہ کا قول۔ (۲)۔ ص ۲۹۳ ﴿۹۸﴾ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا فعل۔ (۳)۔ ۲۹۵

﴿۹۹﴾ حضرت صہیبؓ کا فعل۔ (۴)۔ ص ۲۹۶ ﴿۱۰۰﴾ شیخ البانیؒ کا قول۔ (۵)۔ ص ۳۰۱۔

(۲) ذیل میں ترمذی شریف کی وہ روایات (حوالے) پیش کئے کی جارہی ہیں جن کے بارےمیں مصنف اور خود ان کے معاونین نے اپنے حوالوں میں یہ اقرار کیا ہے کہ وہ روایات ''صحیح'' نہیں ہیں اس کے بعد بھی اس کتاب میں انہیں بطور دلیل پیش کیا گیا ہے۔

(۱) ص ۳۴ (۳) (۲) ص ۳۶ (۲) (۳) ص ۳۸ (۲) (۴) ص ۶۵ (۲)

(۵) ص ۶۶ (۴) (۶) ص ۶۷ (۳) (۷) ص ۶۸ (۲) (۸) ص ۶۹ (۷)

(۹) ص ۷۰ (۱) (۱۰) ص ۷۸ (۳) (۱۱) ص ۷۸ (۴) (۱۲) ص ۸۸ (۲)

(۱۳)ص۹۰(۵) (۱۴)ص۹۴(۲) (۱۴)ص۹۴(۲) (۱۵)ص۹۴(۵)

(۱۶)ص۱۰۶(۴) (۱۷)ص۱۰۹(۲) (۱۸)ص۱۱۴ (۱) (۱۹)ص۱۱۸(۲)

(۲۰)ص۱۳۰(۳) (۲۱)ص۱۳۲ص(۱) (۲۲)ص۱۶۰(۴) (۲۳)ص۱۶۱(۳)

(۲۴)ص۱۶۳(۲) (۲۵)ص۱۶۵(۳) (۲۶)ص۱۶۵(۵) (۲۷)ص۱۸۰(۱)

(۲۸)ص۱۸۵(۴) (۲۹)ص۱۹۵(۱) (۳۰)ص۲۲۹(۳) (۳۱)ص۲۳۱(۶)

(۳۲)ص۲۵۲(۱) (۳۳)ص۲۷۱(۳) (۳۴)ص۲۹۲(۲) (۳۵)۲۹۴(۲)

(۳۶)ص۳۰۳(۱)

ذیل میں ترمذی شریف کے حوالے پیش کئے جارہے ہیں جن پر امام ترمذیؒ نے "صحیح" کا حکم نہیں لگایا لیکن مصنف اوران کے معاونین نے دوسروں کے حوالے سے انہیں "صحیح"، لکھ دیا ہے۔

(۱)ص۴۰(۳) (۲)ص۴۰،۴۱،۴۲(۱) (۳)ص۴۲،۴۳(۱) (۵)ص۴۷(۲)

(۶)ص۵۲(۴) (۷)ص۵۶(۳) (۸)ص(۶۱)(۲) (۹)ص۶۳(۳)

(۱۰)ص۶۴(۲) (۱۱)ص۶۴(۴) (۱۲)ص۶۹(۵) (۱۳)ص۷۰(۱)

(۱۴)ص۸۰(۱) (۱۵)ص۹۰(۴) (۱۶)ص۹۳(۲) (۱۷)ص۱۱۳(۴)

(۱۸)ص۱۲۹(۴) (۱۹)ص۱۳۸(۳) (۲۰)ص۱۴۷(۱) (۲۱)ص۱۵۰(۲)

(۲۲)ص۱۵۱(۵) (۲۳)ص۱۵۵(۳) (۲۴)ص۱۸۰(۴) (۲۵)ص۱۸۹(۳)

(۲۶)ص۲۰۱(۲) (۲۷)ص۲۱۶(۲) (۲۸)ص۲۳۷(۱) (۲۹)ص۲۳۷(۲)

(۳۰)ص۲۴۹(۱) (۳۱)ص۲۴۹(۵)(۳)

ذیل میں صرف بارہ روایات کا جائزہ پیش کیا جارہا جن پر "ضعیف" کا حکم لگایا گیا ہے اور مصنف اوران کے معاونین نے ان سے استدلال کیا ہے اگر مکمل طور پر جائزہ لیا جائے تو نہ جانے کتنی روایات ضعیف نکلیں گی۔

(۱)ص۴۵۔(۱) "پانی پاک ہے اوراسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی"۔ابن قطان نے اسے ضعیف کہا ہے اس میں عبیداللہ بن عبداللہ بن رافع بن خدیج ہیں اور وہ مستور ہیں۔

(۲)۔(۲) "جو شخص وضو کے شروع میں اللہ کا نام نہیں لیتا اس کا وضو نہیں"۔اس میں ایک راوی یعقوب بن سلمہ ہیں امام بخاریؒ نے کہا کہ ان کا سماع انکے باپ سے جانا نہیں جاتا، اور نہ ہی ان کے باپ کا حضرت ابو ہریرہؓ سے۔

(۳)ص۱۴۴(۵) "حضرت وائل بن حجرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کیساتھ نماز پڑھی تو آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ، دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینہ پر باندھے"۔اسی کتاب "نماز نبوی" میں ص۲۳ پر ہے "جناب عبدالرؤف صاحب کی کتاب "القول المقبول فی تخریج صلوٰۃ الرسول" اس سلسلے کی بہترین کتاب ہے"۔ چوں کہ مصنف اوران کے معاونین تخریج صلوٰۃ الرسول کو بہترین کتاب مانتے ہیں اس لئے رواۃ پر کلام تخریج صلوٰۃ الرسول سے پیش کی جارہی ہے جو مصنف اور ان کے معاونین پر حجت ہے۔

تخریج صلوٰۃ الرسول ص۲۲۸ پر مذکورہ روایت کے حاشیہ پر ہے۔"یہ سند ضعیف ہے کیوں کہ مؤمل بن اسماعیل سیٔ الحفظ ہے جیسا کہ ابن حجرؒ نے تقریب (۲۹۰/۲) میں کہا ہے۔ابوزرعہؒ نے کہا ہے کہ یہ بہت غلطیاں کرتا ہے۔امام بخاریؒ نے اسے منکر الحدیث کہا ہے، ذہبی نے کہا کہ یہ حافظ عالم ہے مگر غلطیاں کرتا ہے (میزان ۲۲۸/۴)

(۴)ص۱۴۷(۲) "پھر یہ پڑھیں اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطا ن الرجیم من ھمزہ و نفخہ و نفثہ"۔

امام احمد نے کہا یہ حدیث صحیح نہیں ہے........پس حدیث مرسل ضعیف ہے۔

(۵) ص۱۵۰(۲) "حضرت عبادۃ بن صامتؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم فجر میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے تھے........نہ پڑھے۔"

علامہ نیمویؒ نے کہا کہ عبادہ بن صامتؓ سے قرأت کے بارے میں جو روایات کی گئی ہیں ہر وجوہ سے سب کے سب ضعیف ہیں،

مذکورہ روایت تین وجوہ سے معلول ہے(۱)اس میں مکحول ہیں جو کہ مدلس ہیں معنعنا سے روایت کرتے ہیں(۲)محمود بن الربیع عن عبادہ بن صامتؓ سے(۳)مکحول کے طریق سے اور محمد بن اسحاق (مدلس) کے طریق سے روایت کی گئی ہے۔

(۶)ص۱۵۰(۳)''ایک روایت میں یہ بھی ہے.........سورہ فاتحہ کے سوا کچھ نہ پڑھو'' علامہ ذہبیؒ نے میزان میں کہا نافع بن محمود المقدسی عن عبادہ فی قرأۃ خلف الامام و عنہ حرام بن حکیم پہچانے نہیں جاتے اس حدیث کے سوا۔حافظ بن حجرؒ نے تقریب میں کہا نافع بن محمود بن الربیع مستور ہیں،طحاوی نے کہا جب پہچانے نہیں جاتے تو کیسے صحیح ہوسکتی ہے۔

(۷)ص۱۵۲(۱)''حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ جب حضورﷺ.......آپﷺ کے اردگرد کے لوگ سن لیتے۔''اس کی اسناد ضعیف ہیں اس میں بشر بن رافع ہیں بخاریؒ نے ان کے بارے میں کہا کہ ان کی حدیث کی متابعت نہیں کی جاتی۔امام احمدؒ نے کہا ضعیف ہیں۔ابن حبانؒ نے کہا گڑھنے والی چیزوں سے روایت کرتا ہے،ابن عبد البرؒ نے انصاف میں کہا کہ ان کی حدیث کے انکار پر اتفاق ہے،حافظ بن حجرؒ نے تقریب میں کہا کہ وہ ضعیف الحدیث ہیں۔

(۸)ص۱۵۳(۴)''جس قدر یہود سلام اور آمین سے چڑتے ہیں اتنا کسی اور چیز سے نہیں چڑتے پس تم کثرت سے آمین کہنا۔''

تخریج صلوٰۃ الرسول ص۲۴۲ پر مذکورہ روایت کے حاشیہ پر ہے''یہ سند ضعیف ہے کیوں کہ طلحہ بن عمر کے ضعیف ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔''

(۹)ص۱۲۸(۴)''چنانچہ رسول اللہﷺ نے ایک شخص کو صبح کی فرض نماز کے بعد دو رکعتیں پڑھتے ہوئے دیکھ کر.......رسول اللہﷺ خاموش ہوگئے۔''

علامہ نیمویؒ کہا کہ مذکورہ روایت کی اسناد ضعیف ہیں......محدثین اس بات پر متفق ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے.........یہ روایت ہر طرق سے ضعیف ہے۔

تخریج صلوٰۃ الرسول ص۳۸۵ پر مذکورہ روایت کے حاشیہ میں ہے......اس سند میں انقطاع ہے امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند متصل نہیں ہے کیوں کہ محمد بن ابراہیم کا قیس سے سماع نہیں ہے۔''

(۱۰)ص۲۵۰''عید اگر جمعہ کے دن ہو تو نماز عید پڑھنے کے بعد جمعہ پڑھ لیں یا ظہر،اختیار ہے''۔تخریج صلوٰۃ الرسول ص۴۲۲ پر مذکورہ روایت کے حاشیہ پر ہے''مگر یہ سند ضعیف ہے ابن خزیمہ حدیث ذکر کرنے سے قبل فرماتے ہیں بشرطیکہ یہ حدیث صحیح ہو،ایاس بن رملہ کے بارے میں مجھے جرح و تعدیل کا علم نہیں۔ابن المنذر نے کہا کہ یہ حدیث ثابت نہیں کیوں کہ ایاس بن رملہ مجہول ہے۔میزان الاعتدال (۱/۲۸۲) و تلخیص الحبیر (۲/۸۸) ابن حجر نے بھی اسے تقریب میں مجہول کہا ہے۔''

(۱۱)ص۲۷۲(۴)(۵)''نماز پڑھا کر امام خطبہ دے۔(یعنی نماز عید کی طرح)''''جمہور کا عمل اسی پر ہے مگر خطبہ نماز سے پہلے بھی جائز ہے''۔

تخریج صلوٰۃ الرسول ص۴۲۲ پر مذکورہ روایات کے حاشیہ پر ہے''یہ حدیث ضعیف ہے امام ابن خزیمہ حدیث ذکر کرنیکے بود فرماتے ہیں کہ نعمان بن راشد کت متعلق کھٹکا ہے کیوں کہ زہری سے اسکی حدیث میں بہت تخلیط ہے............امام بخاریؒ نے کہا ہے کہ اس کی حدیث میں بہت وہم ہے،اور احمد بن حنبلؒ نے مضطرب الحدیث کہا ہے،یحیٰی بن سعید،ابن معین اور ابوداؤد نے اسے ضعیف کہا ہے،ابوحاتم نے اسکی حالت کی تحسین کی ہے۔میزان الاعتدال (۴/۲۶۵۰)''

(۱۲)ص۲۷۸(۱)،(۲)''حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبیﷺ نے عباس بن المطلبؓ سے فرمایا اے چچا جان......تو زندگی میں ایک بار ضرور پڑھیں۔''تخریج صلوٰۃ الرسول ص۴۶۶ پر مذکورہ روایت کے حاشیہ میں ہے''اس حدیث کی سند ضعیف ہے کیوں کہ موسیٰ بن عبدالعزیز سیئ الحفظ ہے ،دیگر ابراہیم بن الحکم نے اسے مرسل بیان کیا ہے۔''

غیر مقلدین کے پمفلٹس اور ان کے جائزے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

غیر مقلدین کے پمفلٹس

عیدالاضحیٰ اور قربانی کے احکام ومسائل

عشرۂ ذی الحجہ :۔اسلامی مہینوں میں ذی الحجہ کا مہینہ خاص فضلیت رکھتا ہے۔یہی وہ مبارک مہینہ ہے جس میں عالم اسلام کے لاکھوں مسلمان فریضۂ حج کی ادائیگی کیلیئے مرکز اسلام مکہ مکرم میں جمع ہوکر توحید، انسانیت ،مساوات اوراخوت ومحبت کے ایمان افروز مناظر دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔اس ماہِ عظیم کے پہلے عشرہ کو بہت زیادہ تقدس وفضلیت حاصل ہے۔اس عشرہ کی نیکیاں اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ محبوب ہیں۔(بخاری)

نفلی روزے : عشرۂ ذی الحجہ میں نفلی روزوں کی بھی فضیلت ثابت ہے۔(ابوداوٗد،نسائی ابن ماجہ)اور خاص طور پر ذی الحجہ کی نویں تاریخ کے روزے کا بہت زیادہ ثواب ہے۔رسول اللہ ﷺ سے عرفہ(۹ذی الحجہ) کے روزے کی بابت سوال کیا گیا آپ نے فرمایا وہ گزشتہ اور آئندہ سال کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔(مسلم وابوداوٗد،نسائی) جولوگ حج کیلیئے نوتاریخ کو عرفات میں ہوں،انہیں نوتاریخ کا روزہ رکھنا منع ہے۔(بخاری ومسلم،ابوداوٗد،ابن ماجہ)اسی طرح عیدالاضحیٰ کے دن اوراسکے بعد تین دن تک روزہ رکھنا حرام قرار دیا گیا ہے۔(بخاری ومسلم)

بال اور ناخن کاٹنا : جولوگ قربانی کی استطاعت رکھتے ہیں،وہ ذی الحجہ کا چاند نظر آنیکے بعد سے قربانی کرنے تک جسم کے کسی بھی حصہ کے بال اور ناخن نہ کٹوائیں۔(مسلم دارقطنی)اور جولوگ قربانی کی استطاعت نہیں رکھتے وہ بھی اگر چاند نظر آنے کے بعد بال اور ناخن نہ کٹوائیں بلکہ عیدالاضحیٰ کی نماز سے فارغ ہوکر بال ناخن وغیرہ کٹوائیں تو انہیں بھی قربانی کا ثواب ملتاہے۔(ابوداوٗد،نسائی،حاکم،دارقطنی،ابن حبان)

نوٹ: جولوگ داڑھی منڈواتے ہیں وہ یہ مسئلہ معلوم کرتے ہیں کہ عشرۂ ذی الحجہ میں شیو کرا سکتے ہیں یا نہیں تو اسطرح کے حضرات نوٹ فرمالیں کہ داڑھی منڈوانا ہر حال میں حرام ہے
تکبیرات:عشرۂ ذی الحجہ میں تکبیر وتہلیل اور تحمید کی خصوصی تاکید کی گئی ہے۔(مسند احمد) تکبیر وتہلیل اور تحمید کے الفاظ کئی طرح ثابت ہیں جو اس طرح ہیں:

(۱)اللہ اکبر اللہ اکبر لاالہ الااللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد (مصنف ابن ابی شیبہ)(۲)اللہ اکبر اللہ اکبر کبیراً (مصنف عبدالرزاق،فتح الباری) تکبیر وتہلیل اوتحمید کے مذکورہ کلمات ذی الحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد ۱۳/ذی الحجہ کے غروب آفتاب تک چلتے پھرتے،اٹھتے بیٹھتے اور نمازوں کے بعد پڑھتے رہنا چاہیئے۔(بخاری ،مرعاۃ شرح مشکوٰۃ)بعض علماء نے لکھا ہے کہ تکبیرات ۹/ذی الحجہ کی فجر سے ۱۳ذی الحجہ کی نماز عصر تک پڑھنی چاہئیں،اس بارے میں کچھ صحابۂ کرامؓ کے آثار کتب احادیث میں ملتے ہیں مگر بہتر وافضل صورت یہی ہے کہ ذی الحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد سے ۱۳ذی الحجہ کے غروب آفتاب تک تکبیرات پڑھیں کیونکہ صحابۂ کرامؓ کی اکثریت کا معمول یہی ملتا ہے اوراس صورت پر عمل کرنے میں تمام اقوال وآثار پر عمل بھی ہوجاتا ہے۔

عیدالاضحی کے دن: عیدالاضحیٰ یعنی دس ذی الحجہ کو صبح سویرے غسل کرنا بہتر ہے۔(بیہقی) حیثیت کیمطابق اچھے کپڑے پہننا۔(بخاری ومسلم)اور خوشبو لگانا نت ہے(حاکم) نماز عیدالاضحیٰ سے پہلے کچھ نہ کھانا سنت ہے(ترمذی) نماز کھلے میدان میں ادا کرنی چاہئے(بخاری ومسلم) نماز کیلیئے نہایت سکون ووقار کیساتھ باآواز بلند تکبیرات پڑھتے ہوئے جانا چاہئے (بیہقی) نماز عید میں عورتوں کو بھی شریک ہونا ضروری ہے اگر کچھ عورتیں حیض آنیکی وجہ سے نماز نہ پڑھ سکیں تو علیحدہ بیٹھ جائیں اور لوگوں کی تکبیروں کیساتھ تکبیریں کہتی رہیں اور انکی دعاؤں کیساتھ دعائیں مانگتیر ہیں(بخاری ومسلم) نماز عید کا مستحب وقت اشراق کا وقت ہے(ابوداوٗد) عید کی نماز بغیر اذان واقامت پڑھنی چاہئے۔(بخاری ومسلم)

طریقۂ نماز: نماز عید دو رکعت ہے۔(بخاری) پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے بعد سات تکبیریں کہنی چاہئیں اور دوسری رکعت میں قرأت شروع کرنے سے پہلے پانچ تکبیریں کہنی چاہئیں(ترمذی،ابن ماجہ،ابن خزیمہ،دارقطنی)باقی نماز عام نمازوں کی طرح ادا کی جائے۔عید کی نماز میں سنت یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ ق پڑھی جائے اور دوسری رکعت میں سورۂ غاشیہ یا سورۂ قمر پڑھی جائے۔(مسلم،ترمذی)

بعض لوگ نماز شروع کرنے سے قبل نماز عید کی نیت کرنے کا طریقہ بتاتے ہیں جو اس طرح ہوتا ہے: نماز عید، واسطے اللہ تعالیٰ کے مع زائد تکبیروں کے پیچھے اس امام کے،منہ میرا کعبہ شریف کیطرف،اللہ اکبر،نیت کا یہ طریقہ قطعا بدعت ہے دنیا میں موجود تمام کتب احادیث میں سے کسی بھی کتاب میں اسطرح سے نیت کرنیکا طریقہ نہیں ملتا ہے۔اسلئے اسطریقہ نیت کو فوراً چھوڑ دینا چاہئے۔کیونکہ نیت تو دلی ارادہ کا نام ہے۔تفصیل کیلیئے دیکھئے فقہ حنفی کی معتبر کتاب عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ جلد اول صفحہ ۱۵۹۔

خطبہ: نماز کے بعد تمام حضرات اپنی صفوں میں بیٹھے رہیں۔(بخاری ومسلم)امام اپنی جائے نماز پر کھڑے ہوکر خطبہ دے جسمیں وعظ ونصیحت اور ضروری باتیں بتائے۔(بخاری ومسلم) عیدگاہ سے گھر واپس ہوتے ہوئے راستہ تبدیل کرنا سنت ہے۔(بخاری)

کچھ ضروری مسائل: اگر کوئی شخص ایسے وقت عیدگاہ پہنچا کہ نماز شروع ہوچکی ہے تو اسے فوراً جماعت میں شامل ہوجانا چاہیئے۔(ابوداوٗد)اور اگر کوئی اکیلا ہی ہوتو اسے دو رکعت نماز،عید کی نماز کی طرح پڑھ لینی چاہئے(بخاری)

قربانی کی تاکید: نماز عیدالاضحیٰ سے فارغ ہونے کے بعد قربانی کرنی چاہئے۔قربان ہر اس شخص پر واجب ہے جو جانور خریدنے کی استطاعت رکھتا ہو۔قربانی کرنے کیلیئے صاحبِ نصاب ہونے کی شرط لگانا نے دلیل بات ہے۔نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

من وجد سعۃ فلم یضع فلا یقر بن مصلانا (ابن ماجہ، مسند احمد، دار قطنی) جو شخص قربانی کی طاقت رکھتا ہو پھر بھی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب بھی نہ آئے

قربانی کا جانور کیسا ہو؟: قربانی کا جانور خریدتے وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ جانور موٹا تازہ اور خوبصورت ہو۔ (ابوداؤد، نسائی ترمذی وغیرہ) اور اس کے کانوں آنکھوں اور سینگوں کو اچھی طرح دیکھ لینا چاہئے (ابن خزیمہ حاکم)

جانور کن عیوب سے پاک ہو: قربانی کا جانور لنگڑا پن ظاہر ہو۔ کانا نہ ہو کہ اسکا کانا پن ظاہر ہو، بیمار نہ ہو کہ اس کی بیماری ظاہر ہو، لاغر اور کمزور نہ ہو کہ اس کی ہڈیاں گودے سے خالی ہوں۔ اسی طرح آدھے یا آدھے سے زیادہ سینگ ٹوٹے ہوئے جانور کی قربانی نہیں ہوگی۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی۔ ابن ماجہ موطا امام مالک)

جس جانور کا کان سامنے یا پیچھے کی جانب سے کٹا ہوا ہو یا جسکا کان لمبائی میں چیرا ہوا ہو یا جسکے کان میں گول سوراخ ہو اسکی قربانی نہیں ہوگی۔ (ابوداؤد نسائی ترمذی ابن ماجہ مسند احمد)

خارش زدہ اور تھن کٹے جانور کی بھی قربانی جائز نہیں (طبرانی مجمع الزوائد)

کسی جانور کا خصی ہونا قربانی کیلئے عیب و نقص شمار نہیں کیا گیا ہے بلکہ کئی ایک احادیث سے نبی کریم ﷺ کا خصی جانور قربانی کرنیکا ثبوت ملتا ہے تفصیل کیلئے دیکھئے۔

(ابوداؤد ابن ماجہ بیہقی نیل الاوطار للشوکانی)

جانور کی عمر: ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں ہے جس کے سامنے کے دو دانت نہ نکال لئے ہوں یعنی قربانی کیلئے جانور کا دو دانت ہونا ضروری ہے (مسلم ابوداؤد) بعض لوگوں کا یہ کہنا یا لکھنا کہ بکرا بکری بھیڑ ایک سال کا گائے دو سال کی اور اونٹ پانچ سال کا ہو تو ان کی قربانی درست ہے۔ یہ بالکل غلط اور بے دلیل بات ہے قربانی کے جانوروں کیلئے ایک سال دو سال اور پانچ سال کی شرط نہیں ہے بلکہ دو دانت ہونے کی شرط ہے گھر کا پلا ہوا جانور بھی دو دانت کی شرط ہے مستثنیٰ نہیں ہے ہاں صرف بھیڑ اور دنبہ کے بارے میں اجازت ہے کہ اگر اس میں دو دانت نہیں نکالے اور اتنا فربہ ہے کہ دو دانت والے جانور کی طرح لگتا ہے تو اس کی قربانی درست ہے۔ (مسلم)

جانور خریدنیکے بعد کوئی عیب ہوجائے: اگر کسی نے بالکل صحیح وتندرست جانور خرید ابعد میں وہ بیمار ہوگیا یا کوئی مرض اسے لگ گیا تو اس کی قربانی جائز ہے (مصنف عبدالرزاق بیہقی) اگر کوئی صاحب حیثیت ہے تو اس کیلئے جانور بدل لینا ہی بہتر ہے (الاعتصام عیدالاضحیٰ نمبر ۱۹۸۶ء)

جانور کے گم ہونے پر: قربانی کا جانور گم ہوجانے کی صورت میں دوسرا جانور خرید کر قربانی کرنی چاہئے۔ اگر دوسرا جانور خریدنے کے بعد گم شدہ جانور مل جائے تو دونوں کی قربانی کرنی چاہئے۔ (دارقطنی التلخیص الحبیر مصنف ابن ابی شیبہ)

بعض لوگ اس مسئلہ میں امیر وغریب کی تفریق کرتے ہیں کہ اگر دوسرا جانور خریدنے کے بعد گم شدہ جانور مل جائے تو امیر صرف ایک کی قربانی کرے اور غریب دونوں کی یہ بات خودساختہ اور بے دلیل ہے حضرت محمد ﷺ کی شریعت مطہرہ میں اس طرح کی کوئی تفریق نہیں ہے۔

ایک جانور میں شراکت: گائے میں سات آدمی شریک ہوسکتے ہیں (ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ)

اونٹ میں سات یا دس آدمی شریک ہوسکتے ہیں۔ (ترمذی نسائی ابن ماجہ)

اگر کوئی ایک ہی آدمی اپنی طرف سے ایک گائے یا اونٹ قربان کرے تو کوئی مضائقہ نہیں گائے اور اونٹ میں شریک ہونیوالے افراد میں مالدار اور غریب کی کوئی شرط نہیں ہے

ایک بکرا یا بھیڑ ایک گھر کی طرف سے: پورے ایک گھر کی طرف سے ایک بکرا، بکری یا بھیڑ، دنبہ، قربانی کرنا کافی ہے چاہے گھر میں کتنے ہی افراد کیوں نہ ہوں۔ (ترمذی، ابن ماجہ، موطا امام مالک)

قربانی کا وقت: قربانی کا صحیح وقت نماز عید کے بعد سے شروع ہوجاتا ہے نماز عید سے پہلے کی گئی قربانی نہیں ہے (بخاری) بعض لوگوں نے دیہات والوں کو نماز عید سے پہلے قربانی کی اجازت دی ہے یہ بالکل غلط ہے اللہ کے دین میں مداخلت ہے۔

قربانی کون سے دن تک: صحیح احادیث اور تعامل صحابہؓ کی روشنی میں قربانی عید کے دن اور اس کے بعد تین دن تک درست ہے یعنی ۱۳ ذی الحجہ تک قربانی کی جاسکتی ہے۔ تفصیل کیلئے دیکھئے۔ (مسند احمد، دارقطنی صحیح ابن حبان، بیہقی، نیل الاوطار اور تفسیر ابن کثیر)

قربانی کا طریقہ: قربانی کا جانور اپنے ساتھ سے ذبح کرنا افضل ہے (مسلم ابوداؤد) عورتوں کیلئے بھی یہی حکم ہے (بخاری) جانور کو ذبح کرنے سے پہلے چھری خوب تیز کر لینی چاہئے (ابوداؤد ومسند احمد) اس بات کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے کہ چھری جانور کے سامنے یا اسے لٹا کر تیز نہیں کرنی چاہئے، بلکہ یہ کام اس کی نگاہوں سے دور رہ کر کرنا چاہئے (حاکم المعجم الکبیر للطبرانی مجمع الزوائد) بکرا بکری بھیڑ دنبہ اور گائے قبلہ رو لٹا کر ذبح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے اوپر والے پہلو پر اپنا پاؤں رکھ کر ذبح کرنا چاہئے (بخاری ومسلم) اور اونٹ کی قبلہ رو کھڑا کر کے بائیں ٹانگ اور ران کو باہم باندھ کر تین ٹانگوں پر کھڑا ہونے کی حالت میں اس کے سینے اور گردن کی جڑ کے درمیان گڈھا نما جگہ میں نیزہ یا کوئی تیز دھار آلہ سے اللہ اکبر پڑھ کر مارا جائے جس سے اس کی رگ جان کٹ جائے اسے نحر کرنا کہتے ہیں۔ (سورۃ حج، آیت ۳۶، بخاری ومسلم)

قربانی کا جانور ذبح یا نحر کرتے وقت مندرجہ ذیل آیات پڑھنے سنت ہیں:

انی وجهت وجهی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین ○ ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العالمین ○ لاشریک له وبذلک امرت وانا اول المسلمین ○ (سورۃ الانعام ۷۹، ۱۶۲، ۱۶۳)

ترجمہ: میں نے اپنا منہ اس کی طرف کر لیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں مشرکین نہیں ہوں، میری نماز و قربانی اور میرا مرنا جینا سب اللہ ہی کیلئے ہے جو تمام جہان کا پروردگار ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے یہی حکم ہوا ہے اور میں سب سے پہلے اس کا تابعدار ہوں۔

اگر قربانی اپنے اور اپنے گھر والوں کیطرف سے ہے تو کہنا چاہئے اللھم ان ھذا منک ولک اللھم تقبل منی و اھل بیتی (ابوداؤد، دارمی) اور اگر دوسرے کیطرف سے ہے تو کہنا چاہئے اللھم تقبل من ...... بعض حضرات نے لکھا ہیکہ ذبح کرنیکے بعد یہ دعا پڑھنے چاہئے۔(×) اللھم تقبلہ منی کما تقبلت من حبیبک محمد وخلیلک ابراھیم علیہ السلام (×) یہ عامن گھڑت ہے۔ حدیث کی کسی کتاب میں نہیں لکھی ہے۔ مسلمانوں کو نبی کی سنت پرعمل کرنا چاہئے لوگوں کی بنائی ہوئی باتوں سے بچنا چاہئے

کھال کب اتاریں: ذبح یا نحر کے بعد جب جانور کا خون اچھی طرح نکل جائے اور وہ بالکل ٹھنڈا ہو جائے اس وقت کھال اتارنی چاہئے۔ ذبح یا نحر کے فوراً بعد کھال اتارنا جب کہ وہ تڑپ رہا ہو صحیح نہیں ہے نبی کریم ﷺ نے اس فعل کو ''شیطانی ذبح'' فرمایا ہے اور اس کی ممانعت فرمائی ہے۔(ابوداؤد)

قربانی کی کھال: قربانی کے جانوروں کی کھالیں صدقہ کردینی چاہئیں یعنی غریب و مسکین، یتیم اور بیواؤں کو دے دینی چاہئیں۔(بخاری و مسلم) قربانی کی کھال اپنے استعمال میں بھی لائی جاسکتی ہے۔(مسند احمد) قربانی کی کھال بیچ کر اس کی قیمت اپنے مصرف میں لانا جائز نہیں ہے۔(مسند احمد) اسی طرح قربانی کی کھال قصاب کو اجرت میں دینا جائز نہیں ہے۔(بخاری و مسلم) بلکہ قصاب کو اس کی اجرت اپنے پاس سے دینی چاہئے (بخاری و مسلم)

قربانی کا گوشت: قربانی کے گوشت میں سے خود کھائیں اور دوسروں کو بھی کھلائیں۔ قرآن مجید میں سورۂ حج کی آیت ۲۸ اور آیت ۳۶ میں فرمایا گیا ہے کہ ''اس میں سے تم کچھ کھاؤ اور بدحال محتاجوں کو کھلاؤ''۔''اس میں سے تم لوگ کچھ کھاؤ اور قناعت کرنے والے اور دست دراز کرنے والوں کو کھلاؤ''۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''خود کھاؤ، ذخیرہ کرو اور صدقہ کرو'' (بخاری مسلم)

اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ جن علاقوں میں باحیثیت لوگوں کی کثرت ہو وہاں تو جتنے دن چاہیں قربانی کا گوشت ذخیرہ کر کے کھائیں لیکن جہاں فقراء، غرباء اور مساکین زیادہ ہوں جو قربانی نہ کرسکتے ہوں، وہاں قربانی کرنے والوں کو گوشت کا ذخیرہ کرنے کے بجائے یہ کوشش کرنی چاہئے کہ قربانی کا گوشت زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچے

آغاز اسلام میں نبی اکرم ﷺ کی طرف سے تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت کھانے اور جمع رکھنے کی ممانعت اور بعد میں خوشحال ہو جانے کے پیش نظر اس کی اجازت دے دینے کی ان دونوں صورتوں اور حالتوں کو پیش نظر رکھا جائے تو یہ کسی طرح بھی روا نہیں رہتا کہ فقراء و مساکین کے گھروں میں تو صرف عید کے دن ہی چار بوٹیا پکیں اور پھر فاقہ مستی۔ مگر امیر لوگ اپنی قربانی کے گوشت سے فریز بھرلیں اور مہینوں کھاتے رہیں۔ یہ انداز مزاج اسلام اور منشائے نبوت کے منافی ہے۔(سوئے حرم ص ۴۲۷)

قربانی کا گوشت غیر مسلم کیلئے: قربانی کا گوشت غیر مسلم کو بھی دیا جاسکتا ہے۔ ممانعت کی کوئی دلیل قرآن و حدیث میں نہیں ہے۔ بلکہ سورۂ حج کی آیت ۳۶،۲۸ میں قربانی کا گوشت خود کھانے اور غریب محتاجوں کو کھلانے کا حکم ہے جس میں مسلم اور غیر مسلم سب ہی آتے ہیں۔

شعبہ نشر و اشاعت: محمدی اکیڈمی، انصار باغ مالیگاؤں

غیر مقلدین کے پمفلٹس کے جائزے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بات محمدی اکیڈمی کی اور نام حدیث کا

''عیدالاضحیٰ اور قربانی کے احکام و مسائل'' نامی پمفلٹ میں حدیث کے نام پر کی گئی فریب کاریوں کی نشاندہی

محمدی اکیڈمی انصار باغ مالیگاؤں نے ایک پمفلٹ ''عیدالاضحیٰ اور قربانی کے احکام و مسائل'' کے نام سے شائع کیا ہے۔ جس کے اراکین فرقۂ اہل حدیث سے ہیں اور جو دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم صرف صحیح احادیث پر عمل کرتے ہیں لیکن بڑی افسوسناک بات ہے کہ مذکورہ پمفلٹ کے بیشتر مسائل میں انھوں نے اپنے جملے درج کر کے احادیث کی کتابوں کا حوالہ دے دیا ہے۔ حالانکہ بیشتر جملے احادیث میں موجود نہیں ہیں۔ ثبوت کے طور پر صرف ''صحیح بخاری'' کے حوالوں کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔ اسی سے دیگر کتب احادیث کے حوالوں کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

عشرۂ ذی الحجّہ: اسلامی مہینوں میں ذی الحجہ کا مہینہ خاص فضیلت رکھتا ہے۔ یہی وہ مبارک مہینہ ہے جس میں عالم اسلام کے لاکھوں مسلمان فریضہ حج کی ادائیگی کیلئے مرکز اسلام مکہ مکرمہ میں جمع ہو کر توحید، انسانیت، مساعات اور اخوت و محبت کے ایمان افروز مناظرہ دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اس ماہ عظیم کے پہلے عشرہ کو بہت زیادہ تقدس و فضیلت حاصل ہے۔ اس عشرہ کی نیکیاں اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ محبوب ہیں۔(بخاری)

تبصرہ: پورا پیراگراف لکھ کر بخاری کا حوالہ ہے، جبکہ بخاری میں سرے سے یہ جملے موجود نہیں ہیں۔ اگر ہیں تو صفحہ نمبر اور عبارت پیش کی جائے۔

نفلی روزے: جو لوگ حج کے لئے ۹ رتاریخ کو عرفات میں ہوں انہیں ۹ رتاریخ کا روزہ رکھنا منع ہے۔(بخاری و مسلم، ابوداؤد ابن ماجہ)

تبصرہ: نہ یہ جملہ ہے اور نہ ہی منع کا حکم صحیح بخاری میں موجود ہے اگر ہے تو صفحہ نمبر اور عبارت پیش کی جائے۔

اسی طرح عیدالاضحیٰ کے دن اور اسکے بعد تین دن تک روزہ رکھنا حرام قرار دیا گیا ہے۔(بخاری و مسلم)

تبصرہ: عیدالاضحیٰ اور اسکے بعد تین دن تک روزے رکھنے کی ممانعت کے سلسلے میں صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ کا اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا قول ہے نہ کہ مرفوع حدیث۔ اسلئے ان غیر مقلدین کا اس حوالے کو پیش کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

تکبیرات: تکبیر وتہلیل اور تحمید کے مذکورہ کلمات (اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ لاالٰه الا اللّٰه و اللّٰه اکبر اللّٰه اکبر ولله الحمد الله اکبرالله اکبر کبیراً) ذی الحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد ۱۳/ ذی الحجہ کے
غروب آفتاب تک چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے اور نمازوں کے بعد پڑھتے رہنا چاہیئے۔ (بخاری، مرعاۃ شرح مشکوٰۃ)

تبصرہ: نہ یہ کلمات اور نہ ہی چاند نظر آنے سے ۱۳/ ذی الحجہ کے غروب تک انکے پڑھنے کا کوئی حکم موجود ہے اور نہ ہی یہ جملے موجود ہیں، یہ تمام جملے خود انکے ہیں صحیح بخاری کے نہیں۔

عید الاضحی کے دن: حیثیت کے مطابق اچھے کپڑے پہننا۔ (بخاری مسلم) نماز کھلے میدان میں ادا کرنی چاہئے (بخاری ومسلم) نماز عید میں عورتوں کو بھی شریک ہونا ضروری ہے اگر کچھ عورتیں حیض آنیکی وجہ سے نماز نہ پڑھ سکیں تو علحیدہ بیٹھ جائیں اور لوگوں کی تکبیروں کیساتھ تکبیریں کہتی رہیں اور انکی دعاؤں کے ساتھ دعائیں مانگتی رہیں، (بخاری ومسلم) عید کی نماز بغیر اذان واقامت پڑھنی چاہیئے۔ (بخاری ومسلم)

تبصرہ: مذکورہ جملے صحیح بخاری میں ان الفاظ کے ساتھ مذکور نہیں ہیں اپنا مطلب پورا کرنے کیلئے ترجمہ میں تحریف کی ہے۔

خطبہ: نماز کے بعد تمام حضرات اپنی صفوں میں بیٹھے رہیں، (بخری ومسلم) امام اپنی جائے نماز پر کھڑا ہو کر خطبہ دے جس میں وعظ ونصیحت اور ضروری باتیں بتائے (بخاری ومسلم) عیدگاہ سے گھر واپس ہوتے ہوئے راستہ تبدیل کرنا سنت ہے۔ (بخاری)

تبصرہ: صحیح بخاری میں مذکورہ جملے منقول نہیں ہیں، اگر ان جملوں کے موجود ہونے کا دعویٰ ہے تو عبدارت پیش کی جائے۔

کچھ ضروری مسائل: اگر کوئی شخص ایسے وقت عید گا پہنچا کہ نماز شروع ہو چکی ہے تو اسے فوراً جماعت میں شامل ہو جانا چاہیئے۔ جتنی نماز امام کے ساتھ ملے پڑھ لے جو باقی رہ جائے اسے امام کے سلام پھیرنے کے بعد ادا کرلے۔ (بخاری)

تبصرہ: یہ الفاظ صحیح بخاری شریف میں موجود نہیں ہیں۔ یہ ان کی تحریف ہے۔

اگر کوئی اکیلا ہی ہو تو اسے دورکعت نماز عید کی نماز کی طرح پڑھ لینی چاہیئے (بخاری)

تبصرہ: صحیح بخاری میں اس قسم کا کوئی جملہ مرفوع حدیث میں مذکور نہیں ہے، اس مسئلہ میں امام بخاری نے حضرت عطاءؒ (تابعی) کا قول پیش کر کے تقلید کی ہے۔ اس تقلید سے غیر مقلدین کا کیا تعلق؟ لیکن صحیح بخاری کی شہرت کا فائدہ اٹھانے کی مذموم حرکت ہے۔

قربانی کا وقت: قربانی کا صحیح وقت نماز عید کے بعد شروع ہوجاتا ہے۔ نماز عید سے پہلے کی گئی قربانی، قربانی نہیں ہے۔ (بخاری)

تبصرہ: ان الفاظ کے ساتھ کوئی صحیح حدیث صحیح بخاری میں نہیں ہے۔

قربانی کا طریقہ: قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل ہے۔ (مسلم، ابوداؤد) عورتوں کیلئے بھی یہ حکم ہے۔ (بخاری)

تبصرہ: ''عورتوں کیلئے بھی یہ حکم ہے'' یہ جملہ صحیح بخاری میں نہیں ہے اور نہ ہی اس سلسلے میں صحیح بخاری میں کوئی مرفوع حدیث ہے۔ امام بخاری نے اس مسئلہ میں حضرت ابوموسیٰؓ کے فعل کی تقلید کی ہے۔ غیر مقلدین اس سے رجوع کریں۔

بکرا، بکری، بھیڑ، دنبہ اور گائے کو قبلہ رولٹا کر ذبح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے اوپر دالے پہلو پر اپنا پاؤں رکھ کر ذبح کرنا چاہیئے۔ (بخاری مسلم)

اگر دوسرے کی طرف سے ہے تو کہنا چاہیئے اللھم تقبل من.......... کے بعد اس کا نام لیں اور بسم اللہ واللہ اکبر کہہ کر ذبح یا نحر کرنا چاہیئے۔ (بخاری ومسلم)

تبصرہ: اپنا مطلب ومفہوم بیان کرنے کیلئے ترجمہ میں تحریف کی گئی ہے۔

قربانی کی کھال: قربانی کے جانوروں کی کھالیں صدقہ کردینی چاہئیں، یعنی غریب ومسکین، یتیم اور بیواؤں کو دے دینی چاہئیں۔ (بخاری ومسلم) اسی طرح قربانی کی کھال قصاب کو اُجرت میں دینا جائز نہیں ہے۔ (بخاری ومسلم) بلکہ قصاب کو اس کی اجرت اپنے پاس سے دینی چاہیے۔ (بخاری ومسلم)

تبصرہ: پہلی اور دوسری روایت کے ترجے میں تحریف کی گئی ہے اور تیسرا جملہ طرف سے اپنے الفاظ میں پیش کرکے بخاری کا حوالہ دیا گیا ہے۔

خلاصہ: قارئین نے ملاحظہ کیا کہ محمدی اکیڈمی کی صحیح بخاری کے پیش کردہ حوالہ جات کا کیا حال ہے؟ کتنے جملے تو سرے سے صحیح بخاری میں منقول ہی نہیں ہیں اور کچھ کے تراجم میں تحریف کی گئی ہے اور کتنے حوالے تو غیر نبیوں کے اقوال وافعال ہیں مرفوع احادیث نہیں ہیں۔

شرک فی الرسالت؟

(۱) غیر مقلدین غیر نبی سے دلیل لینے کو یعنی تقلید کو شرک فی الرسالت سے تعبیر کرتے ہیں۔ جبکہ مذکورہ حوالوں میں غیر نبی کے اقوال وافعال سے دلیل لی گئی، لیکن چونکہ وہ قارئین کیسامنے نہیں ہیں اسلئے فریب کاری کی گئی۔ بڑے تعجب کی بات ہیکہ تقلید کو شرک فی الرسالت سے تعبیر کرنیوالی محمدی اکیڈمی نے ''قربانی کونسے دن تک'' کے عنوان کے ذیل میں اپنے مسائل کی دلیل میں غیر نبی کا تعامل کھلم کھلا پیش کیا۔ ملاحظہ ہو۔ ''صحیح احادیث اور تعامل صحابہ کی روشنی میں قربانی عید کے دن قربانی عید کے اور اسکے بعد تین دن تک درست ہے یعنی ۱۳/ ذی الحجہ تک قربانی کی جاسکتی ہے۔ تفصیل کیلئے دیکھئے۔ (مسند احمد، دارقطنی، صحیح ابن حبان، بیہقی، نیل الاوطار اور تفسیر ابن کثیر)''

تبصرہ: قربانی کے ایام یعنی قربانی دنوں تک کیجائے اس سلسلے میں کوئی مرفوع حدیث منقول ہی نہیں۔ جو روایات ہیں وہ موقوف روایات ہیں اور وہ بھی موقوف روایات میں

صرف تین دنوں (یعنی دس، گیارہ اور بارہ ذالحجہ) تک کا ذکر موجود ہے۔ ۱۳/ذی الحجہ کی قربانی کے سلسلے میں کوئی صحیح مرفوع حدیث تو درکنار صحیح آثار صحابہ تک منقول نہیں ہے۔ لیکن مسلکی تعصب میں ''صحیح احادیث و تعامل صحابہ'' تک تحریر کر دیا جو کہ بالکل غلط ہے اگر کوئی کتاب چاہے وہ مسند احمد، دار قطنی یا صحیح ابن حبان یا بیہقی ہو ان میں سے کسی میں بھی اس سلسلے میں صحیح مرفوع حدیث منقول نہیں ہے اور نیل الاوطار اور تفسیر ابن کثیر حدیث کی کتابیں ہیں ہی نہیں۔ پہلے ''حدیث کی کتاب'' کی تعریف معلوم کر لیں اسکے بعد حوالہ دیں۔

(۲) **جانور خرید نے کے بعد کوئی عیب ہو جائے**: اگر کسی نے بالکل صحیح و تندرست جانور خرید ا بعد میں وہ بیمار ہو گیا یا کوئی مرض اسے لگ گیا تو اس کی قربانی جائز ہے۔ (مصنف عبد الرزاق، بیہقی) اگر کوئی صاحب حیثیت ہے تو اس کیلئے جانور بدل لینا ہی بہتر ہے۔ (الاعتصام عبد الاضحیٰ نمبر ۱۹۸۶ء)

قربانی کا گوشت: آغاز اسلام میں نبی اکرم ﷺ کیطرف سے تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت کھانے اور جمع رکھنے کی ممانعت اور بعد میں خوشحال ہو جانیکے پیش نظر اسکی اجازت دیدینے کی ان دونوں صورتوں اور حالتوں کو پیش نظر رکھا جائے تو یہ کسی طرح بھی روا نہیں رہتا۔ فقراء و مساکین کے گھروں میں تو صرف عید کے دن ہی چار بوٹیاں پکیں اور پھر فاقہ مستی۔ مگر امیر لوگ اپنی قربانی کے گوشت سے فریز ر بھر لیں اور مہینوں کھاتے رہیں۔ یہ انداز مزاج اسلام اور منشائے منافی ہے۔ (سوئے حرم ص: ۴۲۷)

تبصرہ: آج تک جتنی بھی احادیث کی کتابوں کے نام دیکھے یا سنے اس میں سے کسی کتاب کا نام الاعتصام یا سوئے حرم نہ دیکھا نہ سنا۔ عوام کے سامنے وضاحت کی جانی چاہیئے کہ یہ کن حدیث کی کتابوں کے نام ہیں۔

(۳) **طریقۂ نماز**: بعض لوگ نماز شروع کرنے سے قبل نماز عید کی نیت کرنیکا طریقہ بتاتے ہیں جو اس طرح ہوتا ہے۔ نیت کرتا ہوں نماز عید واسطے اللہ تعالیٰ کے مع زائد تکبیروں کے پیچھے اس امام کے منہ کعبہ شریف کی طرف۔ اللہ اکبر۔ نیت کا یہ طریقہ قطعاً بدعت ہے، دنیا میں موجود تمام کتب احادیث میں سے کسی کتاب میں اس طرح سے نیت کرنیکا طریقہ نہیں ملتا ہے۔ اسلئے اسطریقہ نیت کو فوراً چھوڑ دینا چاہیئے، کیوں کہ نیت تو دلی ارادے کا نام ہے۔ تفصیل دیکھئے فقہ حنفی کی معتبر کتاب عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ جلد اول، صفحہ ۱۵۹۔

تبصرہ: شرح وقایہ کے صفحہ ۱۵۹ پر ہمیں مذکورہ بحث نہیں ملی۔ اگر ان کا دعویٰ ہے کہ بحث موجود ہے تو عبارت پیش کریں۔

جس فعل کے سلسلے میں قرآن یا حدیث میں کوئی مذمت نہ آئی ہو اور نہ آثار صحابہ سے کوئی کراہت معلوم ہوئی ہو اور نہ جس فعل پر شریعت نے کوئی حکم لگایا ہو اس فعل کو بدعت یا شرک کہہ دینا کون سی دلیل سے ہے، نیت کرنے کے سلسلے میں غیر مقلدین جو موقف اپنائے ہوئے ہیں اگر اسی موقف کو ان کے بیشتر اعمال پر منطبق کیا جائے ان کا مسلک ہی متزلزل ہو جائے گا، غیر مقلدین کا بدعت ثابت کرنے کیلئے حوالہ بھی کیا خوب ہے ملاحظہ ہو ''فقہ حنفی کی معتبر کتاب عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ جلد اول ص: ۱۵۹'' جبکہ فقہ حنفی کی کتاب شرح وقایہ ہے نہ کہ عمدۃ الرعایہ لیکن غیر مقلدین کا ہمیشہ سے وطیرہ رہا ہے کہ اپنا مطلب نکالنے کیلئے ہر قسم کی فریب کاری کرنے سے نہیں چوکتے۔

حق کے دعویداروں کی ترجمہ قرآن میں شرمناک خیانت

محمدی اکیڈمی نے ''قربانی کا طریقہ'' کے ذیل میں سورہ حج آیت نمبر ۳۶ / کا حوالہ دیا ہے اور تحریر کیا ہے ''اور اونٹ کو قبلہ رو کھڑا کر کے بائیں ٹانگ اور ران کو باہم باندھ کر تین ٹانگوں پر کھڑا ہونے کی حالت میں اس کے سینے اور گردن کی جڑ کے درمیان گڑھا نما جگہ میں نیزہ یا کوئی تیز دھار آلہ سے اللہ اکبر پڑھ کر مارا جائے۔ جس سے اس کی رگ جان کٹ جائے۔ اسے نحر کہتے ہیں۔'' ترجمہ قرآن کریم تو ہر ایک کو آسانی سے دستیاب ہے۔ کسی بھی قرآن کریم کے ترجمے میں سورہ حج کی آیت نمبر ۳۶ کا ترجمہ دیکھیں اور اس کا موازنہ ان کے پیش کردہ ترجمہ سے کریں ''شرمناک تحریف'' خود بخود سامنے آجائے گی۔

اسی طرح ''قربانی کا گوشت غیر مسلم کیلئے'' کے عنوان کے تحت لکھا ہے ''قربانی کا گوشت غیر مسلم کو بھی دیا جا سکتا ہے۔'' کے سلسلے میں حوالہ دیا ہے سورہ حج آیت نمبر ۲۸، ۳۶۔ قرآن کریم دیکھئے مذکورہ آیتوں میں کہیں غیر مسلم کا تذکرہ تک نہیں ہے لیکن براہ راست ان آیات کے حوالے سے ''قربانی کا گوشت غیر مسلم کیلئے'' کا مسئلہ پیش کرتے ہیں۔ اس میں کوئی اجتہاد وغیرہ کا تذکرہ تک نہیں ہے اور رہو بھی نہیں سکتا، کیوں کہ ان کے نزدیک قیاس کوئی دلیل نہیں ہے۔

فریب کاری کی انتہا

دین میں حد درجہ غلو غیر مقلدین کا وطرہ رہا ہے چنانچہ اسی غلو کیوجہ سے انکو ہر مسئلے میں بدعت و شرک نظر آتا ہے۔ مذکورہ پمفلٹ میں ''ذبح کے بعد کی من گھڑت دعا'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔ بعض حضرات نے لکھا ہیکہ ذبح کرنیکے بعد یہ دعا پڑھنی چاہئے **اللھم تقبلہ منی کما تقبلت من حبیبک محمد و خلیلک ابراھیم علیہ السلام** یہ دعا من گھڑت ہے حدیث کی کسی کتاب میں نہیں لکھی ہے مسلمانوں کو نبی کی سنت پر عمل کرنا چاہیئے لوگوں کو بنائی باتوں سے بچنا چاہیئے۔

تبصرہ: قرآن کریم میں سورہ مومن آیت نمبر ۶۰ میں ہے ''**وقال ربکم ادعونی استجب لکم** ۔ تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا'' یعنی دعا مانگنے کا اللہ رب العزت نے حکم فرمایا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم کو چاہیئے کہ اپنی سب حاجات اپنے رب سے طلب کرو یہاں تک کہ (ٹوٹے ہوئے) جوتے کا تسمہ کیوں نہ (ترمذی ص: ۲۰۱، ج: ۲) اگر کوئی ایسی دعا منع ہوتی جو حدیث کی کتاب میں منقول نہیں ہے تو دنیا دی حاجت مانگنے کا حکم کیوں دیا جاتا۔ لیکن اپنے مسلک کی اندھی تقلید اور مقلدین سے بے انتہا تعصب نے اس درجہ تک پہونچا دیا کہ انہوں نے اپنے جن سے دعا کرنے کو خلاف سنت قرار دے دیا۔

محمدی اکیڈمی والوں کو لازم ہیکہ جن فریب کاریوں کی نشاندہی کی گئی ہے اور جن کیطرف ابھی نشاندہی نہیں کی گئی ان سب سے رجوع کریں اور معذرت نامہ بھی شائع کریں۔

غیر مقلدین میں عملی کام کے عکس

غیر مقلدین سے تحریری مناظرات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رودادِ تحریری مناظرہ ''ایام قربانی چار دن ہیں''

اور

قول فیصل

دعویٰ:۔قربانی کے ایام چار دن ہیں اس کی صحیح حدیث محمد فراہم ابن محمد یوسف ساکن حکیم نگر پندرہ دن کے اندر تحریری طور پر پیش کریں گے۔

مدعی:۔محمد فراہم ابن محمد یوسف صاحب ساکن پلاٹ نمبر ۴۰ حکیم نگر مالیگاؤں مدعی کے ذمہ دعویٰ کی دلیل پیش کرنا ہوتی ہے لیکن مدعی کی بجائے مدعی کے وکیل نے مدعی کی مرضی سے دلیل پیش کرنے کا کام شروع کیا۔

وکیل مدعی:۔ضیاء الرحمٰن صاحب ساکن ہزار کھولی نمبر ۹۰۵ مالیگاؤں

تنبیہ:۔مدعی غیر مقلد ہیں نیز ان کے وکیل بھی غیر مقلد ہیں یعنی ان کے نزدیک دلائل صرف دو/۲ ہیں۔(۱) قرآن مجید (۲) احادیث رسول ﷺ (اور وہ بھی صحیح احادیث رسول) مدعیٰ علیہ حنفی ہیں اور جمیع اہل سنت والجماعت (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) کے نزدیک ادلۂ شرعیہ چار ہیں (۱) کتاب اللہ (۲) سنت رسول اللہ ﷺ (۳) اجماع امت (۴) قیاس یا رائے یا اجتہاد (مجتہدین کے اجتہاد)

ایام قربانی کے تحریری مناظرہ کی روداد:۔مدعی محمد فراہم صاحب نے ''(قربانی کے ایام چار دن ہیں۔) اس کے صحیح حدیث پیش کروں گا'' ایسا تحریری دعویٰ راقم الحروف (مدعیٰ علیہ: حافظ انیس اظہر) کو ۲۵،۵،۲۰۰۳ کو ۲۵ تاریخ درج ہے لیکن مجھے ۶،۶،۲۰۰۳ کو ملا میں نے ایک مراسلہ مدعی کو بنام ''صحیح حدیث کہاں چھپا رکھی ہے'' اور ایک مراسلہ وکیل مدعی کو بنام ''سوال از آسماں و جواب از ریسماں'' ۷،۶،۲۰۰۳ کو محمد فراہیم صاحب کو دیا جنھیں انھوں نے اسی دن وصول کیا۔اس کے بعد محمد فراہیم صاحب نے اپنے وکیل کا مراسلہ نمبر ۲ مجھے پیش کیا جس پر تاریخ تو ۱۳،۶،۲۰۰۳ درج ہے لیکن مجھے کئی ہفتوں کے بعد ملا مذکورہ مراسلہ میں وکیل مدعی نے تحریر کیا کہ ''چار دن کی قربانی میں نے ثابت کر کے اور میرے ثبوتوں کے جواب میں آپ جو کچھ لکھ سکتے ہیں اسے لکھ کر میری اور آپ کی تحریروں کو خط و کتابت کی ترتیب سے عوام کے سامنے پیش کر دیں اور فیصلہ عوام پر چھوڑ دیں'' یعنی وکیل مدعی نے اب قلم رکھ دیا ہے غیر مقلدین کی چار دنوں کی قربانی کی حقیقت کیا ہے؟ اس سلسلے میں قول فیصل قارئین کی خدمت میں حاضر ہے۔اسے تحریر کر کے میں نے ایک ایک کاپی مدعی اور وکیل مدعی کیلئے محمد فراہیم صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا ہے۔ملاحظہ ہو۔

محترم جناب وکیل مدعی ضیاء الرحمٰن صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اپنے مؤکل محمد فراہیم کے دعوے کی دلیل میں آپ نے دو مراسلے روانہ کئے ہیں آپ کی تحریر تین اقسام پر مشتمل ہے۔(۱) حنفی علمائے کرام کی تحریروں سے قیاس (۲) قرآن مجید کی آیتوں سے قیاس (۳) (الف) حدیث غیر صریح سے قیاس (ب) حدیث منقطع، غیر محفوظ، غیر صحیح سے استدلال۔

(۱) حنفی علماء کی تحریروں سے قیاس

ہمارے درمیان مراسلات اسلئے جاری ہوئی کہ مدعی کا دعویٰ ''قربانی کے ایام چار دن ہیں'' آپ اس کی صحیح حدیث پیش کریں گے لیکن نقطۂ بحث سے ہٹ کر آپ اپنے مراسلے نمبر ا صفحہ نمبر ا پر تحریر فرماتے ہیں ''مگر آپ صحیح حدیث اور غیر مقلد کو ابھی چھوڑ دیجئے اور پہلے اپنے علماء کے نزدیک قربانی کے ایام اور ایام تشریق میں موجود اختلاف کو سمجھئے'' ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ آپ اصولاً چار دن کی قربانی کی صحیح حدیث پیش کرتے لیکن نقطۂ بحث سے ہٹ کر آپ حنفی علماء کرام کی تحریروں سے چار دن کی قربانی کے سلسلے میں تصواتی اختلاف پیش کرنے کی کوشش کی جس کا سرے سے کوئی وجود ہی نہیں ہے اس ضمن میں اصولاً تو آپ کو تمام تحریریں قابل توجہ ہے ہی نہیں، لیکن استحساناً آپ کی پیش کردہ تحریروں کی حقیقت قارئین کی نذر کر رہے ہیں تاکہ آپ کی انوکھی تحقیق آپ کے مبلغ علمی کے ساتھ عوام کے سامنے آ جائے۔اور عوام الناس جان لیں کہ آپ جیسے مجتہدین بے بدل کس طرح عوام کے ساتھ فراڈ کرتے ہیں اور دین میں بھی دھوکہ دہی سے نہیں چوکتے۔

انوکھی تحقیق کہ تصویر گھاس کھاتی ہے اور دلچسپ طرز تحقیق کی دعوت:۔آپ مراسلہ نمبر ا صفحہ نمبر ۴ پر دلچسپ طرز تحقیق کی دعوت دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں ''طریقہ ہم سے سیکھئے'' آپ کی طرز تحقیق دراصل بڑی ہی دلچسپ منطق ہے اوا سکی مثال ہو بہو ایسی ہے کہ آپ کا دعویٰ اگر یہ ہو کہ ''تصویر گھاس کھاتی ہے'' تو آپ گھوڑے کی تصویر پیش کر کے درست بات پیش کریں گے کہ گھوڑے گھاس کھاتے ہیں پھر اس پر سے بتائیں گے کہ یہ گھوڑے کی تصویر ہے حالانکہ یہ بات بھی صحیح ہوگی کہ وہ گھوڑے کہ

تصویر ہے لیکن اس کے بعد آپ سچ بات سے غلط مطلب اس طرح اخذ کریں گے کہ تمام گھوڑے گھاس کھاتے ہیں اور اس تصویر میں بھی گھوڑا ہے وہ بھی گھاس کھاتا ہے اسلئے ثابت ہوتا ہے کہ یہ تصویر بھی گھاس کھاتی ہے گھاس کا تعلق گھوڑے سے ہے لیکن آپ گھوڑا اور گھوڑے کی تصویر باہم ملاکر تصویر کا بھی تعلق گھاس سے کر دیتے ہیں بالکل ایسی ہی حرکت آپ نے یہاں کی ہے۔ایام تشریق کے لغوی معنی اور عام اصطلاح اور شرعی اصطلاح کو خلط ملط کر کے حنفی علماء کے فرضی اختلاف پیش کرنے کی کوشش کی ہے اس تمام علماء کا صاف صاف موقف تین دن قربانی کا ہے اس میں ان کا کوئی اختلاف نہیں ہے ان میں سے کسی عالم کا آپ نے قول بھی نہیں پیش کیا کہ قربانی چار دن ہے۔۔اس کی بنیاد صرف آپ کا یہ قیاس ہے کہ ایام تشریق ایام قربانی ہے لیکن مذکورہ علماء میں سے کسی کا موقف ایسا ہرگز نہیں ہے اگر کوئی یہ کہے کہ ماہ ذی الحجہ میں قربانی کی جاتی ہے تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ پورے ماہ ذی الحجہ میں قربانی کی جاتی ہے اس سے مراد تو قربانی کے ایام ہی ہیں لیکن وہ بات ماہ کی کرتے ہیں بالکل اسی طرح کوئی حنفی عالم یہ لکھے کہ قربانی ایام تشریق میں کہ جاتی ہے تو اس سے مراد صرف دس ویں، گیارھوں، بارھویں تاریخیں ہی ہیں اگر ایسا نہیں ہے تو مذکورہ علماء میں سے کسی کا ایک قول صریحاً نقل کریں کہ قربانی تین دن نہیں بلکہ چار دن ہیں۔ یہ صرف آپ کا قیاس فاسد ہے جو کہ حقیقت سے بہت دور ہے ایسی نام نہاد تحقیق سے اللہ کی پناہ۔

آپ کے نزدیک تیسری دلیل کب سے قائم ہوئی؟۔آج تک تو ہم سنتے اور پڑھتے آئے ہیں کہ غیر مقلدین کے نزدیک لائل صرف دو ہیں (۱) قرآن (۲) حدیث لیکن آپ کے اصرار پر معلوم ہوا کہ آپ کے نزدیک کوئی تیسری دلیل بھی قائم ہوگئی اور وہ ہے ایک عیسائی مستشرق کی لکھی ہوئی عربی لغت ''المنجد'' اس کے معنی کی بنیاد پر آپ کو اصرار ہے کہ قربانی کے ایام چار دن ماننا چاہئے۔ کیوں کہ مراسلہ نمبر۲ صفحہ نمبر ا پر آپ تحریر فرماتے ہیں ''علمائے احناف کی نورکنی جماعت نے المنجد کے الفاظ کے معنیٰ کی تحقیق و تصحیح بھی کی ہے نہ کہ صرف ترجمہ آپ ان علماء کی کوششوں اور محنتوں سے اتنی آسانی سے انکار نہیں کر سکتے۔'' جناب وکیل مدعی صاحب آپ بخوبی جانتے ہیں کہ اہلسنت والجماعت کے نزدیک ادلہ حرف چار ہیں کسی کے نزدیک ''المنجد'' کوئی شرعی دلیل نہیں ہے بلکہ جن علماء نے اس کا ترجمہ کیا ہے وہ بھی یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ شریعت کے مسائل کہ بنیاد المنجد پر ہے ان علماء نے لغوی معنی کو پیش کیا ہے اور وہ بھی یہ پیش کیا ہے کہ عیدالاضحیٰ کے بعد کے تین دن جس میں گوشت خشک کیا جاتا ہے'' یعنی المنجد کے اعتبار سے ایام تشریق ۱۱ر گیارہویں ۱۲ر بارہویں ۱۳ تیرہویں تاریخیں ہیں دسویں نہیں لکھا ہے کہ ایام تشریق ایام قربانی ہیں اور آپ نے اپنے قیاس کی نسبت المنجد کی طرف کر دی المنجد میں کہیں نہیں لکھا ہے کہ ایام تشریق ایام قربانی ہیں۔

میرا مسلک حنفی ہے اور اس مسلک کا فقہ مدون ہے تمام اصول، متدلات اور دلائل متعین ہیں اور فقہ حنفی پہلا فقہ ہے جو خیر القرون میں مدون کیا گیا اور اس کی معتبر کتابیں مقرر ہیں مجتہد مطلق نیز ائمہ مجتہدین بھی واضح طور پر متعین ہیں مسلک حنفی کوئی اباحیت پسند آزاد رو اور برگشتہ ٹولہ نہیں ہے کہ جو چاہے اپنا اجتہاد اہل مسلک پر تھوپ دے۔امت مسلمہ میں صرف چار ہی مسالک مدون ہیں اور جمیع اہل سنت والجماعت کا ان پر اجماع ہے اب اگر کوئی چاہے کہ کسی بھی عالم نام لیکر کسی بھی مسئلے کو داخل فقہ کے لے تو وہ ہرگز قبول نہیں کیا جائیگا۔ جناب وکیل محمد فراہیم وغیر مقلدین! آپ کے فرقہ کو تو اتنی بھی جرأت نہیں کہ اپنے آپ کو کسی مسلک کا پیرو کہہ سکیں او نہ آپ کا فقہ مدون ہے نہ ہی کوئی مجتہد متعین ہے کہ اسکے تمام اجتہادات کی آپ تقلید کرتے ہوں اسلئے ہوسکتا ہے کہ کسی بھی عالم یا غیر عالم کے اجتہاد کو بنیاد بنا کر آپ اپنا موقف ظاہر کریں لیکن جس کا مسلک متعین ہے سنت کے تحفظ و تعین میں وہ شخص ہرگز ایسی غیر مقلدانہ حرکت نہیں کی کوشش کی ہے تین دن کی قربانی کے سلسلے میں ان کا موقف واضح اور صاف ہے آپ نے کسی عالم کا ایک قول بھی نہیں پیش کیا کہ وہ چار دن کی قربانی کے قائل ہوں بلکہ آپ نے ان کی تحریروں سے غلط مطلب نکالنے کی کوشش کی کہ وہ حضرات چار دن کی قربانی کے قائل ہیں آپ کا یہ فعل توجیہ القول بحالا یرضیٰ بہ القائل (کسی کے قول کی ایسے توجیہہ جو کہنے والے کی مراد نہ ہو) کے مصداق ہے بطور ثبوت مذکورہ علماء کے موقف حاضر خدمت ہیں۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مفتی ظفیر الدین صاحب مدظلہ العالی ان دونوں کا موقف واضح طور پر تین دن قربانی کا ہے۔ملاحظہ ہو بطور ثبوت۔

مسئلہ:۔بقرعید کی دسویں تاریخ سے لے کر بارہویں تاریخ کی شام تک قربانی کرنے کا وقت ہے، چاہے جس دن قربانی کرے، لیکن قربانی کرنیکا سب سے بہترین دن بقرعید کا دن ہے، پھر گیارہویں تاریخ پھر بارہویں تاریخ، (بہشتی زیور ص ۳۷ ج ۳ بحوالہ قدوری ص ۱۹۸ مسائل عیدین وقربانی ص ۱۵۶، ۱۵۷) مولانا محمد رفعت صاحب قاسمی نے مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کا فتویٰ اپنی کتاب میں شائع کیا جس کی مولانا ظفیر الدین صاحب مدظلہ نے ان فتاوے کی پیش لفظ میں تائید فرمائی ہے۔

بڑے طمطراق کے ساتھ توجیہ القول بحالا فی بہ القائل کا جرم کرتے ہوئے آپ نے ماہ نامہ دارالسلام جلد نمبر ۱۵ شمار نمبر ۱۱ نمبر ۱۲ کا زیراکس روانہ کیا ہے اور اس سے مولانا مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی صاحب کے موقف کو پیش کیا اور اس بات کا دعویٰ کیا کہ وہ حضرات بھی چار دن کی قربانی کے قائل ہیں ان سے ایام قربانی کے موقف کے سلسلے میں رابطہ قائل کیا گیا تو انہوں نے چار دن کی قربانی کے موقف سے صاف صاف انکار کیا اور مزید بطور ثبوت یہ بھی فرمایا کہ میری کتاب عیدالاضحیٰ کا

مطالعہ کیجئے جس میں میں نے تین دن قربانی کی تائید میں روایتوں کو پیش کیا ہے۔ پھر بھی اگر آپ اس بات کے مدعی ہیں تو واضح طور پر چار دن کی قربانی کے ثبوت میں موصوف کی تحریر پیش کیجئے ورنہ صحیح بات سے غلط مطلب نکالنے کا وطیرہ ترک کر دیجئے۔

فریب دہی:۔ ابھی چند روز قبل آپ نے مراسلہ نمبر ا صفحہ نمبر ۳ سطر نمبر ۲۷، ۲۸ پر تحریر کیا ہے "مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا ظفیر الدین صاحب کے نزدیک ایام تشریق ۱۰، ۱۱، ۱۲ ذی الحجہ ہے" اور اسی مراسلہ نمبر ا صفحہ نمبر ا پر تشریح الفاظ کے ضمن میں تحریر کیا ہے "ایام کا واحد یوم ہے او معدودات عدد سے ہے اور ان دنوں سے مراد ذی الحجہ کی ۱۰ ویں، ۱۱ ویں، ۱۲ ویں، تاریخیں ہیں انھیں اصطلاح عام میں ایام تشریق بھی کہتے ہیں تشریق کے معنی قربانی سکھانے کے ہیں ان دنوں جانوروں کی قربانی کی جاتی ہے"

دیکھتے آپ نے اپنے قلم سے ثابت کیا ہے کہ مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مفتی ظفیر الدین صاحب کے نزدیک ان کی تفسیر میں تین دن قربانی کا ثبوت ہے ۔لیکن آپ مراسلہ نمبر ۲ صفحہ نمبر ا سطر نمبر ۴، ۵ پر تحریر کرتے ہیں "میں صحیح حدیث پیش کرنے سے پہلے ہی حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تفسیر بیان القرآن سے چار دن کی قربانی کا ثبوت روانہ کر چکا ہوں" اللہ کی پناہ اس تضاد بیانی سے.........عام طور پر کوئی بات کہہ کر کوئی شخص بھول جائے تو اسے نسیان کہتے ہیں لیکن جو بات تحریر کیجائے اور سامنے ہو اس کے بعد بھی جان بوجھ کر اس سے صرف نظر کیا جائے تو کیا اسے فریب دہی نہیں کہیں گے؟

خلاصہ:۔ اصولاً غیر نبی کے اقوال وافعال آپ کے نزدیک دلیل نہیں ہیں اور مدعی محمد فراہیم نے اپنے دعوے کی دلیل میں صحیح حدیث پیش کرنے کا تحریری دعویٰ کیا ہے اسلئے آپ کے پیش کردہ غیر نبی کے تمام اقوال رد ہیں آپ کو انھیں پیش کرنے کا حق ہی نہیں ہے اور استحساناً یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ مذکورہ علماء کے سلسلے میں آپ کی تحریریں توجیہ القول بحالا یرفی بہ القائل ہے قبیل سے ہیں

(۲) قرآن مجید کی آیتوں سے قیاس

قیاس یا رائے سے متعلق غیر مقلدین کا موقف:۔ (۱) قیاس شیطان کا کام ہے (۲) رائے سے جو بات کہی جائے اس پر پیشاب کر دو۔

آیت وذکرا اللہ فی ایام معدودات سے قیاس:۔ آپ نے قربانی کا قیاس ذکر پر کیا ہے اور اس سلسلے میں سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۰۳ پارہ نمبر ۲ **وذکروالله فی ایام معدودات فمن تعجل فی یومین فلااثم علیه ومن تأخر فلااثم علیه لمن التقیٰ واتقوالله واعلموا انکم الیه تحشرون** (سورۂ بقرہ آیت ۲۰۳ پارہ ۲)

ترجمہ:۔ اور اللہ کا ذکر کرو گنتی کے چند دنوں میں پھر کوئی جلدی چلا گیا دو ہی دن میں تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور جو کوئی رہ گیا تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں جو کہ ڈرتا ہے اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان لو بیشک تم سب اسی کے پاس جمع ہوگے۔

پیش کر کے، ترجمہ کے بعد آپ تحریر فرماتے ہیں "یہ قرآنی آیت قیام منیٰ سے متعلق ہے منیٰ میں جانوروں کی قربانی کی جاتی ہے شیطان کو کنکری ماری جاتی ہیں اور تکبیریں کہی جاتی ہیں" آگے تحریر فرماتے ہیں "اب جب کہ اس آیت سے یہ ثابت ہو گیا کہ چار دن منیٰ میں رہ کر اللہ کا ذکر کرنا ہے تو قربانی بھی چار دن ہے"

قیاس کو شیطان کا کام کہنے والے اور رائے پر پیشاب کرنے والے آپ جیسے مجتہد "تصویر گھاس کھاتی ہے" کے مصداق اس جگہ قربانی کا قیاس ذکر پر کر رہے ہیں آپ نے ایک صحیح حدیث تو دور کی بات ایک ضعیف حدیث بھی دلیل میں نہیں پیش کی کہ اس آیت میں ذکر سے مراد قربانی ہے۔ چونکہ آپ کو کسی بھی طرح یہ ثابت کرنا ہے کہ قربانی کے ایام چار دن ہیں اس لئے آپ ایک ایسی رائے پیش کر رہے ہیں جس تفسیر سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مفتی ظفیر الدین صاحب مدظلہٗ کا حوالہ دے دے کر آپ اس بات کی کوشش میں ہیں کہ کسی بھی فریب سے عوام کے سامنے چار دن کی قربانی پیش کریں لیکن وائے ناکامی جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے ملاحظہ ہو خود آپ نے مراسلہ نمبر ا صفحہ نمبر ا پر تشریح الفاظ میں تفسیر درس قرآن قسط نمبر ۴ میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مفتی ظفیر الدین صاحبان کے حوالہ سے تحریر کیا کہ ایام معدودات سے مراد ذی الحجہ کی دسویں، گیارہویں، بارہویں تاریخیں ہیں____ ان دنوں میں جانوروں کی قربانی کی جاتی ہے یعنی خود آپ کی تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ مذکورہ حنفی علماء کرام دسویں، گیارہویں، بارہویں ذی الحجہ ہی کو قربانی کے ایام تسلیم کرتے ہیں۔

چنانچہ دیوبند کے اسی درس قرآن میں جس کا حوالہ آپ نے جا بجا دیا ہے اسی آیت کے ضمن میں "خدا کی یاد" کے عنوان کے تحت صفحہ نمبر ۱۰۲ پر تحریر ہے "اس آیت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ان دنوں میں یہاں اللہ کو خود یاد کرو اور اسکی یاد اور عبادت میں مشغول رہو ان دنوں میں اللہ کی یاد کی ایک خاص صورت یہ ہے کہ ہر حاجی دسویں تاریخ کو بڑے پتھر جمرۂ عقبہ پر سات کنکریاں مارے اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتا جائے، کنکریاں مارنے کا وقت صبح صادق سے شروع ہو یا ہے۔ اسی طرح

گیارہویں اور بارہویں کو یکے بعد دیگرے تینوں پتھروں پر سات سات کنکریاں مارے۔'' (تفسیر درس قرآن قسط نمبر ۴ صفحہ نمبر ۱۰۲ آیت نمبر ۲۰۳ سورۂ بقرہ) ابھی آپ کی خدمت میں ترجمہ قرآن مع فوائد بیان القرآن حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرّہٗ جدید اسلوب مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب کا حوالہ اس آیت کے ضمن میں پیش کیا گیا۔ ثانیاً آپ جیسے غیر مقلدین کا تقسیم کردہ حکومت سعودیہ سے چھپا ہوا مولانا محمد جونا گڈھی صاحب (غیر مقلد عالم) کے ترجمہ قرآن مع تفسیر میں
''وذکروا اللہ فی ایام معدودات ....والیہ تحشرون o (سورۂ بقرہ)

ترجمہ:۔ اور اللہ تعالیٰ کی یاد ان گنتی کے چند دنوں (ایام تشریق) میں کرو۔ دو دن کی جلدی کرنے والے پر کوئی گناہ نہیں اور جو پیچھے رہ جائے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں۔......'' مذکورہ آیت کی تفسیر ملاحظہ ہو۔

مراد ایام تشریق ہیں یعنی گیارہ بارہ اور تیرہ ذی الحجہ ان میں ذکر الٰہی، یعنی بلند آواز سے تکبیرات مسنون ہیں، صرف فرض نمازوں کے بعد ہی نہیں (جیسا کہ ایک ضعیف حدیث کی بنیاد پر مشہور ہے) بلکہ ہر وقت یہ تکبیرات پڑھی جائیں ''اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ، واللہ اکبر، اللہ اکبر، وللہ الحمد'' کنکریاں مارتے وقت ہر کنکری کے ساتھ تکبیر پڑھنی مسنون ہے (نیل الاوطار جلد نمبر ۵ صفحہ نمبر ۸۶)

رمی جمار (جمرات کو کنکریاں مارنا) تین دن افضل ہے لیکن اگر کوئی دو دن (گیارہ، بارہ ذی الحجہ) کو کنکریاں مار کر منیٰ سے واپس آجائے تو اس کی بھی اجازت ہے۔ (حکومت سعودی سے چھپا ہوا قرآن کریم مع ترجمہ صفحہ نمبر ۸۲)''

آیت:۔ ''یشھدوا منافع لھم (سورہ حج آیت نمبر ۲۸)'' سے قیاس:۔ یہاں پر آپ نے قربانی کا قیاس ذکر جہر کیا ہے اور ایام قربانی کا قیاس ایام معلومات سے کیا ہے۔

یشھدوا منافع لھم ویذکر وا اسم اللہ فی ایام معلومات علی مارقھم من بھیمۃ الانعام ج فکلوا منھا واطعموا البآئس الفقیر o

ترجمہ:۔ اور پڑھیں اللہ کا نام کئی دن جو معلوم ہیں ذبح پر چوپایوں مویشی کے جو اللہ نے دیئے ہیں انکو سو کھاؤ اسمیں سے اور کھلاؤ برے حال کے محتاج کو (سورۂ حج آیت ۲۸)

اس آیت کے ضمن میں مراسلہ نمبر ۲ ص نمبر ۳ پر آپ تحریر فرماتے ہیں ''سورۂ حج میں اللہ تعالیٰ جب ایام معلومات کہہ رہا ہے تو یقیناً قربانی کے دن اس نے ہمیں بتادیئے اور یہ وہی ایام ہیں جو سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۰۳ سے کم سے کم چار دن ثابت ہوتے ہیں'' آپ نے یہاں قربانی کے ایام کو ایام معلومات پر قیاس کیا ہے اور ایام معلومات کو چار دن سے تعبیر کیا ہے جبکہ امام بخاری نے صحیح بخاری ج نمبر ۱ ص ۱۳۲ پر تحریر فرمایا ہے کہ ''وقال ابن عباس ''واذکروا اللہ فی ایام معلومات'' ایام العشر'' امام بخاری صحیح بخاری میں ایام معلومات سے یکم ذی الحجہ سے دس ذی الحجہ تک کے ایام نقل کرتے ہیں اور ذکر سے مراد تکبیرات نقل کرتے ہیں ''من ....دیکھئے یہاں آپ کا قیاس امام بخاری کی صحیح روایت کے خلاف ہے اس طرح یہاں بھی آپ کا قیاس سراسر غلط ہے۔ اور رد ہے۔

ایسے وکیل ہیں جو موکل کو موڑ دیں:۔ اسلامی شریعت کا قاعدہ تو یقیناً ہے ہی کہ جس سے معاہدہ کرو اسے پورا کرو لیکن دنیاوی عدالت کا قاعدہ بھی یہی ہے کہ وکیل اپنے موکل کی وکالت صحیح کرے اسے دھوکہ نہ دے مگر بڑے افسوس کا مقام ہے اور ایک لمحۂ فکریہ ہے کہ آپ (ضیاء الرحمٰن صاحب) وکیل بنے ہوئے ہیں اپنے موکل (محمد فراہیم صاحب) کے اور محمد فراہیم صاحب نے تحریری دعویٰ پیش کیا ہے ''قربانی کے ایام چار دن ہیں اس کی صحیح حدیث پیش کریں گے'' لیکن بجائے اس کے کہ آپ اپنے موکل کی بات ثابت کرتے آپ نے وکالت میں غیر مقلدانہ روش کو ترک نہیں کیا بجائے اس کے کہ قربانی کے ایام چار دن ثابت کرتے آپ مراسلہ نمبر ۳ صفحہ ۳ پر تحریر فرماتے ہیں ''اور جہاں تک میرا علم ہے ایک طبقہ ۱۰ ذی الحجہ سے ذی الحجہ اخیر تک قربانی کا قائل ہے جن کی قرآن سے مطابقت سمجھ میں آتی ہے۔'' لیجئے آپ ایسے وکیل ہیں کہ قربانی کے ایام چار دن ہیں کی بجائے ایک نیا موقف پیش کر رہے ہیں کہ قربانی کے ایام بیس یا اکیس دن ہیں، اور اس کی وکالت بھی کر رہے ہیں جس کا ثبوت آپ کا یہ جملہ ہے ''جن کی قرآن سے مطابقت سمجھ میں آتی ہے'' بے اختیار یہ اشعار نوک قلم پر آرہے ہیں۔ ع

معالج ہیں یہ کہ پیٹ میں اوزار چھوڑ دیں ایسے وکیل ہیں جو موکل کو موڑ دیں سب کچھ ہے انکے پاس حقائق نہیں تو کیا
دعوے لپیٹ لو جو دلائل نہیں تو کیا

بات اپنی نام قرآن کا:۔ فرقہ اہل حدیث کا وطیرہ آج تک یہ دیکھتے آئے تھے کہ اپنے اقوال کو احادیث رسول کے نام سے پیش کرتے تھے یعنی ''بات اپنی نام حدیث کا'' لیکن یہاں تو آپ نے ترقی کر کے فرقۂ اہل قرآن کا وطیرہ اپنایا ہے اور کیوں نہ اپنائیں گے آپ کے فرقۂ اہل حدیث اور فرقۂ اہل حدیث میں ایک قدر مشترک ہے اور وہ ہے ''غیر مقلدیت''۔ آپ مراسلہ نمبر ۲ ص ۳ پر تحریر کرتے ہیں ''اب بھی اگر آپ کو اس قرآن کے بعد صحیح حدیث کی ضرورت پڑتی ہے جسمیں چار دن کی قربانی کا لفظ ہو تو میں وہی کہوں گا جو اللہ تعالیٰ کہتا ہے ''**فبأی حدیث بعدہٗ یومنون**''۔ اللہ رب العزت باطل موقف کے حاملین کی زبان سے کچھ نہ کچھ ایسے الفاظ ضرور ظاہر کر دیتا ہے جو ان کے کذب کا ثبوت ہوتا ہے آپ نے یہاں تحریر کیا ''اس قرآن'' یہ لفظ ''اس'' ثابت کرتا ہے کہ یہ قرآن مجید سے علاحدہ کوئی اور چیز ہے جس کو آپ

نے پیش کیا اور وہ ہے آپ کے قیاسات غلط، جو کہ عام مفسرین سے ہٹ کر ہے آپ حدیث کی ضرورت سے انکار کرے اپنے قیاسات کو قرآن کا نام دے کر ان پر ایمان لانے کی دعوت دے رہے ہیں اس آیت ’’**فبأی حدیث بعدہٗ یومنون** ترجمہ:۔پس اس کے بعد وہ کون سی بات پر ایمان لائیں گے‘‘ پیش کر کے۔

فرقۂ ضالہ کا یہ وطیرہ آپ اور آپ کے فرقہ کے لوگ ترک کر دیں ورنہ امت میں گمراہی پھیلانے کا باعث ہوں گے۔(قارئین ان کی ان حرکتوں سے ضرور ہوشیار رہیں)

۳۔(الف) حدیث غیر صریح سے قیاس

آپ نے ’’قربانی کے ایام چار دن ہیں اس کی صحیح حدیث‘‘ کے عنوان کے ذیل میں ایک غیر صریح روایت ’’**یوم عرفة ویوم النحر وایام التشریق عید نااهل الاسلام وهی ایام اکل وشرب** ترجمہ:۔یوم عرفہ (۹ ذی الحجہ) اور یوم النحر (۱۰ ذی الحجہ) اور ایام تشریق (۱۱،۱۲،۱۳، ذی الحجہ) ہم اہل اسلام کی عید ہیں اور یہ دن کھانے پینے کے ہیں‘‘ پیش کی ہے۔

اس حدیث میں قربانی کا کہیں ذکر نہیں ہے لیکن آپ نے قربانی کا قیاس ایام اکل وشرب (کھانے پینے کے دن) پر کیا ہے۔مذکورہ حدیث میں سرے سے قربانی کا تذکرہ ہی نہیں ہے لیکن آپ نے اپنی رائے کے ذریعے اس روایت کو قربانی کے دنوں پر محمول کیا ہے۔

اس سلسلہ میں بنیادی بات تو یہ ہے کہ آپ اور آپ کے فرقہ کو غیر صریح روایات (جس میں قیاس کی ضرورت ہوتی ہے) کو پیش کرنے کا حق ہی نہیں ہے ،کیوں کہ آپ کے نزدیک قیاس شرعی دلیل نہیں ہے بلکہ شیطان کا کام ہے آپ کے نزدیک دلائل صرف دو ہیں قرآن اور احادیث رسول ﷺ (اور وہ بھی صرف صحیح)اس لئے کسی مسئلے کی دلیل میں آپ اور آپ کے اہل فرقہ صرف صحیح صریح روایت ہی پیش کر سکتے ہیں۔صحیح اس لئے کہ آپ صرف صحیح حدیث پر عمل کے مدعی ہیں۔اور صریح اس لئے کہ قیاس کے منکر ہیں آپ کی پیش کردہ مذکورہ روایت غیر صریح ہے اس لئے دعویٰ کی دلیل میں اصولاً رد اور نا قابل قبول ہے اگر بالفرض آپ قیاس کی محبت کے قائل ہوتے ہیں تو بھی آپ کا اس روایت سے قربانی کے ایام کے سلسلے میں کھانے پینے کے دنوں پر قیاس غلط ہے آپ نے ترمذی شریف سے یہ روایت تو نقل کر دی اور ساتھ ہی امام ترمذی کا حکم بھی نقل کر دیا کہ ھذا حدیث حسن صحیح (ترجمہ یہ حدیث حسن صحیح ہے) لیکن امام ترمذی کا اگلا جملہ نقل نہیں کے ہے کیونکہ وہ آپ کے قیاس کو باطل قرار دیتا ہے امام ترمذی نے اس روایت کے سلسلے میں بتایا ہے کہ ایام اکل وشرب سے یعنی کھانے پینے کے دن سے کیا مراد ہے چنانچہ وہ تحریر کرتے ہیں ’’والعمل علیٰ ھذا عند اھل العلم یکرہ یصوم ایام التشریق ترجمہ:۔اہل علم کا اس (حدیث) پر عمل ہے کہ وہ ایام التشریق کو روزہ رکھنا مکروہ سمجھتے ہیں۔(ترمذی شریف صفحہ نمبر ۱۶۰ جلد نمبر ۱) دیکھئے امام ترمذی صراحتاً ایام اکل وشرف سے افطار (روزہ نہ رکھنا) مراد لیتے ہیں۔اگر آپ اس روایت کو جمہور کے خلاف قربانی پر محمول کرنے پر بضد ہوں تو پہلے اپنے چار دن کی قربانی کے دعویٰ سے دستبردار ہو جایئے کیونکہ اس روایت میں خود آپ کے قول کے مطابق صریحاً پانچ روز یعنی یوم عرفہ (۹ ویں ذی الحجہ) یوم النحر (۱۰ ویں ذی الحجہ) اور ایام التشریق (۱۱،۱۲،۱۳، ذی الحجہ) کا حکم ہے اگر آپ یوم عرفہ کو ایام اکل وشرب کے صریح حکم سے خارج کرتے ہیں تو آپ کا یہ فعل اپنے قیاس غلط کو حدیث پر ترجیح دینا ہے۔ع وہ الزام ہم کو دیتے تھے قصور ان کا نکل آیا

اور اگر آپ کو اس سے انکار ہے تو ایام قربانی چار دن ہیں کے دعویٰ سے دستبردار ہو کر جدید انکشاف پیش کیجئے کہ اب سے قربانی کے ایام پانچ دن ہیں اس سے آپ کا درجۂ اجتہاد بڑھتا جائے گا اور کام بھی بڑا ہوگا___

__اجماع امت کے خلاف نیا کام کرنے سے آپ کو کافی دلچسپی ہے یہ دلچسپی آپ اور آپ کے اہل فرقہ میں اتنی زچ بس گئی ہے کہ ایک موقف کا قائل ہونا آپ کیلئے ناممکن سا ہو گیا ہے۔چنانچہ چار دن کی قربانی کو ثابت کرتے کرتے ۲۰ یا ۲۱ دن قربانی کا موقف بھی پیش کر دیا اور اسے قرآن کے مطابق بتایا۔۔۔

۳/(ب) حدیث منقطع، غیر محفوظ، غیر صحیح سے استدلال

آپ مراسلہ نمبر ۲ صفحہ نمبر ۲ پر تحریر فرماتے ہیں

’’ایک صحیح حدیث میں بھی ایام تشریق کو ذبح کے ایام کہا گیا ہے۔ملاحظہ ہو۔کل ایام التشریق ذبح (مسند احمد) اس حدیث کو علامہ ناصر الدین البانی نے مناسک الحج والعمرہ میں نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث اسناد کے تمام طریقوں سے میرے نزدیک صحیح ہے‘‘

غیر مقلدین کے فرقہ اہل حدیث کے دعوے تو بلند بانگ ہیں لکن جب ان دعوؤں کو ثابت کرنا ہوتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ محققین عصر، مقلدین سے کہیں دور پڑے ہوتے ہیں، مثلاً بات بات پر صحیح بخاری کا حوالہ دیتے ہیں اور جب مباحثہ یا مناظرہ کی مجلس ہوتی ہے تو ان کے ہاتھوں میں بجائے بخاری کے فتح الباری نظر آتی ہے اور جب ان سے کسی حدیث کی صحت کا تقاضہ کیا جاتا ہے تو اسے اصول حدیث سے صحیح ثابت کرنے کی بجائے یا تو مقلدین کی تقلید کے سائے میں ہوتے ہیں یا چودہ

سوسال پھلانگ کر پندرہویں صدی ہجری کے کسی شیخ کے کیمپ میں پناہ گزین نظر آتے ہیں بالکل یہی منظر یہاں بھی نظر آرہا ہے۔آپ جیسے غیر مقلد حدیث کی صحت کو بجائے اصول حدیث سے ثابت کرنے کے یہاں بھی رقمطراز ہیں کہ علامہ ناصرالدین البانی نے کہاہیکہ ''یہ حدیث اسناد کے تمام طریقوں سے میرے نزدیک صحیح ہے۔'' ویسے شیخ البانی کی تحقیق کا درجہ کیا ہے؟ یہ جاننے کیلئے محدیث جلیل ابوالمآثر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی کی کتاب ''البانی شذوذہٗ واخطاءہ یعنی البانی،ان کے شذوذ اور غلطیں'' کا مطالعہ کیجئے۔

شیخ البانی کا کہنا ہے کہ یہ حدیث اسناد کے تمام طریقوں سے میرے نزدیک صحیح ہے یعنی شیخ البانی کی اپنی رائے یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے جبکہ ابن قیمؒ نے علت کو پیش کرتے ہوئے اس روایت پرکلام کیا ہے چنانچہ علامہ ابن قیم کتاب ''الہدیٰ'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ جبیرابن مطعم کے طریق سے جوحدیث ہے وہ منقطع ہے اوراس کی اصل ثابت نہیں ہے اور علامہ شوکانی ''النیل'' میں اسی بات کو قبول کرتے ہیں۔(صفحہ نمبر ۳۵۸ جلد نمبر ۴) جناب وکیل صاحب آپ نے مسند احمد سے جو روایت ''کل ایام التشریق ذبح'' کو پیش کیا ہےاس میں تین علتیں ہیں (۱) وہ منقطع ہے (۲) غیر محفوظ ہے (۳) غیر صحیح ہے انکا ثبوت ملاحظہ ہو۔

آپ نے اس مناظرہ میں خود اپنی شکست تسلیم کر لی ہے جو کہ آپ کے مدعی کی بھی شکست ہے۔۔فالحمدللہ حمداً کثیراً علی ذالک

خلاصۂ بحث:۔آپ (وکیل مدعی جناب ضیاء الرحمٰن صاحب) نے اپنے موکل محمد فراہیم ابن محمد یوسف صاحب کی وکالت کا ذمہ لیا تھا یعنی آپ قربانی چار دن ہےاس کی صحیح حدیث پیش کرنے والے تھےاوراس سلسلے میں آپ نے تین اقسام کے دلائل کو پیش کیا (۱) ایام تشریق کے سلسلے میں حنفی علماء کا فرض اختلاف (۲) قرآن کریم کی آیتوں (سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۳،۲ سورۂ حج آیت نمبر ۲۸) سے قیاس (۳) الف (ایام اکل شرب کی) غیر صریح روایت سے قیاس (ب) (کل ایام تشریق قربانی کے دن ہیں) منقطع غیر محفوظ غیر صحیح روایت ۔۔۔(۱) ثابت کیا گیا یہ کہ صرف آپ کا تصور ہیکہ ایام تشریق کے سلسلے میں حنفی علماء میں اختلاف ہے جبکہ ایام تشریق کے سلسلے میں ان کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔آپ کے پیش کردہ قیاسات صرف ''توجیہ القول بمالا یرضیٰ بہ القائل'' کے ضمن سے ہےاور یہ صرف ''قیاسات ہی ہیں کوئی صحیح حدیث تو ہے نہیں جس کے پیش کرنے کا آپ نے ذمہ لیا تھا اسلئے اصولا رد ہے۔(۲) قرآن کریم کی مذکورہ آیتوں میں کہیں بھی قربانی کا ذکر نہیں ہے آپ نے قربانی کا قیاس ذکر پر کیا ہے اور یہ بھی صرف آپ کا قیاس ہے اس پر کوئی دلیل نہیں ہے اسلئے اصولاً یہ بھی رد ہے۔(۳) الف:اس ضمن میں آپ نے ایام قربانی کا قیاس ایام اکل وشرب پر کیا ہے اور یہ قیاس، قیاس فاسد ہے جبکہ آپ حضرات قیاس صحیح کو بھی دلیل شرعی نہیں مانتے اسلئے یہ بھی رد ہے۔(ب) آپ نے جو روایت پیش کی ہے کہ کل تشریق ایام قربانی ہے یہ روایت منقطع غیر محفوظ اور غیر صحیح ہے اسلئے یہ بھی رد ہے۔۔

قول فیصل:۔ بحث میں کسی جگہ بھی آپ شرط کے مطابق صحیح حدیث پیش نہیں کر سکے اسلئے آپ کے موکل محمد فراہیم بن محمد یوسف کا دعویٰ ''قربانی کے ایام چار دن ہیں'' اصولاً رد ہے۔

دستخط

انیس اظہر اقبال احمد حکیم نگر
پلاٹ نمبر ۴۰

گواہوں کی دستخطیں

غیرمقلدین سے مناظرات کی روداد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

غیر مقلدین سے مناظرات کی رودادات

روداد مناظرہ پونہ

غیر مقلدین (جو موقع محل کے لحاظ سے اپنے آپ کو اپنے مفاد کے مطابق کبھی سلفی، کبھی اہل حدیث کبھی محمدی اور کبھی اثری وغیرہ کہتے ہیں) اکثر اہل سنت و جماعت خصوصاً احناف کو پریشان کرتے رہتے ہیں۔ اسلاف وائمہ کے خلاف بدزبانی و بدتمیزی ان کا خاص شیوہ ہے۔ نوجوان اور دینی تعلیم سے کم واقفیت رکھنے والے ان کا خاص نشانہ ہوتے ہیں۔ یہ لوگ بار بار قرآن و حدیث اور صرف قرآن و حدیث پر عمل کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن صحیح معنوں میں قرآن و حدیث کو سمجھنے والے عمل کرنے والے اسلاف، ائمہ مجتہدین، علماء اور اولیاء عظام کو یہ لوگ گمراہ و مشرک تک قرار دیتے ہیں۔ ان کا ہر چھوٹا بڑا خواہ مخواہ احناف اور مقلدین سے الجھنے کی کوشش کرتا ہے، بقول علامہ اقبال ؎

بحث و تکرار ان اللہ کے بندوں کی سرشت

لیکن جب کبھی اہل علم سے ان کا سابقہ پڑ جاتا ہے تو ان کے عوام کیا خواص اور ان کے مایہ ناز مناظر سمجھے جانے والے افراد بھی آئیں بائیں شائیں کرتے نظر آتے ہیں، اس وقت ان کی بوکھلاہٹ دیدنی ہوتی ہے، ایسے وقت میں براہ راست قرآن و حدیث پر عمل کا دعویٰ کرنے والے یہ لوگ دوسرے اور تیسرے درجے کے لوگوں کی تقلید کرتے نظر آتے ہیں۔ ذرا سوچئے کہ ہم امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے ماننے والے تو انکی نظر میں گمراہ اور مشرک ہیں اور یہ بقلم خود قرآن و حدیث پر عمل کے دعوے دار دوسرے اور تیسرے درجے کے لوگوں کی تقلید کر کے مومن اور موحد؟ کسی نے سچ کہا ہے ؎

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ شاز کرے

ایسا ہی کچھ عبرت خیز نظارہ پچھلے دنوں ۱۳؍اگست ۲۰۰۰ء کو سنچے پارک مسجد پونہ میں دیکھا گیا۔ یہاں بھی عرصہ سے ان غیر مقلدین نے فتنہ پھیلا رکھا تھا، خواہ مخواہ لوگوں سے الجھنے اور بحث کرتے تھے، احناف کو مناظرے کا چیلنج دیتے تھے، ان فتنہ پردازوں کی ریشہ دوانیوں اور شر انگیزیوں سے تنگ آکر پونہ شہر کے کچھ اصحاب فہم و دانش نے جمعیۃ المسلمین مالیگاؤں سے رابطہ قائم کیا اور ۱۳؍اگست کے مناظرے میں غیر مقلدین کے خلاف بطور فریق شرکت کی درخواست کی۔ جس کا انعقاد پہلے سے طے شدہ تھا۔

چنانچہ جمعیۃ المسلمین کا وفد ۱۲؍اگست کو شب میں پونہ پہنچا وفد میں جناب ہلال احمد مولوی محمد عثمان صاحب بھی تھے (جو بزم صدیق ممبئی کی اس اقدامی کمیٹی کے ممبر ہیں جو غیر مقلدین و دیگر فرقوں کے خلاف قائم کی گئی ہے) ۱۲؍اگست کی شب میں ہی پونہ کے احباب نے وہاں کے غیر مقلدین سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی مگر رات بھر غیر مقلدین سامنے آنے سے کتراتے رہے۔ بالآخر ہزار کوششوں کے بعد صبح ۱۳؍اگست بروز اتوار ان سے رابطہ قائم ہوسکا اور غیر مقلدین نے ظہر بعد مناظرہ گاہ یعنی سنچے پارک مسجد میں آنے کا وعدہ کیا، حالانکہ ہمارے پونہ کے احباب نے صبح ہی سے مناظرہ شروع کرنے پر اصرار کیا تھا تاکہ بلاوجہ آدھا دن ضائع نہ ہو مگر غیر مقلدین کا جواب تھا کہ ہمارے علماء مالیگاؤں سے تشریف لا رہے ہیں ان کا انتظار کرنا ہوگا اس کیلئے ظہر تک کا وقت دیا جائے۔ بہر حال ظہر بعد کا وقت متعین ہوگیا۔

ظہر کی نماز سے فارغ ہوکر ہمارے حضرات سنچے پارک کی مسجد میں ان کی آمد کے منتظر رہے، آدھا گھنٹہ ہوگیا ایک گھنٹہ ہوا آخر کار طویل انتظار کے بعد تقریباً ساڑھے تین بجے کچھ غیر مقلدین سنچے پارک مسجد میں پہنچے۔ استفسار کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ لوگ صرف مناظرے کا موضوع اور شرائط طے کرنے آئے ہیں۔

موضوع اور شرائط مناظرہ پر گفتگو شروع ہوئی، احناف کی جانب سے ہلال احمد صاحب نے کہا کہ یہ مناظرہ مقلدین اور غیر مقلدین کے درمیان ہے بہت سے مسائل پر گفتگو ہو تو مناسب ہے اور پھر نماز میں بھی کئی متنازعہ مسائل ہیں جیسے آمین بالجہر (آمین بالجہر اور آمین بالسر تو ائمہ کے درمیان اختلافی بحث ہے لیکن ایک تیسری قسم آمین بالشر ہے جس کے مرتکب ہمارے غیر مقلدین احباب ہین جن کے بلند آواز سے آمین کہنے کا مقصد ہی شر پھیلانا ہوتا ہے اور اسی لئے وہ احناف کی مسجدوں میں آتے ہیں ورنہ ان کے مذہب کے مطابق کسی بھی مقلد کے پیچھے ان کی نماز ہی نہیں ہوتی) اس کے علاوہ رفع یدین وغیرہ بہت سے مسائل ہیں جن میں صرف اولیٰ اور غیرہ اولیٰ کا اختلاف ہے، ہاں ایک مسئلہ قرأت خلف الامام یعنی (امام کے پیچھے قرأت کرنے) کا ہے اس پر دونوں فریق کے موقف میں تضاد ہے ہمارے نزدیک مقتدی کو امام کے پیچھے کچھ نہیں پڑھنا چاہئے جبکہ غیر مقلدین کے نزدیک مقتدی پر سورۂ فاتحہ پڑھنا فرض ہے، اس لئے ہماری رائے یہ ہیکہ فی الوقت اسی کو موضوع مناظرہ بنایا جائے بعد میں دوسرے مسائل پر گفتگو ہو۔

غیر مقلدین کی جانب سے سید محمد عبدالقادر صاحب نے گفتگو کی انہون نے کہا کہ پہلے نماز کی کچھ سنتوں پر بحث ہو جیسے رفع یدین تشہد میں شہادت کی انگلی کو حرکت دینا وغیرہ۔ اس پر ہلال احمد صاحب نے کہا کہ فرض زیادہ اہمیت رکھتا ہے یا سنت؟ جو آپ کے نزدیک فرض ہے اس پر گفتگو کیجئے۔ لیکن عبدالقادر صاحب اپنی بات دہراتے رہے اور

ایک بار پھر نماز کے کئی مسائل کا ذکر کیا مگر قرأت خلف الامام پر گفتگو کیلئے تیار نہیں ہوئے ،ان کے ساتھ آئے دگر غیر مقلدین بھی دوسرے مسائل پر گفتگو کیلے اصرار کرنے لگے۔عبدالقادر صاحب نے کہا سینے پر ہاتھ باندھنے پر گفتگو کر لیجئے۔ ہلال احمد صاحب وغیرہ نے جب دیکھا کہ یہ لوگ موضوع مناظرہ کی بحث کو طول دیکر مناظرہ ہی ٹالنا چاہتے ہیں اس لئے ان لوگوں کو فرار کا موقع نہ دینا چاہئے اور اسی موضوع پر گفتگو کر لینی چاہئے ان حضرات کو خوب معلوم تھا کہ ۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

بہر حال موضوع اور شرائط مناظرہ پر مشتمل ایک تحریر تیار کی جانے لگی ''فرقہ اہل حدیث کی طرف سے سید عبدالقادر.......ابھی اتنا ہی لکھا گیا تھا کہ عبدالقادر صاحب نے اعتراض کیا کہ مجھے اہل حدیث کیوں لکھا گیا؟ میں نے کب کہا کہ میں اہل حدیث ہوں؟ (احناف جب انہیں غیر مقلد کہتے ہیں تب بھی برا لگتا ہے کہتے ہیں کہ ہمیں اہل حدیث کہا جائے جب اہل حدیث کہا جاتا ہے تب بھی اعتراض ہے، پتہ نہیں ان لوگوں کی ذہنی ساخت میں کون سی پیچیدگی ہے ماہرین نفسیات کو توجہ کرنی چاہئے)۔

بہر حال کچھ دیر ردوقدح کے بعد درج ذیل تحریر تیار ہوئی۔

''سید عبدالقادر صاحب عنوان اور شرائط طے کرنے آئے ہیں طے یہ ہوا کہ اس دعوے پر ان کی طرف سے دلائل قرآن کریم یا حدیث شریف سے پیش کئے جائینگے۔

دعویٰ : نماز مین سینے پر ہاتھ باندھنا سنت ہے

مدعی : سید محمد عبدالقادر صاحب یا ان کی طرف سے پیش کیا ہوا شخص

مدعا علیہ : ہلال احمد مولوی محمد عثمان

اس سلسلے میں قرآن کریم کی آیت یا حدیث صحیح صریح مدعی پیش کرے گا۔

دستخط: ہلال احمد مولوی محمد عثمان دستخط: سید محمد عبدالقادر

مدعی علیہ مدعی

ہم درج ذیل حضرات اس بات کے گواہ ہیں

۱) بشیر احمد محمد یٰسین مستری دستخط

۲) انجم اختر رضا خان دستخط

۳) محمد حنیف شیخ عباس دستخط

۴) ناصر ابراہیم جوڑ دستخط

اس کاروائی کے بعد پہلی محفل اختتام کو پہنچی ۔تحریر کی زیروکس کاپیاں فریقین کو دے دی گئیں۔ہاں اسی دوران دوسری مجلس کا وقت عصر کے بعد کا مقرر ہوا یہ بھی طے پایا کہ غیر مقلدین عصر کی نماز اسی مسجد سنجے پارک میں پڑھیں گے تا کہ نماز بعد فوراً گفتگو شروع کر دی جائے۔

مگر وہ غیر مقلد ہی کیا جو ضابطے کا پابند ہو،عصر کی نماز کے کافی دیر بعد غیر مقلدین کا قافلہ سنجے پارک مسجد پہنچا اس میں ''صورالحق'' کے ایڈیٹر ابورضوان محمد سلفی اور جامعہ محمدیہ منصورہ مالیگاؤں کے کئی اساتذہ ودیگر حضرات شامل تھے۔

گفتگو شروع ہوئی آغاز میں ہلال احمد مولوی محمد عثمان صاحب نے پچھلی مجلس میں طے شدہ امور مختصر بات کی اور سابقہ تحریر پڑھ کر سنائی نیز عبدالقادر صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ آپ بتائیں کہ مدعی کون ہے آپ خود ہیں یا کسی دوسرے کو نامزد کر رہے ہے،انہوں نے مولانا مقیم فیضی صاحب نام لیا (جو پونہ کے غیر مقلدین کے بقول سعودی عرب کے فاضل ہیں) ہلال احمد صاحب نے کہا کہ ٹھیک ہے مولانا مقیم صاحب کا نام مدعی کی حیثیت سے نوٹ کر لیا جائے ،مگر مولانا مقیم صاحب ،فوراً بولے ابھی شرائط مناظرہ طے ہوں گے، ہلال احمد صاحب نے کہا شرائط مناظرہ طے ہو چکے ہیں قرآن وحدیث صریح سے دلیل آپ کو دینی ہے،مولانا مقیم صاحب نے کہا ''حدیث صریح سے آپ کی کیا مراد ہے اس کو واضح کیجئے دوسری شرط یہ ہے کہ جو بھی حوالہ محفل مناظرہ میں پیش کیا جائے طلب کرنے پر اس کو فوری طور پر کتاب میں دکھانا ہوگا، ہر فریق کو پندرہ منٹ کا وقت دیا جائے ،درمیان میں قطع کلامی نہ کی جائے تقریر ختم کرنیکے بعد دوسرے فریق کو اپنی تقریر شروع کرنے سے پہلے پانچ سات منٹ کا وقت غور وفکر کیلئے ملنا چاہئے ہر مقرر اپنے معاونین سے بھی صلاح لے سکتا ہے۔اس پر ہلال احمد صاحب نے کہا کہ یہ سب تو بعد میں ہوگا پہلے کون گفتگو کرے گا اس کا نام تو بتایئے۔تب مولانا مقیم صاحب نے اپنا نام نوٹ کروایا۔اس کے بعد ہلال احمد صاحب نے مولانا مقیم صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ''مناظرہ کی کچھ شرائط بین الاقوامی طور پر طے شدہ ہیں ان کو دہرانے کی ضرورت نہیں باقی موضوع مناظرہ طے ہو چکا ہے شرائط میں یہ ہے کہ آپ مدعی ہیں قرآن کریم یا حدیث صریح سے آپ دلیل دیں ہم اس کو رد کریں گے۔مولانا مقیم صاحب نے اصرار کیا کہ

مناظرے کی شرائط پھر سے طے ہونا چاہئے علمی گفتگو اہل علم کے درمیان ہوتی ہے آپ کسی بازاری آدمی سے کوئی بات طے کرلیں تو ہم اس کے ذمہ دار نہیں ہیں۔اس پر ہلال احمد صاحب نے سخت گرفت کی کہ'' عبدالقادر آپ کے نمائندے بن کر آئے تھے اگر وہ بازاری تھے تو آپ نے ان کو کیوں نمائندہ بنایا، ایک دوسرے غیر مقلد نے کھڑے ہر کر کہا کہ عبدالقادر صاحب عالم نہیں ہیں ان کو کوئی معلومات نہیں وہ صرف معائنے کیلئے گئے تھے آپ ہمارے عالم سے گفتگو کیجئے۔اس پر ان سے کہا گیا کہ اگر وہ آپ کے نمائندے نہیں تھے تو انہون نے مدعی کی حیثیت سے دستخط کیوں کئے۔اس پر مولانا مقیم صاحب نے کہا کہ وہ گفتگو کرنے کے لئے نمائندے نہیں تھے بلکہ صرف گفتگو طے کرنے کیلئے نمائندے تھے اسی کے ساتھ مولانا نے ایک سوال بھی کیا کہ کیا حدیث پر گفتگو کرنے کا حق ہر ایک کو ہے؟ ہلال صاحب نے کہا'' ہمارے یہاں تو نہیں ہے ہاں آپ کے یہاں ضرور ہے، اس پر مولانا مقیم صاحب برہم ہوگئے کہنے لگے'' آپ کو کیسے معلوم کیا آپ عالم الغیب ہیں'' ہلال احمد صاحب نے کہا کہ اگر قرائن وشواہد کی بنیاد پر کوئی بات کہی جائے تو کیا اس پر بھی علم غیب کا اطلاق ہوتا ہے؟ آپ سب اہل حدیث ہیں، ابھی ہلال صاحب نے اتنا ہی کہا تھا کہ مولانا مقیم صاحب ایک بار پھر طیش میں آگئے کہنے لگے آپ کو کیسے معلوم ہم اہل حدیث ہیں؟ غرض مولانا مقیم صاحب نے اپنے کو اور اپنے ساتھیوں کو اہل حدیث ماننے سے انکار کردیا۔سارے لوگ حیرت سے منہ تکتے رہ گئے، موقع پرستی کی ایک اور بدترین مثال سامنے آگئی، کہاں تو انگریزوں کے زمانے میں ان کے ایک بڑے عالم مولانا محمد حسین بٹالوی نے انگریزی عہد کے ہندوستان کو دارالاسلام لکھ کر اس حسنِ خدمت کے صلے میں خود درخواست دے کر اپنی جماعت کیلئے اہل حدیث کا ٹائٹل الاٹ کرایا تھا اور اب ان کی ذریت اہل حدیث کہنے پر طیش میں آجاتی ہے۔

ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تابکجا

ہلال احمد صاحب نے بار بار یاددہانی کرائی کہ آپ اصل موضوع پر کیوں نہیں آتے آپ کا دعویٰ ہے اس کیلئے قرآن وحدیث صریح سے دلیل پیش کیجئے، اس پر مولانا مقیم صاحب نے کہا کہ دلیل کی صحت جانچنے کا معیار کیا ہوگا، ہلال صاحب نے کہا'' اسماء الرجال کی کتابوں سے سند کی جانچ کی جائیگی، مولانا مقیم صاحب نے کہا'' اہل اختصاص جیسے علامہ ابن حجر یا علامہ نوویؒ کی بات تسلیم کی جائے گی، ہلال صاحب نے کہا کسی نام کو مخصوص مت کیجئے اسماء الرجال کہ کتابوں سے سند کے سلسلے میں تصدیق کی جائے گی، مگر مولانا مقیم صاحب نے اہل اختصاص کا سہارا لے کر ابن حجر اور علامہ نووی کو معیار تسلیم کرنے پر اصرار کرتے ہوئے کہا کہ'' قرآن وحدیث آسمان سے نہیں ٹپکے'' (یہ جملہ مولانا مقیم صاحب کا ہے کیسٹ میں محفوظ ہے) اہل اختصاص کے ذریعے ہی ہم کو پہنچے ہیں اسلئے اہل اختصاص کی بات ہم کو ماننی پڑے گی، اپنی بات جاری رکھتے ہوئے مولانا مقیم صاحب نے سوال کیا کہ آپ نے رسول اللہ (ﷺ) کو دیکھا ہے اور وہ بھی اہل اختصاص میں سے تھے اسی لئے ہم ان کی بات مانتے ہیں مگر آپ تو غیر مقلد ہیں آپ کیوں ابن حجر اور علامہ نووی کی تقلید پر اصرار کررہے ہیں۔

جناب شیخ کا نقش قدم یوں بھی ہے اور یوں بھی

بات چیت ابھی یہیں تک پہنچی تھی کہ مغرب کا وقت آگیا حاضرین نے جب اس کی اطلاع دی تو مولانا مقیم صاحب نے کہا'' اذان دیجئے مغرب بعد انشاء اللہ مجلس ہوگی۔'' دراصل غیر مقلدین عصر کے بعد کافی تاخیر سے اسی لئے آئے تھے کہ عصر اور مغرب کے درمیان یوں بھی وقت کم ہوتا ہے اِدھر اُدھر کی گفتگو میں مغرب ہوجائے گی اسی دوران مقابل کا اندازہ بھی ہوجائے گا اگر مقابل حاوی ہوتا نظر آیا تو مغرب کے درمیان غائب ہوجائیں گے۔

چنانچہ یہی ہوا اُدھر لوگ مغرب کی جماعت کیلئے صف بندی کررہے تھے اِدھر یہ لوگ نکلنے کی تیاری میں تھے، مغرب بعد جب لوگ ایک بار پھر جمع ہوئے تو معلوم ہوا غیر مقلدین ندارد ہیں۔اتنا تو یہ لوگ بھی جانتے ہوں گے کہ بغیر کسی اطلاع کے خاموشی کے ساتھ مناظرہ گاہ چھوڑ دینا مناظرے کی اصطلاح میں فرار کہلاتا ہے۔لیکن وہاں موجود رہ کر اہل حق کا سامنا کرنیکی ہمت نہیں تھی تو اور بے چارے کرتے بھی کیا؟

بہر حال مغرب بعد کی اسی نشست میں چونکہ فریق مخالف موجود نہیں تھا اس لئے مناظرہ تو ختم ہوا دوران مناظرہ کچھ علمی اصطلاحات استعمال ہوئی تھیں عوام کا مجمع تھا اس لئے ہلال صاحب نے ان علمی اصطلاحات کی آسان زبان میں تشریح کی اور اس بات کو واضح کیا کہ مولانا مقیم صاحب کیوں اہل اختصاص کا سہارا لے کر علامہ ابن حجر اور علامہ نووی کی تقلید پر مصر تھے، ہلال صاحب نے کہا چونکہ علامہ ابن حجر اور علامہ نووی کا موقف سینے پر ہاتھ باندھنے کا ہے اسلئے انہوں نے اس طرح کی روایات کو صحیح قرار دیا ہے حالانکہ دوسرے محدثین نے ان روایات پر جرح کی ہے، مولانا مقیم صاحب چاہتے تھے کہ علامہ ابن حجر اور علامہ نووی کو صحت کا معیار تسلیم کیا جائے تاکہ اسی بنیاد پر سینے پر ہاتھ باندھنے کو سنت قرار دیا جاسکے۔

شرائط میں صحیح حدیث کا پیش کرنا طے تھا اور مقیم صاحب خوب جانتے تھے کہ قیامت تک وہ صحیح حدیث پیش نہ کرسکیں گے اسلئے ابن حجر وغیرہ کی بیساکھیوں کا سہارا لینا چاہتے تھے لیکن جب یہ بات نہ چل سکی تو راہ فرار اختیار کرگئے بہر حال اس سے اتنا فائدہ تو ہوا کہ عوام نے بھی سمجھ لیا کہ یہ لوگ کتنے پانی میں ہیں اور کس طرح حدیث کا نام لے کر امت کو گمراہ کررہے ہیں۔

اس کے بعد مناظرے کے سلسلے میں آخری تحریر تیار ہوئی جس پر تمام حاضرین نے دستخط کئے اس تحریر کی نقل درج کی جارہی ہے۔

مناظرہ کی تفصیل

۱۲/ جمادی الاوّل ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۳/ اگست ۲۰۰۰ء

مقام سنچے پارک مسجد پونا شہر

وقت	:	بعد نماز عصر
دعویٰ	:	نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے سنت ہے
مدعی	:	مولانا مقیم فیضی صاحب
مدعا علیہ	:	ہلال احمد مولوی محمد عثمان

مدعی کو قرآن اور حدیث صریح سے اپنا دعویٰ ثابت کرنا تھا اور راویوں کے نقد و اثبات کیلئے اسماء الرجال کی کتابیں پیش کی جاتی تھیں۔ عصر کے بعد شرائط طے کیئے جانے کا سلسلہ جاری ہوا تمام کاروائی کیسٹ میں محفوظ کر لی گئی ہے اور کیسٹ میں یہ جملہ بھی محفوظ ہے کی اگلی کاروائی مغرب بعد ہوگی لیکن مدعی مولانا محمد مقیم صاحب فیضی اور ان کا حلقہ احباب مثلاً ابو رضوان محمدی سلفی جامعہ محمدیہ منصورہ مالیگاؤں اور ان کے ساتھ منصورہ کے دیگر اساتذہ نیز ضمیر احمد عبدالعلیم میروڈا پونا نیز مدعی کے نمائندے سید محمد عبدالقادر ان میں سے کوئی بھی مغرب بعد مناظرہ گاہ میں موجود نہیں ہے۔ ہم لوگ اس بات کے گواہ ہیں کہ مذکورہ تمام افراد مغرب سے قبل ہی مناظرہ گاہ چھوڑ کر چلے گئے۔

۱) تونا صر جوڑ
۲) شیخ عنایت عطاء اللہ
۳) عبدالرشید پاشا
۴) عبدالقادر انعام دار
۵) عبدالعزیز منذر حسین
۶) عارف احمد عبدالصمد شیخ
۷) شیخ انور عبدالقادر
۸) عبدالرحیم شیخ
۹) عبدالستار خان محمد خان
۱۰) مشتاق حمزہ خطیب
۱۱) عبدالماجد عبدالغفار خان
۱۲) ناصر ابراہیم موڑ
۱۳) رفیق عبداللطیف خان
۱۴) محمد عارف شیخ داؤد
۱۵) مولانا علاء الدین شیخ
۱۶) محمد شعیب عبدالاحد
۱۷) شمس الدین انعام دار
۱۸) موذن مسجد ہذا (موسیٰ شیخ)
۱۹) خواجہ قاسم شیخ
۲۰) مولانا آصف خان
۲۱) رفیق میاں شیخ
۲۲) شاکر منصوبے دار
۲۳) فاروق شیخ محمد اسحاق
۲۴) بلال ابراہیم جوڑ

مناظرہ پونہ کی یہ مختصر روداد رفاہ عام اور مقلدین اہل سنت و جماعت خصوصاً احناف کے ان حضرات کیلئے تحریر کی گئی ہے جن سے یہ غیر مقلدین الجھ کر مناظرے کا چیلنج کرتے رہتے ہیں، ہمیں امید ہے یہ ان غیر مقلد حضرات کیلئے بھی مفید ہوگی جو اپنی کم علمی کی وجہ سے غیر مقلدین کے فریب کا شکار ہو کر اسلاف ائمہ اور علماء کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا ابتاعه وارنا الباطل باطلا ووارزقنا اجتنابه وصلى الله تعالىٰ على خير خلقه محمد وعلىٰ اله واصحابه اجمعين۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

روداد مباحثہ دارالمطالعہ محمدیہ

سینے پر ہاتھ باندھنے کی احادیث کو اصول سے میں صحیح ثابت نہیں کر سکتا ڈاکٹر فروغ مخدومی کا اعتراف

مقلد کی تقلید غیر مقلدین کی تحقیق ہے

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا　　　　جو چیرا تو ایک قطرۂ خوں نہ نکلا

[نوٹ:۔درج ذیل روداد عوام کی آگاہی کیلئے پیش خدمت ہے جو کہ کیسیٹ، ڈاکٹر فروغ مخدومی کے دعویٰ کی تحریر اور دیگر ثبوتوں سے تیار کی گئی ہے یہ مذکورہ تمام کیسٹیں وتحریریں محفوظ ہیں۔]

ڈاکٹر فروغ مخدومی صاحب عوام الناس میں ''نماز نبوی ﷺ'' نامی کتاب اس دعویٰ کے ساتھ تقسیم کرتے پھر رہے تھے کہ اس کی تمام احادیث صحیح ہیں اور اسی دعویٰ کے ساتھ جب ایک حنفی شخص[جمیل احمد] کو یہ کتاب دی تو انہوں نے موصوف سے کہا کہ ''تمام روایات کو جانے دیجئے'' چنانچہ سینے پر ہاتھ باندھنے کی تمام روایت کو صحیح ثابت کرنے کے لئے ڈاکٹر فروغ مخدومی صاحب نے ۲۰ مئی ۲۰۰۳ء صبح دس بجے جمعیت اہلحدیث کی لائبریری دارالمطالعہ محمدیہ (نزد اے ٹی ٹی ہائی اسکول مالیگاؤں) میں ایک مجلس مباحثہ منعقد کرنے کی تحریر جناب اقبال ملی صاحب کو دی۔ڈاکٹر فروغ مخدومی صاحب کے تقریباً گیارہ بجے پہنچنے پر مجلس شروع ہوئی۔مجلس مباحثہ ڈاکٹر فروغ مخدومی اور حافظ اقبال احمد ملی کے درمیان تھی اور حاضرین کی تعداد چودہ افراد پر مشتمل تھی مجلس کی ابتداء میں ڈاکٹر فروغ مخدومی سے درخواست کی گئی کہ سب سے پہلے صحیح حدیث کی تعریف بیان کر دیجئے تاکہ فیصلہ میں آسانی ہو سکے۔ بڑی ردوقدح کے بعد صحیح حدیث کی تعریف لکھی گئی جس پر فریقین متفق ہوئے وہ اس طرح ہے۔

''صحیح'' حدیث کی تعریف:۔وہ روایت جس کے تمام راوی متصل، تام الضبط، اور عادل ہوں اور وہ روایت غیر معطل اور غیر شاذ ہو۔

بڑی دلچسپ بات ہے کہ جس مسئلہ پر ڈاکٹر فروغ مخدومی صاحب نے مجلس منعقد کی تھی یعنی سینے پر ہاتھ باندھنے کی تمام روایات کو صحیح ثابت کرنا، تو ڈاکٹر موصوف نے مجلس کا نصف سے زائد وقت ایک ایسی روایت کو صحیح ثابت کرنے میں گذارا جو سرے سے سینے پر ہاتھ باندھنے کی ہے ہی نہیں وہ صرف ہاتھ باندھنے کے سلسلے میں ہے، جس پر فریقین متفق ہیں کہ نماز میں ہاتھ باندھنا چاہئے۔ بحث اس میں ہے کہ کہاں باندھنا چاہئے۔ جب کہ ڈاکٹر فوغ مخدومی کا موقف یہ تھا کہ سینے پر ہاتھ باندھنا چاہئے۔ اور اس کی تمام روایات صحیح ہیں لیکن بڑی ہی تعجب خیز بات ہے کہ موصوف سینے پر تھ باندھنے کی روایت کو پیش کرنے سے ہی گریز کرتے رہے صحیح ثابت کرنا تو دور کی بات ہے ہاں عوام کیلئے لمحۂ فکر یہ ضرور ہے کہ موسوف ان روایات کو پیش کرنے سے کیوں گریز کرتے رہے جبکہ مجلس اسی لئے منعقد کی گئی تھی۔ اصل میں موصوف جانتے تھے کہ وہ تمام روایات اصول حدیث سے غیر صحیح ہیں۔ فریق مخالف اور حاضرین مجلس نے جب بہت اقرار کیا کہ مجلس کا مقصد ہی فوت ہو رہا ہے آپ سینے پر ہاتھ باندھنے کی روایات پیش کیجئے تو موصوف نے یہ عذر کیا کہ ابن خزیمہ یہاں موجود نہیں ہے (کیا ہی تعجب خیز بات ہے کہ دارالمطالعہ محمدیہ میں ایسی کتابیں تو موجود ہیں کہ جن کے ذریعہ بھولی بھالی عوام کو علماء احناف کے خلاف بہکانے کی کوشش کی جا سکے لیکن جو کتابیں غیر مقلدین کا مستدل ہیں وہ موجود ہی نہیں ہیں) موصوف نے کہا ابن۔خزیمہ جب دستیاب ہوگی تو دیکھیں گے کہ اس میں ''علی صدرہ یعنی سینے پر ہاتھ باندھنا'' کا لفظ موجود ہے آپ ''نماز نبوی ﷺ'' نامی کتاب میں دیکھ کر یہ روایت پیش کیجئے اور اس کی صحت پر بحث کیجئے۔ موصوف نے بڑی شکل سے سینے پر ہاتھ باندھنے کی صرف ایک روایت کو پیش کیا جو صحیح ثابت کرتے پورا زور انہوں نے سرف اس پر لگایا کہ چونکہ فلاں فلاں اس روایت کو صحیح ثابت کرنے کا مطالبہ کیا تو ڈاکٹر فروغ صاحب اور ان کے ہم مسلک جمعیت اہل حدیث کے سکریٹری اخبار ''اسلاف'' کے ایڈیٹر دارالمطالعہ محمدیہ کے انچارج جناب فضل الرحمٰن صاحب محمدی نے اصول حدیث پر حدیث کی صحت ثابت کرنے کو حدیث کے ساتھ مذاق سے تعبیر کیا (یعنی جس دعویٰ کو ثابت کرنے کیلئے مجلس منعقد کی گئی اس کو حدیث کے ساتھ مذاق اور حدیث کا انکار گردانا) سُپڑ اسُپڑ اچلنی بھی بولے جس میں چھپّن چھید۔

خلاصہ یہ ہے کہ جب فریق مخالف نے ابن خزیمہ کی روایت کو صحیح ثابت کرنے پر اصرار کیا تو ڈاکٹر فروغ مخدومی نے اس بات کا اعتراف کیا کہ اس فن کو میں نہیں جانتا اسلئے میں اس پر گفتگو نہیں کر سکتا۔ موصوف نے یہ تحریری وعدہ کیا کہ ''اصول حدیث پر اس فن کے اساتذہ سے گفتگو کے بعد ثبوت فراہم کروں گا۔'' اس طرح ڈاکٹر فروغ مخدومی اپنی کم علمی کے اعتراف کے ساتھ اور تنگی وقت کا عذر لنگ پیش کر کے مجلس کے اختتام کا اصرار کیا۔ خلاصہ یہ کہ جس دعویٰ کو ثابت کرنے کیلئے ڈاکٹر فروغ مخدومی نے مجلس مباحثہ منعقد کی تھی اس کو اصول حدیث کے تحت صحیح ثابت کرنے سے عاجزی کا اعتراف کیا اور اپنی شکست کو چھپانے کیلئے اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کا بوجھ دوسروں کے کاندھے پر دال کر فرار کی راہ اختیار کی۔

ثبوت کے طور پر عوام کی آگاہی کے لئے مذکورہ مجلس مباحثہ کی کیسیٹ سے چند جھلکیاں تحریراً پیش خدمت ہیں۔

مباحثۂ دالمطالعہ محمدیہ کی چند جھلکیاں

ڈاکٹر:۔صحیح بخاری کی روایت جس میں دایاں ہاتھ بائیں کلائی پر رکھنے کا حکم ہے اس حدیث کی رو سے ہاتھ خود بخود سینے پر آجاتا ہے [اور اس بات کو ثابت کرنے کیلئے نصف سے زائد وقت صرف کیا اور مجلس مباحثہ میں فتح الباری سے اس کی تشریح کو پڑھ کر سنایا]

تبصرہ:۔ڈاکٹر فروغ مخدومی نے بقول غیر مقلدین شیطان کا کام کیا کیونکہ غیر مقلدین کے نزدیک قیاس شیطان کا کام ہے اور غیر نبی کے قول کو بطور دلیل ماننا شرک ہے۔کیا ڈاکٹر فروغ مخدومی توبہ نامہ اور تجدید ایمان شائع کرینگے۔

اقبال ملّی: بخاری کی اس روایت میں ''علی صدرہ یعنی سینے پر ہاتھ باندھنا'' کا لفظ ہے آپ ان روایات کو پیش کیجئے جن میں 'سینے پر' کا لفظ موجود ہو۔

ڈاکٹر:۔ان تمام روایتوں میں کوئی صحیح حدیث موجود نہیں ہے۔

تبصرہ:۔یعنی ڈاکٹر موصوف نے خود اعتراف کرلیا کہ سینے پر ہاتھ باندھنے کی کوئی صحیح روایت موجود نہیں ہے۔حقیقت خود کو منوالیتی ہے مانی نہیں جاتی (یہ الگ بات ہے کہ موصوف اپنے اعتراف سے پھر مکر گئے وہ تو اچھا ہوا ان کو تمام باتیں کیسیٹ میں موجود عوام خود سن سکتے ہیں یہی وجہ ہے کہ غیر مقلدین آواز اور تحریروں کو محفوظ کرنے سے بہت ڈرتے ہیں۔

اقبال ملّی:۔آپ نے لکھ کر دیا ہے کہ اپ سینے پر ہاتھ باندھنے کی روایات کو صحیح ثابت کریں گے۔

ڈاکٹر:۔اگر میں نے لکھ بھی دیا ہے تو یہاں پر مجھے اپنی لکھی ہوئی بات کو صحیح ثابت نہیں کرنا ہے۔

تبصرہ:۔موصوف نے اپنے دعویٰ سے رجوع کرلیا۔

ڈاکٹر:۔یہاں پر مجھ کو اپنی اصلاح کرنا ہے۔

تبصرہ:۔موصوف اپنی اصلاح کررہے ہیں اور وہ بھی مقلدین سے،جب موصوف خود لائق اصلاح ہیں تو حقانیت کے دعووں کے ساتھ اپنے مسلک کی تبلیغ کیوں کرتے ہیں پہلے اپنی اصلاح کی فکر کریں۔

ڈاکٹر:۔بخاری کی روایت جو ہم تک پہنچی ہے کہ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا جائے اب کہاں رکھا جائے اس کے بارہ میں ابن خزیمہ کی روایت موجود ہے۔

تبصرہ:۔موصوف نے اپنی زبان سے اعتراف کیا کہ صحیح بخاری کی یہ روایت صرف ہاتھ باندھنے کے سلسلے میں ہے یعنی سینے پر ہاتھ باندھنے کے سلسلے میں نہیں ہے۔ ؎مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

ڈاکٹر:۔بس جب اتنے عظیم محدثین نے اس حدیث کو صحیح کہہ دیا_____جو تحقیقات ان محدثین نے کرلیں یہ تحقیق ہم تک پہونچ چکیں ہیں ان تحقیقوں پر ہمیں مزید جرح کی ضرورت نہیں۔اس سے زیادہ دلیلوں کی ہمیں ضرورت نہیں ہے_____اس سے زائد دلیل وہی شخص چاہے گا جو ان سے زیادہ علم رکھتا ہے تو اگر کسی کے پاس ان حضرات سے زیادہ علم ہے تو ان کی مخالفت کرے۔

تبصرہ:۔شخصیت پرستی چھوڑ کر،تقلید کو شرک سے تعبیر کر کے عوام الناس کو تحقیق کے ذریعہ دین کو سمجھنے کی دعوت دینے والوں کی یہ روش تحقیق کی تحقیر ہے۔ع

کل تلک جس روش پہ چل رہے تھے دیوانے یہ کیا ہوا کہ اس روش پہ ہوشیار چلے

اقبال ملّی:۔صحیح ابن خزیمہ کی روایت کی صحت کو آپ ثابت کیجئے اس میں مؤمل بن اسماعیل ایک روای ہیں جن کے بارہ مین امام بخاری کا قول ہے کہ منکر الحدیث ہیں۔ابن حجرؒ نے اسماء الرجال کی کتاب تہذیب التہذیب میں نقل کیا ہے۔آپ بار بار امام بخاریؒ اور ابن حجرؒ کا حوالہ دے رہے ہیں کیا آپ ان دونوں کی بات مانیں گے۔

ڈاکٹر:۔یہاں حافظ ابن حجر اسماء الرجال پر بحث کررہے ہیں ابن خزیمہ کی اس روایت پر بحث نہیں کررہے ہیں وہاں پر اس راوی پر بحث کررہے ہیں۔

تبصرہ:۔دیوانہ سمجھ بوجھ کے دیوانہ ہوا ہے۔محقق العصر ڈاکٹر فروغ مخدومی صاحب کی رائے کے مطابق اسماء الرجال میں راویوں کی بحث اور چیز ہے اور روایت کی صحت کوئی اور چیز ہے۔ع ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے خامہ انگشت بدنداں ہے اسے کیا لکھیے۔

ڈاکٹر:۔ابن خزیمہ کی روایت کو ابن حجرؒ،ابن عبدالبرؒ اور ابن خزیمہ نے صحیح کہہ دیا ہے اس کی صحت کیلئے یہی کافی ہے کسی چیز کو صحیح ثابت کرنے کیلئے اتنا کافی ہے_____یہ تین حضرات فی الحال دنیا میں پائے جانے والے تمام علماء سے زیادہ علم والے ہیں_____جب اتنے عظیم محدثین نے کسی حدیث کو صحیح کہہ دیا_____جو تحقیقات ان محدثین نے کرلیں یہ تحقیق ہم تک پہونچ چکی ہیں ان تحقیقوں پر ہمیں مزید جرح کی ضرورت نہیں۔اس سے زائد دلیلوں کی ہمیں ضرورت نہیں_____اس سے زائد دلیل وہی شخص چاہے گا جو ان سے زیادہ علم رکھتا ہے تو کس کے پاس ان حضرات سے زیادہ علم ہے تو ان کی مخالفت کرے۔

تبصرہ:۔صرف قرآن وحدیث کی دلالت کے مدعی مجتہد دوراں غیر مقلد ڈاکٹر موصوف کا اصول یہ ہے کہ جس حدیث کو مذکورہ علماء نے صحیح کہہ دیا بس وہ صحیح ہے اور وہ علماء تمام علماء سے زیادہ علم والے ہیں۔ملاحظہ ہو کنویں کے مینڈک کی طرح موصوف کو کائنات سرف کنواں ہی نظر آتی ہے اور ان کے مبلغ علمی کا اندازہ اسی سے کیا جاسکتا ہے کہ موصوف ابھی تک صرف ابن حجرؒ اور ابن عبدالبرؒ کو ہی جانتے ہیں جب کہ ان حجرؒ خود امام شافعیؒ کے مقلد ہیں اور ابن عبدالبرؒ خود امام مالکؒ کے مقلد ہیں موصوف کی عقل تو ابھی صرف مقلدین علماء

کےعلم سے حیران ہے ان کی پہنچ تو ابھی ائمہ مجتہدین تک ہوئی بھی نہیں کہ جن کی روشنی میں یہ ذرّے درخشاں ہیں۔ ع توبہ ٹوٹی بھی تو ٹوٹے ہوئے پیمانوں سے!

موصوف ذرا اپنے گریباں میں منہ ڈال کر جھانک لیں کہ اس مبلغ علمی کے سہارے ائمہ مجتہدین مطلق پر سب وشتم اور طعن وتشنیع کہاں تک درست ہے۔

اقبال ملیؔ:۔خزیمہ کی روایت کو اصول حدیث سے صحیح ثابت کیجئے۔

فضل الرحمٰن محمدی:۔ سیکریٹری جمیعت اہلحدیث مالیگاؤں ،ایڈیٹر اسلاف، دارالمطالعہ محمدیہ کے انچارج جناب فضل الرحمٰن محمدی صاحب فرماتے ہیں ’’نیت خالص ہوتی ہے ناصاف ہوتی تو آدمی بغیر کسی بحث کہ بہت زیادہ اعتراضات کیے بغیر حدیث کو دیکھ کر سر جھکا لیتا ہے اخلاص کے ساتھ اسے مان لیتا ہے اس میں ہزار نکتے نہیں نکالتا ہے کہ فلاں یہ فلاں وہ۔

تبصرہ:۔فریق مخالف کی پیش کردہ احادیث پر بلا جھجھک ضعیف اور موضوع کا حکم لگا دینے کا وطیرہ رکھنے والے،فضائل اعمال کی احادیث کو ضعیف اور موضوع کتابچے، آڈیو اور ویڈیو کیسٹیں دکھا دکھا کر احادیث کا انکار کرنے والے ٹولے کے افراد کو ان جملوں کے اظہار کا حق ہی نہیں ہے۔ دین کے نام پر مساجد ،محلّوں اور گھروں میں فساد کرانے والے ،والدین کو مشرک کہہ کر قطع تعلق کرانے والے کیا اس نصیحت کا حق رکھتے ہیں؟ ہونا تو یہ چاہئے کہ احناف یا مقلدین جن احادیث نبوی ﷺ کو پیش کرتے ہیں ان پر اخلاص کے ساتھ سر جھکا لیں۔

اقبال ملیؔ:۔اِدھراُدھر کی باتوں کی بجائے صحیح ابن خزیمہ کی روایت کو اصول حدیث سے صحیح ثابت کیجئے۔

ڈاکٹر:۔اصول حدیث کیا ہے میں نہیں جانتا ہوں۔ یہ میرا کام نہیں جو اس فن کے استاذ عالم ہیں وہ ثابت کریں گے اس موضوع پر جو اس فن کے استاد ہیں مثلاً ابورضوان محمدی او دکتور فضل الرحمٰن مدنی (مدرسین جامعہ محمدیہ منصورہ مالیگاؤں) میں اگر وہ راضی ہوتے ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ میرے لیے اتنا ہی کافی ہے۔

تبصرہ:۔ڈاکٹر فروغ مخدومی نے اپنی شکست فاش کا اعلان ان الفاظ میں کیا کہ وہ اصول حدیث کو سرے سے جانتے ہی نہیں اور اس اعلان کو اسطرح چھپایا کہ جامعہ محمدیہ منصورہ مالیگاؤں کے دو اساتذہ کا نام پیش کیا کہ اگر وہ راضی ہوئے تو اس پر گفتگو کریں گے یاد رہے کہ ڈاکٹر موصوف نے جن دو اساتذہ کا نام پیش کیا کہ اگر وہ راضی ہوئے تو اس پر گفتگو کریں گے یاد رہے کہ ڈاکٹر موصوف نے جن دو اساتذہ کے کاندھوں کو پیش کیا ہے اس میں سے ایک کاندھا پہلے ہی زمین سے لگ چکا ہے موصوف نے جو ابورضوان محمدی صاحب کا نام پیش کیا ہے تو وہ اسی موضوع یعنی سینے پر ہاتھ باندھنے کی روایات کو صحیح ثابت کرنے پر پونا کے ایک مناظرہ سے فرار اختیار کر چکے ہیں۔ بڑی دلچسپ بات یہ ہے کہ یروڈا پونا کی سنجے پارک کی مسجد میں غیر مقلدین کے اس پورے قافلے نے ایک عالم وفاضل بنام مولانا محمد مقیم فیضی جن پر مدینہ یونیورسٹی کا لیبل لگا ہوا ہے ان کا کاندھا پیش کیا تھا اور فیضی صاحب نے مسجد میں بیٹھ کر خود کا اور پورے قافلے کا، مسلک اہلحدیث سے ہونے کا انکار کر دیا او رایڈیٹر صوت الحق استاذ جامعہ محمدیہ منصورہ مالیگاؤں صمٌ بکمٌ عمیٌ کی تصویر بنے ہوئے فیضی صاحب کی خاموش تائید کرتے رہے ان سبھوں کو علم تھا کہ اصول حدیث سے ان روایات کو صحیح ثابت نہیں کر سکتے۔اس لئے اپنے اہلحدیث ہونے سے انکار کر دیا اور اپنے الفاظ میں خود ہی مشرک ہو گئے۔

ابن خزیمہ کی روایت پر ایک مقلد عالم (ابن حجرؒ) کے قول کو تحقیق کے نام پر بطور دلیل پیش کرنے کی پیش بندی کی کوشش کی اور جب کوشش ناکام ہوئی تو مسجد میں آئندہ مجلس کا وعدہ کرنیکے بعد بھی مناظرہ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ ع نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم۔اس مباحثہ میں ڈاکٹر فروغ مخدومی کی ہو بہو یہی کوشش تھی کہ مقلد عالم کے قول کو تحقیق کے نام پر بطور دلیل پیش کرنے پر مصر رہے اور اسے تقلید ماننے سے انکار کرتے رہے۔کسی چیز کا نام بدلنے سے حکم نہیں بدلتا۔اگر شراب کو شربت سرؤر سے موسوم کریں تو کیا وہ حلال ہو جائے گی؟

اقبال ملیؔ:۔تاریخ طئے کیجئے۔

ڈاکٹر:۔۲۰رجون سے پہلے پہلے جمیل احمد کو اطلاع کر دونگا۔

تبصرہ:۔مقلدین تو اس کے دعویٰ دار ہیں کہ ہم سنت پر عمل کرتے ہیں گویا

ع حسن حسن رنگ میں ہوتا ہے جہاں ہوتا ہے اہل دل کیلئے سرمایۂ جاں ہوتا ہے

اور غیر مقلدین صرف صحیح احادیث پر عمل کے دعوی دار ہیں انکا یہ دعویٰ جھوٹا ہے اور فریق مخالف کے دلائل کو من گھڑت اور موضوع کہہ کر منکرین حدیث کے مترادف ہوتے ہیں۔

انکے دین میں اس فراڈ سے عوام ہوشیار رہیں اور ڈاکٹر مخدومی کے آئندہ مباحثہ کے وعدے کے سلسلے میں یہی کہہ سکتے ہیں کہ پردہ اٹھنے کی منتظر ہے نگاہ

۲۰رمئی ۲۰۰۳ء دارالمطالعہ محمدیہ کی مجلس مباحثہ کی کیسیٹ

مکتبہ نفیس

بیف مارکیٹ کے سامنے، نزد مشاورت چوک نیاپورہ مالیگاؤں

سے قیمتاً حاصل کر سکتے ہیں۔

غیر مقلدین کے سوالات کے جوابات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

غیر مقلدین کے سوالات کے جوابات

فضائل اعمال پر سوالات کے جوابات

ایک دوورقہ مراسلہ کی زیراکس کاپی بنام ''فضائل اعمال پر سوالات'' دستیاب ہوئی جس پر نہ کسی کا نام ہے اور نہ کسی کی دستخط اور پتہ۔اس میں فضائل اعمال میں پیش کردہ چند حکایات کے حوالوں کے ذیل میں کچھ سوالات تحریر ہیں سوالات اس قسم کے ہیں جس طرح مستشرقین کے ہوتے تھے (مستشرقین ایسے دشمنان اسلام ہیں جو اسلام پر تحقیق کے نام پر ایسی تحریریں اور سوالات قائم کرتے ہیں جن سے مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کے خلاف اشکالات پیدا ہوں اور وہ اسلام سے بدظن ہوں) مراسلہ نگار کی استعداد ان کے آخری صفحہ کی ''نوٹ سے ظاہر ہوتی ہے اس میں'' کے تحت سوال کرتے ہیں ''تمام واقعات کے حوالے دیجئے کہ کس کتاب سے لئے گئے ہیں'' ان کے اس سوال سے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے فضائل اعمال کا مطالعہ سنجیدگی سے اور جو اس کا حق ہے اس کیساتھ نہیں کیا ورنہ یہ سوال قائم ہی نہیں ہوتا۔حضرت شیخ الحدیثؒ نے فضائل اعمال میں جہاں جہاں حکایات نقل کی ہیں اس کا حوالہ ضرور درج کیا ہے کہ وہ کس کتاب سے نقل کی گئی ہیں اگر مراسلہ نگار کو اتنی صلاحیت بھی نہیں ہے کہ وہ ان حوالوں کو سمجھ سکیں انہیں اہل علم سے پوچھنا چاہئے اس کے بعد قلم اٹھانا چاہئے ورنہ یہ اقدام ناحق ہے''۲'' کے تحت مراسلہ نگار نے لکھا ہے کہ تمام سوالات کے جوابات قرآن اور صحیح احادیث کی روشنی میں دیجئے'' یہ وہ جملہ ہے جو معترضین کی اندھی تقلید ہے کہ جس پر اعتراض کرنا ہوتا ہے اس پر اس اعتراض کو قائم کرنے کے لئے یہ جملہ سیکھا جاتا ہے کہ پڑھنے والا یہ تصور کرے کہ فریق مقابل کی تحریرات خلاف قرآن اور حدیث ہے ورنہ مراسلہ نگار نے اپنے مراسلہ میں کہیں تحریر نہیں کیا ہے کہ انکے سوالات کس آیت کی روشنی میں یا کونسی حدیث شریف کی روشنی میں تحریر کئے گئے ہیں''۴'' کے تحت انہوں نے اپنی ناحق تحریر کو حق پر بتانے کیلئے لکھا ہے کہ ان سوالات کا ہرگز۔۔۔۔ دینے کے لئے ہیں چالاک اور مکار مجرم جرم کرنے سے پہلے ہی ضمانت قبل از گرفتاری کی کوشش کرتا ہے مذکورہ''۴'' اسی کے مترادف ہے مراسلہ نگار نے چار حوالے''فضائل درود شریف'' سے تحریر کئے ہیں ایک حوالہ فضائل نماز کا ہے اور ایک حوالہ فضائل تبلیغ کا ہے''فضائل درود شریف کے حوالے'' مراسلہ نگار نے شروع میں فضائل درود شریف کے دو حوالے تحریر کئے ہیں واقعہ نمبر ۴۳ اور دوسرا واقعہ نمبر ۴۶۔واقعہ نمبر ۴۶ میں مراسلہ نگار نے پانچ سوالات قائم کئے ہیں اور واقعہ نمبر ۴۳ میں تین سوالات قائم کئے ہیں۔حکایت نمبر ۴۶ اس طرح ہے حافظ ابو نعیمؒ نے سفیان ثوریؒ سے نقل کرتے ہیں کہ۔۔۔۔ پڑھا کرو (نزہۃ المجالس) (فضائل درود شریف صفحہ نمبر ۱۰۲ مدینہ بک ڈپو دہلی) حکایت نمبر ۴۳ اس طرح ہے روح الفائق میں اسی نوع کا ایک قصہ اور نقل کیا ہے ۔۔۔۔درود بھیجے (فضائل درود شریف صفحہ نمبر ۱۰۰ مدینہ بک ڈپو دہلی) دونوں حکایات جسے مراسلہ نگار نے''واقعہ'' لکھا ہے دراصل''خواب'' ہیں حکایت نمبر ۴۳ میں تو الفاظ بھی موجود ہیں کہ''اتنے میں میری آنکھ لگ گئی میں نے خواب میں دیکھا کہ۔۔۔۔'' اور حکایت نمبر ۴۶ میں ہے کہ''تو میں نے دیکھا کہ۔۔۔۔'' نزہۃ المجالس کی اس حکایت کی عربی عبارت دیکھنے پر بھی معلوم ہوتا کہ یہ خواب ہے اگر مراسلہ نگار کو دین اسلام کا تھوڑا سا بھی علم ہوتا تو کبھی ایسی حماقت کرنے کی کوشش نہیں کرتے کہ خواب پر احکامات نافذ کر کے اس پر حکم لگا کر سوالات قائم کرتے اور بھی اندھیر نگری چوپٹ راج والا اصول کے تحت۔کہ جس نے خواب دیکھا ہے اس کو تو چھوڑ دیا اور جس کو خواب میں دیکھا ہے اسی پر حکم نافذ کرنا (نعوذ باللہ من ذالک) اور اگر جانتے بوجھتے ہوئے یہ سوالات قائم کیا ہے تو اپنے اعمال اور ایمان کی خبر منانا چاہیئے کہ یہ احکامات اس ہستی پر نافذ کیا جارہا ہے جن کے ذریعہ اسلام سے دنیا روشناس ہوئی (**اللھم احفظنا منہ**) ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مراسلہ نگار ایسے فرقہ سے تعلق رکھتا ہے جو غیر سمجھدار ہیں یعنی فقہ کو نہیں مانتے ورنہ ایسی حماقت کبھی نہیں کرتے کہ صاف صاف اصول ہے کہ احکامات اختیاری افعال پر نافذ کئے جاتے ہیں غیر اختیاری پر نہیں خواب غیر اختیاری چیز ہے اسی لئے اس پر کسی قسم کا حکم نافذ نہیں ہوسکتا کیا مراسلہ نگار کئے کسی آیت حدیث کی رو سے ثابت کر سکتے ہیں کہ خواب پر بھی احکامات نافذ کئے جاتے ہیں؟ قرآن کریم کی کوئی ایک آیت پیش کریں یا کوئی حدیث شریف پیش کریں جسمیں خواب دیکھنے والے پر یا جس کے بارے میں خواب دیکھا گیا ہے اس پر کوئی حکم نافذ کیا گیا ہو۔

غیر مقلد زندہ رہ سکتا ہے؟

حوالہ فضائل درود شریف صفحہ نمبر ۱۲۹۔ مراسلہ نگار نے بغیر کسی عبارت یا تحریر کا تبصرہ کرتے ہوئے براہ راست سوالات کئے ہیں (۱) کیا محمد ﷺ سے دعا مانگی جاسکتی ہے فضائل درود شریف میں کہیں بھی یہ موجود نہیں ہے کہ حضرت محمد ﷺ سے دعا مانگی جائے (۲) کیا محمد ﷺ ہماری مشکلات سن کر اس کا حل کر سکتے ہیں؟ مراسلہ نگار نے فضائل درود شریف کی کوئی عبارت نہیں پیش کی جس سے یہ معلوم ہو سکے ہاں یہ ضرور ہے کہ درج بالا سوالات مراسلہ نگار کی دل کی کھوٹ کو ظاہر کر رہا ہے حوالہ فضائل درود شریف ص ۱۱۷ و ۱۱۸۔ سوال نمبر ا ''دست مبارک باہر نکلا اور انہوں نے اسے چوما'' اس جملہ کی تشریح کیجئے

مراسلہ نگار اگر سوالات کرنے سے پہلے دھیان کے ساتھ مطالعہ کرتے تو تشریح کی نوبت نہ آتی کیونکہ حضرت شیخ الحدیثؒ نے اس کے فوراً بعد تحریر فرمایا ہے اس ناکارہ کے رسالہ فضائل حج کے حکایات زیارت مدینہ کے سلسلہ میں نمبر ۱۳ پر یہ قصہ مفصل علامہ سیوطی کی کتاب الحاوی سے گذر چکا ہے مراسلہ نگار فضائل حج کی نویں فصل آداب زیارت مدینہ میں واقعات میں نمبر ۱۳ کا مطالعہ کریں اگر اس کے بعد بھی نہ سمجھیں تو کیا نہ سمجھ میں آیا اسے تحریر فرمائیں حوالہ فضائل نماز صفحہ نمبر ۱۴ کی تحت مراسلہ نگار نے عبارت ''حضرت امام اعظمؒ کا.....ڈھل رہا ہے'' پیش کر کے سوالات قائم کئے ہیں

سوال نمبر کیا کسی غیر صحابی کے نام کے آگے رضی اللہ عنہ لگا سکتے ہیں؟ جواب کیا مراسلہ نگار قرآن شریف کی کوئی آیت یا کوئی حدیث شریف پیش کر سکتے ہیں کہ صرف صحابی کے نام کے آگے رضی اللہ عنہ لگا سکتے ہیں اگر ایسی کوئی آیت یا حدیث ہو تو پیش کر دیں۔

سوال نمبر ۲ کیا امام صاحب..............ڈھل رہا ہے؟ جواب۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی مخلوق کو یا انسان کو غیب کی کسی بات پر مطلع کر دیتے ہیں تو کیا وہ مخلوق یا انسان عالم غیب ہو جاتا ہے؟ تو پھر آپ کی منطق کے مطابق دنیا میں بہت سے لوگ ایسے ہوں گے جو عالم غیب ہوں گے۔ کیوں کہ ایسے واقعات قرآن کریم میں بھی موجود ہیں اور حدیث شریف

میں بھی موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہیکہ کسی مصلحت سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو کچھ غیب کی باتوں پر مطلع کر دیتا ہے۔

سوال نمبر ۳:۔ اللہ تعالیٰ عیوب..........عیاں کئے؟ جواب:۔ اللہ تعالیٰ بعض مصلحتوں کی بناء پر اپنے نیک بندوں کو کسی کے گناہ پر مطلع کر دیتے ہیں اور یہ اس کی شان ستاری کے خلاف نہیں ہے۔ مراسلہ نگار کا یہ سوال اللہ رب العزت کی ذات پر بھی عیب، لگانے کے مترادف ہے۔ (نعوذ باللہ من ذالک) (جائزہ ص ۶) حوالہ فضائل تبلیغ ص ۳ کے تحت ''ایسے ہی حضرات..........ہو سکتی ہے۔ اس عبارت میں پیش کر کے سوال لکھتے ہیں۔

سوال:۔ کیا کسی بزرگ..........تشریح کیجئے؟ جواب:۔ صحیح بخاری میں ایک حدیث نقل کی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک فاحشہ عورت کو ایک کتے کے پانی پلا دینے پر اللہ تعالیٰ نے جنت عطا فرما دی۔ تو کسی بزرگ، عالم، ولی، پیر وغیرہ کی خدمت تو بہت افضل عمل ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ پتہ نہیں کیا کیا درجات عطا فرمائیں گے ان کی خدمت پر اللہ کی خوشنودی، گناہوں کا کفارہ ملنے پر مراسلہ نگار کو کیوں اشکال ہے؟

سوال:۔ اللہ تعالیٰ عیوب کو..........جواب:۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے ''وَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ'' ترجمہ:۔ اور جو شخص ایک ذرّہ کے برابر کرے گا۔ اسے دیکھے گا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے میدان میں حضرت آدمؑ سے لے کر دنیا کے آخری انسان تک اس تمام مجموعہ کے سامنے انسانوں سے حساب لے گا۔ اور سبھوں کے سامنے اعلان ہوگا کہ فلاں شخص (فلاں کا لڑکا) کامیاب ہو گیا۔ جسے ساری مخلوق سنے گی۔ تو کیا آپ کی منطق کے مطابق اللہ تعالیٰ کو ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ (نعوذ باللہ من ذالک)۔ اللہ تعالیٰ مختار کل ہے۔ انسانوں کو بنایا ہی گیا ہے اسی لئے کہ ان کو آزمائے کہ کون اچھے عمل کرتا ہے کون برے۔ پھر اچھے اور برے اعمال پر گواہ قائم کیے جائیں گے۔ جو اس شخص کے نیکیوں اور گناہوں ہر گواہی دئیں گے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے نشان ستاری کے خلاف نہیں ہے۔ پھر آپ کون ہوئے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی اس بات پر اعتراض کرنے والے۔ اللہ تعالیٰ کسی مصلحت کی بناء پر کسی گناہ کو اگر کسی پر ظاہر کرے۔ اور آپ کو کسی نے اختیار دیا ہے کہ اسی پر اعتراض کرنے کا۔ اللہ تعالیٰ بعض مصلحتوں کی بناء پر بعض بعض اشخاص ہر ظاہر کرتے ہیں اصل میں ان تمام گمراہ کن خیالات کی بنیاد صرف یہ مفروضہ ہے کہ کوئی شخص کسی بھی حالت میں کسی کے گناہوں پر مطلع نہیں ہو سکتا۔ اور اسی مفروضے کی بنیاد ہر یہ تمام پر خطر..........رد ہوتا ہے ایک حدیث سے وہ ہے کہ ''حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ نبی ﷺ دو قبروں پر گذرے دونوں پر عذاب ہو رہا تھا پس

فرمایا بے شک ان دونوں کو عذاب دیا جارہا ہے اور کبیرہ گناہوں پر عذاب نہیں دیا جارہا ہے (بلکہ) ان دونوں میں سے ایک پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کرتا تھا۔۔۔۔۔۔۔'' (صحیح بخاری ج ا ص ۱۸۲) اور دوروایات تو خود حضرت شیخؒ نے فضائل رمضان میں تحریر کی ہیں۔'' نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں دوعورتوں نے روزہ رکھا روزہ میں اس شدت سے بھوک لگی کہ نا قابل برداشت بن گئی ہلاکت کے قریب پہنچ گئیں صحابہ کرامؓ نے نبی ﷺ سے دریافت کیا کہ حضور ﷺ نے ایک پیالہ ان کے پاس بھیجا اور ان کو اس میں قے کرنے کا حکم فرمایا کہ انہوں نے حق تعالیٰ شانہٗ کی حلال روزی سے روزہ رکھا اور حرام چیزوں کو کھایا کہ دونوں عورتیں لوگوں کی غیبت کرتی رہیں (فضائل رمضان ص ۲۷)''۔ دوسری روایت ہے کہ'' نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ چند لوگوں کو دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ دانتوں میں خلال کرو انہوں نے عرض کیا ہم نے آج گوشت چکھا بھی نہیں حضور ﷺ نے فرمایا کہ فلاں شخص کو گوشت تمہارے دانتوں کو لگ رہا ہے (معلوم ہوا کہ اس کی غیبت کی تھی) (فضائل رمضان ص ۲۸)۔'' ان روایات سے مصنف کی تینوں باتوں کو واہی تباہی رد ہوگئی اور مصنف کا مفروضہ'' کوئی شخص کسی بھی حالت میں لوگوں کے گناہوں پر مطلع نہیں ہوسکتا۔'' اسے کہتے ہیں نیم ملا خطرہ ایمان۔ اگر امام اعظم کو اللہ تعالیٰ گناہ کے دھلنے کا کشف ادا کرے۔ تو اس سے اللہ تعالیٰ کی نشان ستاری پر کوئی فرق نہیں آتا ہے۔ البتہ مراسلہ نگار کا یہ سوال اللہ تعالیٰ کی ذات پر عیب لگانے کے مترادف ہے۔ (نعوذ باللہ من ذالک) مراسلہ نگار کو اپنے سوال سے رجوع کرنا چاہئے اور توبہ کرنا چاہئے ورنہ ان کا بھی خطرہ میں پڑ سکتا ہے۔ حوالہ فضائل تبلیغ نمبر۳:۔'' ایسے حضرات ....ہوسکتی ہے۔

سوال:۔ کیا کسی بزرگ عالم ....تشریح کیجئے۔ صحیح بخاری میں ایک حدیث نقل کی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فاحشہ عورت کو ایک کتے کے پانی پلا دینے پر اللہ تعالیٰ نے جنت عطا فرمادی۔ جب امیر کی اتباع ....نہ پیدا ہوتا (بربادی اعمال صفحہ نمبر ۷) بزرگ، عالم، ولی، پیر وغیرہ کی خدمت تو بہت ہی افضل عمل ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ پتہ نہیں کیا کیا درجات عطا فرمائیں گے۔ مراسلہ نگار کے تمام سوالات کی بنیاد یہ ہے کہ جو کچھ ان کی سمجھ میں آتا ہے وہ اسی کو اصلاح سمجھتے ہیں اور بقیہ تمام کو اسلام کے خلاف اسی کو کہتے ہیں نیم ملا خطرہ ایمان۔ اصل میں مراسلہ نگار میں اپنے اشعار میں کچھ مفروضے گڑھ لیتے ہیں اور اسی کو اسلام سمجھ کر سبھوں کو اسلام مخالف سمجھ رہے ہیں اور اس سلسلہ میں انہوں نے احترام امت، صحابہ کرام، حضور اکرم ﷺ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو بھی نہیں بخشا یہ ایسے امور ہیں جس کے صادر ہونے پر اعما کے اکارت ہونے کا اور ایمان کے ختم ہونے کا خطرہ پیدا ہوجاتا ہے اس لئے بہت احتیاط کی ضرورت ہے مراسلہ نگار کو ان سوالات سے رجوع کرنا چاہئے اور توبہ کرنا چاہئے۔ آج تبلیغی جماعت کی حیثیت اور اس کی کارکردگی تعارف کی محتاج نہیں دنیا کے ہر خطے میں بلکہ تقریباً ہر شہر میں ایسے لوگ موجود ہیں جن کی زندگیوں میں تبلیغی جماعت سے لگنے پر واضح انقلاب آیا ہے جن کی زندگیاں برائیوں کے اڈوں پر لگتی تھیں لوگوں کے جان و مال اور عزتیں جن سے محفوظ نہیں تھیں آج ان کی زندگیاں نیکیوں کے مراکز پر لگی ہوئی ہیں وہی لوگوں کے جان و مال اور عزت کے محافظ بن گئے ہیں اور عام طور پر یہ خاصیت اسلام کی ہے اور یہ خصوصیات ان میں تبلیغی جماعت کے کاموں میں لگنے سے اور ان فضائل کے تعلیم کی وجہ سے زندگیوں میں آئی ہیں اسلئے جو اصلاح کے ذریعے ہیں ان کے خلاف لکھنے سے پرہیز کرنا چاہئے ان کی مخالفت چھوڑ کر ان کے شانہ بہ شانہ رہنا چاہئے اور ان کاموں کا تعاون کرنا چاہئے مراسلہ نگار سے ہماری گذارش ہے کہ تبلیغی جماعت اور اس کے فضائل کے نصاب سے مخالفت چھوڑ کر اس کی تائید میں لگ جائیں۔

نوٹ:۔ اگر مراسلہ نگار اپنے سوالات سے رجوع نہیں کرتے ہیں اور توبہ نہیں کرتے ہیں تو معاشرے کی اصلاح کے لئے ان کی روک تھام ضروری ہے اور برائیوں کے روک کے شرعی جو ذرائع ہیں وہ ان پر استعمال کرنا چاہئے۔ فقط

غیر مقلدین سے سوالات

عقائد

واقعات

مطالعہ کے خطوط

حصہ اول (شرعی دلائل ۔تعریفات۔فقہی اصطلاحات۔نماز میں ہاتھ کہاں باندھے جائیں۔مسئلہ قرأت خلف الامام ۔مسئلہ آمین۔کیا مقتدی امام کی قرأت کا جواب دے سکتا ہے) کا تقریباً ۲۰ بیس دنوں میں مطالعہ کر لینا مناسب ہے۔

احکام کے شرعی دلائل جاننے کیلئے چند بنیادی اصطلاحات، ان کی تعریفات اور تشریحات نہ صرف سمجھ لینا بلکہ ان کو زبانی یاد کر لینا ضروری ہے جن میں سے اکثر درج ذیل ہیں۔

(۱) شرعی دلائل (۲) اقسام حدیث ان میں سے حدیث، مرفوع، صحیح لذاتہ، ضعیف، متواتر کی تعریفات اور تشریحات زبانی یاد کرنا ضروری ہے۔

تمام اقسام حدیث اور اقسام کتب حدیث کا تعارف سمجھنا ضروری ہے پہلے حصہ میں نماز کے مسائل ایک دو مرتبہ مطالعہ کر لینا چاہیئے۔

نماز میں ہاتھ کہاں باندھیں؟

اس عنوان کے تحت غیر مقلدین کا مسلک اور احناف کا مسلک فقط بہ لفظ یاد ہونا ضروری ہے۔ پھر دونوں میں نکتہ اختلاف کیا ہے؟ دونوں مسالک میں ان کا حکم کیا ہے؟ شروع میں ''سینہ پر ہاتھ باندھنے کی حقیقت کے تحت'' غیر مقلدین کے تقریباً تمام دلائل مختصراً اور ان روایات کا حکم تحریر کر دیا گیا ہے اچھا یہ ہے کہ انہیں ذہن نشین کر دیا گیا ہے اسی طرح ''ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی روایات'' بھی تحریر کردی گئی ہیں انہیں بھی ذہن نشین کر لیا جائے۔اس کے بعد دونوں مسالک کے حکم کی تعریفات اور ان کے دلائل بھی تحریر کر دیئے گئے ہیں۔ سینے پر ہاتھ باندھنے کی تمام روایات پر بحث اور اس کے بعد ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی روایات پر بحث تحریر کردی گئی ہیں پھر اخیر میں بتایا گیا ہے کہ غیر مقلدین کے پاس ان کے حکم کے مطابق دلیل کیوں نہیں ہے؟ اور احناف کے حکم کے مطابق کون سی دلیل ہے اور کس طرح نفس مسئلہ پر اجتہاد کیا گیا ہے؟

مسئلہ قرأت خلف الامام۔مسئلہ آمین۔کیا مقتدی امام کی قرأت کا جواب دے سکتا ہے۔ان عناوین کا مطالعہ اسی طرح کیا جائے۔

پھر بقیہ دس رونوں میں دوبارہ مطالعہ کیا جائے اور ذہن میں جو اشکالات ہوں انہیں ایک جگہ تحریر کر لیا جائے اور جب حصہ اول کی رابطہ کلاس ہو اس میں اشکالات حل کر لئے جائیں۔

رابطہ کلاس میں حصہ اول کے مسائل کا سرسری اعادہ ہوگا۔اشکالات حل کئے جائیں گے اور ممکن ہوا تو عملی مشق بھی کی جائے گی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام میں عورتوں کی نماز

مقلدین کی ضد میں غیر مقلدین عورتوں کو ''مساجد میں نماز'' کے نام پر گھروں سے نکالتے ہیں اور شیاطین کو انکے پیچھے لگاتے ہیں۔ (کیونکہ حدیث میں ہے کہ ''عورت سراپا چھپانے کی چیز ہے جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اسکی تاک جھانک میں لگ جاتا ہے'' ترمذی ج۱ ص۲۲۲) اور انکو اپنے رب سے دور کردیتے ہیں۔ (کیونکہ صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان میں ہے ''عورت جب تک اپنے گھر کے اندر ہوتی ہے اپنے رب سے زیادہ قریب ہوتی ہے'' الترغیب للمنذری ج۱ ص۱۳۶) اور اسکے بعد بھی انہیں مساجد میں نماز کا موقع نہیں دیتے، انہیں ایک الگ حجرے میں رکھتے ہیں جبکہ خیر القرون میں عورتوں کی صفیں مسجد ہی میں مردوں اور بچوں کے بعد لگتی تھیں (صحیح بخاری باب صلوٰۃ النساء خلف الرجال ج۱ ص۱۲۰، صحیح مسلم ج۱ ص۲۳۴، نسائی ج۱ ص۱۳۹، ترمذی ج۱ ص۵۵، ابوداؤد ج۱ ص۹۰، مسند احمد ج۳ ص۱۶۴)۔ احادیث سے ثابت ہے کہ عورتوں کی نماز انکے گھروں میں زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہے۔ (ابوداؤد ج۱ ص۸۴، مستدرک حاکم ج۱ ص۳۲۷، کنز العمال ج۷ ص۶۷۶)

غیر مقلدین عورتوں کے تعلق سے جتنا آنسو بہاتے ہیں اس سے کہیں زیادہ امریکہ اور یورپ کی اسلام دشمن تنظیمیں آنسو بہاتی ہیں انکے آنسو غم اور ہمدردی کے نہیں بلکہ ''مگرمچھ کے آنسو'' ہیں۔ تفصیلات اندرونی صفحات میں ملاحظہ کیجئے۔

مگرمچھ کے آنسو

۶/نومبر ۲۰۰۹ء جمعہ کو نیویارک سٹی کے ایک چرچ میں امریکی انتظامیہ کی حفاظت کے سائے میں ورجینا کامن ویلتھ یونیورسٹی کی ایک پروفیسر ڈاکٹر امینہ ودود کی ''امامت'' میں مغرب زدہ خواتین نے مردوں کے کاندھوں سے کاندھے ملاکر نماز جمعہ باجماعت ادا کی۔ اس نماز میں شریک ہونیوالی زیادہ تر نوجوان لڑکیاں پینٹ اور شرٹ میں ملبوس تھیں یہاں تک کہ لاؤڈ اسپیکر پر اذان دینے والی سہیلہ نامی لڑکی بھی پینٹ شرٹ اور جوتی پہنے ہوئے تھی۔ اس ''امریکی نماز'' کو ترتیب دینے والی ممبئی کی پیدا شدہ صحافی ''اُسریٰ نعمانی'' تھی، جسکو امریکی شہریت حاصل ہے۔ (اسری نعمانی کے تعلق سے یہ خبریں بھی شائع ہوئی تھیں کہ وہ ایک یہودی صحافی "ڈینیل پرل" کیساتھ بغیر نکاح کے زندگی گزار رہی ہے اور اس وقت اسے "ڈینیل پرل" سے چند مہینوں کا حمل ہے)۔ مذکورہ نماز میں شامل ہونیوالے اکثر مردوں اور عورتوں کو امریکی شہریت حاصل ہے۔ جمعہ کی نماز سے پہلے اُسریٰ نعمانی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ دو تین سال پہلے میں مکہ گئی جہاں میں نے اپنے مسلمان بہنوں اور بھائیوں کیساتھ مل کر نمازیں اور دیگر فرائض بلا امتیاز ادا کئے۔ اسکے بعد جون ۲۰۰۴ء کو مرد و خواتین نے ورجینا میں اکٹھے نماز ادا کی۔ اُسریٰ نعمانی نے کہا کہ خواتین کو مسجد میں داخل ہونے، صف میں بیٹھنے اور منبر پر کھڑے ہونیکا حق ہے۔ اسمیں عورتوں کو بھی مساوی حق اور مقام حاصل ہے اور ہم نے اسلام کا یہ روشن چہرہ آج دنیا میں پیش کیا ہے (نعوذ باللہ من ذٰلک)۔ دنیا کے تمام ممالک کے بڑے اخبارات میں جلی خبریں اور ٹی وی اور میڈیا پر انگلیوں پر گنے جانیوالے افراد کی اس ''امریکی نماز'' کو اہمیت کے ساتھ پیش کیا گیا۔ نسلی امتیاز مٹانے اور عورتوں کی نام نہاد ہمدردی میں اتنا ہنگامہ کیوں؟ دنیا کے تمام ممالک کے بڑے اخبارات کے پہلے صفحہ پر اسے کیوں پیش کیا گیا؟ دنیا کے TV چینلس اور میڈیا پر اسے اتنی اہمیت کیوں دی گئی؟ صاف ظاہر ہے کہ اسلام دشمنی میں اسلام دشمن امریکی اور مغربی ممالک نے سیاسی، اقتصادی، جنگی اور اخلاقی پامالی کے جہاں محاذ کھول رکھے ہیں وہیں انکے صیہونی صلیبی سازشی دماغ، اسلام کے خلاف شکوک و شبہات ''نام کے مسلمانوں'' کے ذریعہ پیدا کرنیکی کوشش کررہے ہیں اور آزادی کے نام پر عورتوں کا استحصال کرکے اپنی ہوس و شہوت کو پورا کرنیکا موقع ڈھونڈ رہے ہیں۔ یہ طوفانِ بدتمیزی یہیں ختم نہیں کیا گیا۔ ۸/مارچ ۲۰۱۰ء کو واشنگٹن کی ایک مسجد بنام ''واشنگٹن اسلامک سینٹر'' میں امریکی روشن خیال خواتین کے ایک گروپ نے جنسی امتیاز ختم کرنیکا مطالبہ کرتے ہوئے مذکورہ واشنگٹن ڈی سی کی مسجد میں مردوں کیلئے مخصوص دروازے سے داخل ہوگئیں اور مسجد کے اندرونی حصے میں پہنچ گئیں جہاں پہلے سے مرد مصلیان موجود تھے۔ اہم بات یہ ہے کہ مذکورہ مسجد میں عورتوں کیلئے

نماز پڑھنے کا علیحدہ حجرہ موجود ہے اور عورتوں وبچوں کے داخلہ کیلئے علیحدہ دروازہ بھی موجود ہے۔امریکی روشن خیال خواتین کا اعتراض یہ تھا کہ ''خواتین کیلئے مسجد کے اندر علیحدہ حجرہ بنا کر وہاں خواتین کو نماز ادا کرنیکا پابند کیا گیا ہے جو جنسی امتیاز کے مماثل ہے۔'' ماہ فروری میں بھی بیس خواتین نے مردوں کے حصہ میں نماز ادا کرنیکی کوشش کی تھی یہ سب حرکات جنسی امتیاز کے ختم کرنیکا مطالبہ صرف اسلام دشمنی میں اور عورتوں کے استحصال کیلئے ہے۔

یہ تو تھی رپورٹ امریکہ اور مغربی ممالک کی۔ جو مسلمان عورتوں کی ہمدردی میں ''مگر مچھ کے آنسو'' بہارہے ہیں۔اب ملاحظہ ہو غیر مقلدین کی ہمدردی عورتوں کے تعلق سے۔

عورتوں کی حالت زار

لیکن افسوس! کہ ہمارے زمانے کی ملّائیت اور پاپائیت نے جہاں عورت کو ماڈرن ایجوکیشن سے کوسوں دور ہٹایا وہاں مذہب کی صحیح تعلیم سے بھی اسکو پورا جاہل رکھا۔آج انسانیت کا آبگینہ جہالت کی مے سے بھرا ہوا ہے۔نہ عورت کیلئے جمعہ کے مسنون خطبے ہیں۔نہ عیدین میں اس کیلئے سنت کے مطابق وعظ ہیں نہ اس کیلئے کتاب وسنت کی تعلیم کا کوئی انتظام ہے۔وہ اسلام کی تعلیم سے پوری طرح ناآشنا ہے۔وہ اپنے پیارے نبی ﷺ کے قول وفعل سے بے گانی ہے آہ! صنف نازک ملّائیت کے ہاتھوں زہر جہالت کھا کر جاں بلب ہے۔

مسلمانو! خدارا عورت کی خبر لو۔اور اس کیلئے تعلیم دنیا اور تعلیم دین کا اپنی پہلی فرصت میں انتظام کرو کہ کوئی عورت ان چڑھ نہ رہے دنیا کو بھی خوب سمجھے،اور دین کا بھی پورا شعور رکھے(صلوٰۃ الرسول)

دیکھئے اسلام دشمن تنظیموں اور غیر مقلدین کا مشترکہ مطالبہ ہے کہ ملاہیت کو ختم کردو۔اس کیوجہ یہ ہیکہ مسلمانوں کا رشتہ جب تک مولوی ملا (علماء حق) کیساتھ استوار رہے گا تب تک یہ اسلام میں تحریف نہیں کرسکتے اسی لئے انکا مطالبہ ہے کہ اسلام کے محافظ ملاؤں کا تعلق مسلمانوں سے ختم کردیا جائے،اسلام دشمنوں کے اسی نظریہ کو شاعر نے عوام کیسامنے ان الفاظ میں پیش کیا ہے۔

افغانیوں کی غیرت دین کا ہے یہ علاج   مُلّا کو اس کے کوہ ودمن سے نکال دو

(اسی لیے علمائے حق کو افغانستان سے نکالنے کا کام اسلام دشمن طاقتیں اب بھی کررہی ہیں)

عورتوں کی نماز پر اہل سنت والجماعت کا اجماع

خیر القرون سے حدوث اہل حدیث (فرقہ اہل حدیث کے پیدا ہونے) تک جمیع اہل سنت والجماعت کا معمول تھا کہ

(۱)"احادیث "اور"تعامل سلف" میں نماز میں عورتوں کیلئے جو فرق وارد ہوا ہے عورتیں ہمیشہ سے ان تمام فرقوں کیساتھ نماز پڑھتی تھیں۔ائمۂ اربعہ کے مسالک یہی ہیں،فقہائے امت کا اس پر اجماع ہے۔بلکہ فرقۂ اہل حدیث کے پیدا ہونیکے کچھ عرصہ کے بعد تک خود ان غیر مقلدین کی عورتیں بھی انہیں فرقوں کیساتھ نماز پڑھتی تھیں(ملاحظہ ہوں عورتوں کی نماز کے سلسلہ میں غیر مقلدین علماء کے ابتدائی فتاوے)

(۲) خیر القرون کے بعد سے حدوث اہل حدیث تک کوئی عورت مسجد میں نماز کیلئے نہیں جاتی تھیں اور نہ ہی کسی محدّث،کسی فقیہ یا کسی عالم نے اسکا مطالبہ کیا کہ عورتیں مساجد میں نماز کیلئے جائیں (اس وقت بھی وہ تمام روایات احادیث کی کتابوں میں موجود تھیں جنکے حوالے دے دے کر آج غیر مقلدین مطالبہ کرتے ہیں) بلکہ حدوث اہل حدیث کے کچھ عرصہ بعد تک خود غیر مقلدین کی مساجد میں بھی عورتوں کا داخلہ ممنوع تھا۔

(۳) خیر القرون کے بعد سے حدوث اہل حدیث تک جمعہ کی نماز کیلئے مساجد میں اور عیدین کی نماز کیلئے عیدگاہ میں عورتیں حاضر نہیں ہوتی تھیں اور نہ کوئی اسکا مطالبہ کرتا تھا۔بلکہ حدوث اہل حدیث کے کچھ عرصہ بعد تک خود انکی مساجد اور عیدگاہ میں جمعہ اور عیدین کیلئے عورتیں حاضر نہیں ہوتی تھیں۔

گویا خیر القرون کے بعد سے حدوث اہل حدیث تک (تقریبا ایک ہزار سال سے زائد عرصہ تک) مذکورہ امور پر جمیع اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے اور حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ ''میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوسکتی''۔

جدید انکشافات

اپنی پیدائش کے کچھ عرصہ بعد غیر مقلدین کو جدید انکشافات ہوئے کہ ایک ہزار سال سے زائد عرصہ تک امت جو کرتی آئی ہے اور خود ان (غیر مقلدین) کا بھی جو عمل تھا وہ غلط تھا۔صحیح یہ ہے کہ

(۱) عورتوں اور مردوں کی نماز میں کوئی فرق نہیں

(۲) فی زمانہ (اس پُرفتن دور میں بھی) عورتوں کو نماز کیلئے مساجد میں جانا چاہئے۔

(۳) جمعہ اور عیدین میں عورتوں کی مساجد اور عیدگاہ میں حاضری ضروری ہے۔

درج بالا جدید انکشافات کی حقیقت کیا ہے؟ تفصیلات اندرونی صفحات میں ملاحظہ ہوں۔

عورتوں اور مردوں کی نماز کا فرق

احناف:۔ وَبَدنُ الْحُرَّةِ كُلُّهَا عَورَةٌ اِلَّا وَجهَهَا وَ كَفَّيْهَا ،لِقَولِهٖ عَلَيهِ السَّلَامُ: اَلْمَرْأَةُ عَورَةٌ مَستُورَةٌ ،وَاستَثنَى العُضوَينِ لِلاِبْتِلَاءِ بِاِبْدَائِهِمَا (ھدایہ اولین ص۹۳) فقہ حنفی کی مشہور اور مستند کتاب ھدایہ میں ہے کہ وَالْمَرْأَةُ تَنْخَفِضُ فِي سُجُودِهَا وَتَلْزَقُ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا لِاَنَّ ذَالِكَ اَسْتَرُلَهَا (ھدایہ:۱/۱۱۰) عورت اپنے سجدہ میں پست رہیگی اور اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے چپکائے رہے گی کیونکہ اسکے حق میں یہی زیادہ چھپانے والا ہے۔

مالکیہ:۔ امام دار الھجرۃ حضرت مالک بن انسؒ جن کے مسلک کی بنیاد اکثر اہل مدینہ کے تعامل پر ہوتی ہے۔ انکا مسلک فقہ مالکی کی معروف اور مستند کتاب ''اَلشَّرحُ الصَّغِيرِ عَلىٰ اَقْرَبِ الْمَسَالِكِ اِلىٰ مَذْهَبِ الْاِمَامِ مَالِكٍ کی ''عبارت'' سے ملاحظہ ہو۔

وَنُدِبَ (مُجَافَاةُ) أَيْ مُبَاعَدَةُ (رَجُلٍ فِيهِ) أَيِ السُّجُودِ (بَطْنَهُ بِفَخِذَيْهِ) فَلَا يَجْعَلُ بَطْنَهُ عَلَيْهِمَا (وَ) مُجَافَاةُ (مِرْفَقَيْهِ وَرُكْبَتَيْهِ) أَيْ عَنْ رُكْبَتَيْهِ (وَ) مُجَافَاةُ (ضَبْعَيْهِ) بِضَمِّ الْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ تَثْنِيَةُ ضَبْعٍ ،مَافَوْقَ الْمِرْفَقِ اِلَى الْاِبِطِ (جَنْبَيْهِ) أَيْ عَنْهُمَا مُجَافَاةً (وَسَطًا) فِي الْجَمِيعِ ،وَأَمَّا الْمَرْأَةُ فَتَكُونُ مُنْضَمَّةً فِي جَمِيعِ أَحْوَالِهَا (اَلشَّرحُ الصَّغِيرُ عَلىٰ أَقْرَبِ الْمَسَالِكِ اِلَى الْاِمَامِ مَالِكٍ:۱/۳۲۸،۳۲۹) یعنی مرد کیلئے حالت سجدہ میں اپنے پیٹ کو رانوں سے علاحدہ رکھنا مطلوب ہے، اسی طرح کہنیوں، گھٹنوں، بازوں اور پہلوؤں کو ایک دوسرے سے جدا رکھنا اور کشادہ رکھنا مطلوب اور مندوب ہے۔ لیکن عورت اپنے تمام احوال میں سمٹی رہے گی۔

شوافع:۔ امام محمد ابن ادریس الشافعیؒ کی تصنیف جوان کے تلمیذ رشید امام مزنیؒ کی روایت سے منقول ہے اور فقہ شافعی کے مستند ترین مأخذ میں شمار کی جاتی ہے اسمیں عورتوں کے طریقۂ نماز کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں: (قَالَ الشَّافِعِيُّ) وَقَدْ أَدَّبَ اللّٰهُ تَعَالىٰ النِّسَاءَ بِالْاِسْتِتَارِ ،وَأَدَّبَهُنَّ بِذٰلِكَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَاَحَبُّ لِلْمَرْأَةِ فِي السُّجُودِ أَنْ تَضُمَّ بَعْضَهَا اِلىٰ بَعْضٍ ،وَتُلْصِقَ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا ،وَتَسْجُدَ كَأَسْتَرِ مَايَكُونُ لَهَا ،وَهٰكَذَا أَحَبُّ لَهَا فِي الرُّكُوعِ وَالْجُلُوسِ وَجَمِيعِ الصَّلٰوةِ اَنْ تَكُونَ كَأَسْتَرِ مَايَكُونُ لَهَا ، وَأَحَبُّ اَنْ تُكَفِّتَ جِلْبَابَهَا وَتُجَافِيَهُ رَاكِعَةً وَسَاجِدَةً عَلَيْهَا لِئَلَّا تَصِفَهَا ثِيَابُهَا. (کتاب الام:۱/۱۰۰)

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو چھپ کر رہنے کا ادب سکھلایا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے بھی عورتوں کو یہی ادب سکھلایا ہے اور میں عورتوں کیلئے حالت سجدہ میں یہ پسند کرتا ہوں کہ وہ اپنے بدن کے ایک حصہ کو دوسرے حصہ سے ملالے اور اپنے پیٹ کو ران سے چپکالے اور اس طرح سجدہ کرے جو اس کیلئے زیادہ چھپانے والا ہو۔ اسی طرح عورت کیلئے رکوع، جلسہ اور پوری نماز میں یہی پسند کرتا ہوں کہ عورت اس ہیئت پر رہے جو اس کیلئے سب سے زیادہ ساتر (چھپانے والی) ہو۔ اور میں پسند کرتا ہوں کہ رکوع سجدہ میں اپنی چادر کو کشادہ رکھے تاکہ کپڑوں سے اسکے بدن کے خدوخال نمایاں نہ ہوں۔ (ص ۸۲/۸۳)

حنابلہ:۔ فقہ حنابلہ کی مشہور کتاب زَادُ الْمُستَقْنِعِ اور اس کی شرح ''اَلسَّلْسَبِيلُ فِي مَعْرِفَةِ الدَّلِيلِ لِفَضِيلَةِ الشَّيخِ صَالِحِ بْنِ اِبْرَاهِيمَ الْبُلَيهِيّ'' طبع ۱۴۰۱ھ میں مردوں کی نماز کا طریقہ بیان کرنیکے بعد فرماتے ہیں: وَالْمَرْأَةُ مِثْلُهُ ،تَضُمُّ نَفْسَهَا وَتَدُلُّ رِجْلَيْهَا فِي جَانِبِ يَمِينِهَا (زَادُ الْمُسْتَقْنِعِ ص۱۱۹) یعنی عورت بھی مرد کی طرح ہے لیکن عورت اپنے آپ کو سمیٹے رہے گی اور اپنے دونوں پیر دائیں جانب نکال لے گی (۸۴)

غیر مقلدین:۔ انکے نزدیک ''عورتوں اور مردوں کی نماز یکساں ہے'' نیز عورتوں اور مردوں کی نماز کے درمیان کوئی فرق نہیں''

مذکورہ بالا جملے ''قیاس'' ہیں، قرآن کریم کی کوئی آیت یا حدیث نہیں ہے۔

''اسلام کے احکامات عام طور پر عورتوں اور مردوں کیلئے یکساں ہیں'' (یہ اصول ہے جو قیاس کی حیثیت رکھتا ہے)۔ مگر وہ احکامات مستثنیٰ ہیں جنکے تعلق سے احادیث میں فرق بتایا گیا ہے۔ اسی طرح مردوں اور عورتوں کی نماز یکساں ہے، سوائے ان امور کے جن میں احادیث سے استثناء آیا ہے (یعنی فرق بتایا گیا ہے)۔ مثلاً حدیث میں آیا ہے ''فَاِنَّ الْمَرْأَةَ لَيْسَتْ فِي ذٰلِكَ كَالرَّجُلِ.

ترجمہ:۔ کیونکہ عورت کا حکم اس بارے میں مرد جیسا نہیں ہے۔ (مراسیل ابوداؤد ص ۸)''

اگر عورت اور مرد کی نماز کا فرق احادیث میں بتایا گیا ہو تو احادیث کو ترجیح دی جائیگی قیاس پر (اگرچہ احادیث ضعیف ہوں)۔ ہمارے نزدیک ضعیف حدیث بھی حجت ہے اور غیر مقلدین کے نزدیک قیاس حجت نہیں ہے پھر بھی وہ قیاس کو حدیث پر ترجیح دیتے ہیں۔

نماز میں درج ذیل امور مردوں سے فرق کیساتھ ہیں

خواتین نماز شروع کرتے وقت دونوں ہاتھ کاندھوں تک اٹھائیں (کانوں تک نہ اٹھائیں)

● عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَابْنَ حُجْرٍ اِذَا صَلَّیْتَ فَاجْعَلْ یَدَیْکَ حِذَاءَ اُذُنَیْکَ وَالْمَرْأَۃُ تَجْعَلُ حِذَاءَ ثَدْیَیْھَا۔ **ترجمہ**:۔ حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اے ابن حجر! جب تم نماز پڑھو تو اپنے ہاتھوں کو اپنے کانوں کے مقابل کرلو (اٹھاتے وقت) اور عورت اپنے ہاتھوں کو اپنے ثدیین (پستانوں) کے مقابل میں کرلے یعنی مونڈھے تک اٹھائے۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر ج۲۲ ص۲۰)

☆ سُلَیْمَانُ بْنُ عُمَیْرٍ رَحِمَہُ اللّٰہُ قَالَ رَأَیْتُ اُمَّ الدَّرْدَاءِؓ وَھِیَ تَرْفَعُ یَدَیْھَا حَذْوَ مَنْکِبَیْھَا **ترجمہ**:۔ حضرت سلمان بن عمیرؒ کہتے ہیں کہ میں نے ام الدرداءؓ کو دیکھا (جو جلیل القدر مشہور صحابیہ ہیں جن کا نام خیرۃ ہے، تہذیب التہذیب ج۱۲ ص۴۶۶) کہ وہ اپنے ہاتھوں کو مونڈھوں کے مقابل اٹھاتی تھیں۔ (جزء رفع یدین بخاری ص۱۲)

☆ عَنْ عَبْدِ رَبِّہٖ بْنِ سُلَیْمَانَ بْنِ عُمَیْرٍ قَالَ رَأَیْتُ اُمَّ الدَّرْدَاءِؓ تَرْفَعُ یَدَیْھَا فِی الصَّلٰوۃِ حَذْوَ مَنْکِبَیْھَا۔ **ترجمہ**:۔ عبد ربہ بن سلیمانؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت اُم الدرداءؓ کو دیکھا کہ وہ نماز میں ہاتھوں کو کندھوں کے برابر اٹھاتی تھیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ "فی المرأۃ اذا افتتحت الصلاۃ الی این ترفع یدیھا" ج۲ ص۴۲۱)

☆ حضرت عطاءؒ سے پوچھا گیا کہ عورت نماز میں اپنے ہاتھ کہاں تک اٹھائے گی تو فرمایا کہ اپنے پستانوں تک۔

(مصنف ابن ابی شیبہ "فی المرأۃ اذا افتتحت الصلاۃ الی این ترفع یدیھا" ج۲ ص۴۲۱)

عورت کو سجدہ میں پیٹ زمین سے چمٹا رکھنا چاہئے

● "اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ مَرَّ عَلٰی امْرَأَتَیْنِ تُصَلِّیَانِ، فَقَالَ: اِذَا سَجَدْتُمَا فَضُمَّا بَعْضَ اللَّحْمِ اِلَی الْاَرْضِ، فَاِنَّ الْمَرْأَۃَ لَیْسَتْ فِیْ ذٰلِکَ کَالرَّجُلِ۔ **ترجمہ**:۔ حضور ﷺ دو عورتوں کے پاس سے گذرے جو نماز پڑھ رہی تھیں آپ ﷺ نے ان سے فرمایا جب تم سجدہ کرو تو اپنے جسم کا کچھ حصہ زمین سے ملا لیا کرو کیونکہ عورت کا حکم اس بارے میں مرد جیسا نہیں ہے۔ (مراسیل ابوداؤد ص۸)"

● عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ مَرْفُوْعًا اِذَا جَلَسَتِ الْمَرْأَۃُ فِی الصَّلٰوۃِ وَضَعَتْ فَخِذَھَا عَلٰی فَخِذِھَا الْاُخْرٰی، فَاِذَا سَجَدَتْ اَلْصَقَتْ بَطْنَھَا عَلٰی فَخِذَھَا کَاَسْتَرِ مَا یَکُوْنُ، فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَنْظُرُ اِلَیْھَا یَقُوْلُ: یَامَلَائِکَتِیْ! اُشْھِدُکُمْ اَنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَھَا، **ترجمہ**:۔ حضرت ابن عمرؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جب عورت نماز میں بیٹھے تو اپنی ایک ران کو دوسری ران پر رکھے اور جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو اپنی ران سے ملالے جو کہ اس کیلئے زیادہ چھپانیوالا ہوگا، اسلئے کہ اللہ تعالیٰ اسکو (یعنی عورت کو) دیکھکر اپنے فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ اے میرے فرشتو! میں تمہیں اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اس عورت کی مغفرت کردی۔ (بحوالہ اعلاء السنن ج۳ ص۳۳، ابن عدی فی الکامل، بیہقی فی سننہ، کنز العمال ج۴ ص۱۱۷)

● حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ، عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ، عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِیٍّؓ قَالَ اِذَا سَجَدَتِ الْمَرْأَۃُ فَلْتَحْتَفِزْ فَلْتَضُمَّ فَخِذَیْھَا۔ **ترجمہ**:۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ عورت جب سجدہ کرے تو اپنی رانوں کو (اچھی طرح) ملالے۔ (سنن الکبریٰ بیہقی ج۲ ص۲۲۲، مصنف ابن ابی شیبہ "المرأۃ کیف تکون فی سجودھا" ج۲ ص۵۰۴)

نماز جمعہ عورت، بچہ، مریض و مسافر پر فرض نہیں

حضرت طارق بن شہابؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جمعہ جماعت کیساتھ ہر مسلمان پر فرض ہے ثابت شدہ ہے۔ سوائے چار لوگوں کے۔ یعنی غلام، عورت، بچہ، بیمار کے۔ (ابوداؤد شریف ج۱ ص۱۵۳، سنن دارقطنی ج۲ ص۳، طبرانی کبیر ج۸ ص۳۲۱ حدیث نمبر ۸۲۰۶، سنن کبریٰ بیہقی ج۳ ص۱۷۲، مستدرک حاکم ج۱ ص۴۲۵)

حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ پانچ لوگوں پر جمعہ فرض نہیں عورت، مسافر، غلام، بچہ اور اہل دیہات۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط، کنز العمال ج۷ ص۷۲۲ حدیث نمبر ۲۱۰۹۶)

حضرت محمد بن کعب قرظیؒ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد ہے کہ چار اشخاص ایسے ہیں جن پر جمعہ فرض نہیں ہے عورت، غلام، مسافر

اور مریض۔ (امام محمد کتاب الآثار ص ۳۵)

حضرت محمد بن کعب قرظیؒ سے روایت ہے کہ حضورﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت پر یقین رکھتا ہو اس پر جمعہ کے روز نماز جمعہ فرض ہے سوائے عورت، بچہ، غلام اور بیمار پر۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۶۵ "فیمن لاتجب علیه الجمعة"، المعرفہ للبیهقی ج ۴ ص ۳۱۲، مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۱۷۳)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضورﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت پر یقین رکھتا ہو اس پر جمعہ کے روز نماز جمعہ فرض ہے سوائے مریض، مسافر، عورت، بچہ اور غلام۔ (سنن دار قطنی ج ۲ ص ۳)

غیر مقلدین کی عورتوں کی نماز کے بارے میں فکرمندی کی حقیقت

غیر مقلدین عورتوں کے تعلق سے بڑی فکرمندی ظاہر کرتے ہیں اور عورتوں کی حالتِ زار کے عنوان سے آنسو بہاتے ہیں۔ عورتوں کو مسجد کے نام پر گھروں سے نکالتے ہیں اور انکے پیچھے شیطان کو لگا دیتے ہیں۔ (کیونکہ حدیث میں ہے کہ عورت سراپا چھپانے کی چیز ہے جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اسکی تاک جھانک میں لگ جاتا ہے۔ ترمذی "باب ماجاء فی کراهیة الدخول علی المغیبات، باب ج ۱ ص ۲۲۲)۔ اور انکو اپنے رب سے دور کر دیتے ہیں (اسلئے کہ صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان میں ہے کہ "عورت جب تک اپنے گھر کے اندر ہوتی ہے اپنے رب سے زیادہ قریب ہوتی ہے"۔ الترغیب للمنذری ج ۱ ص ۱۳۶) اور اسکے بعد بھی مسجد میں نماز کا موقع نہیں دیتے۔ انہیں ایک الگ حجرے میں رکھتے ہیں جب کہ خیر القرون میں عورتوں کی صفیں مسجد ہی میں مردوں اور بچوں کے بعد لگتی تھیں۔ (صحیح بخاری باب صلوٰۃ النساء خلف الرجال ج ۱ ص ۱۲۰، صحیح مسلم باب جواز الجماعة النافلة و الصلوة علی حصیر وخمرة و ثوب وغیرها من الطاهرات ج ۱ ص ۲۳۴، نسائی "المنفرد خلف الصف" ج ۱ ص ۱۳۹، ترمذی باب ما جاء فی الرجل یصلی و معه رجل و نساء ج ۱ ص ۵۵، ابوداؤد باب اذا کانوا ثلاثة کیف یقومون ج ۱ ص ۹۰، مسند احمد ج ۳ ص ۱۶۴)

اس سے زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ غیر مقلدین کے پاس ایک حدیث بھی نہیں ہے کہ وہ اسکے حوالے سے عورتوں کی نماز کا طریقہ بتا سکیں۔ انکے پاس صرف "قیاس" ہے کہ "عورتوں اور مردوں کی نماز یکساں ہے" یا "عورتوں اور مردوں کی نماز میں کوئی فرق نہیں ہے" یہ قیاس کسی حدیث میں نہیں ملتا۔ اور بغیر کسی دلیل کے عمل کرنا تقلید ہے جو انکے نزدیک شرک ہے۔ اب چونکہ انکے پاس عورتوں کی نماز پڑھنے کیطریقہ میں کوئی حدیث نہیں ہے اسلئے غیر مقلدین کے اصول کی رو سے عورتیں نماز پڑھ سکتی ہی نہیں۔

فی زمانہ مساجد میں عورتوں کی نماز کی حقیقت

[فی زمانہ جب یہ بحث چھڑتی ہے کہ عورتیں گھروں میں نماز پڑھیں مساجد میں نہ جائیں تو غیر مقلدین، حضور اکرمﷺ کے زمانہ میں (جو کہ خیر القرون تھا) عورتوں کے مسجد میں جانے کی روایات پیش کرتے ہیں۔ خیر القرون میں عورتیں نماز کیلئے مساجد میں جاتی تھیں اس سے کسی کو انکار نہیں۔ پھر اسکی دلیل میں روایات پیش کرنا تحصیل حاصل (جسکو تسلیم کیا جاتا ہے اسے تسلیم کرانا) ہے۔ بعد میں عورتوں کے حالات اور فتنوں کے اندیشے کے سبب صحابۂ کرامؓ نے عورتوں کو مساجد میں جانے سے روک دیا۔ نکتۂ بحث یہ ہے کہ صحابۂ کرامؓ نے عورتوں کو مساجد میں جانے سے جو روکا تھا وہ صحیح ہے کہ نہیں اور آج کے زمانہ میں صحابۂ کرامؓ کے اس فیصلے پر عمل کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

دراصل حضور اکرمﷺ کے زمانہ میں عورتوں کا نماز کیلئے مساجد میں جانا "مباح" یا "مستحب" فعل تھا، واجب نہ تھا۔ مردوں کیلئے اذان سنکر جماعت کیلئے مسجد میں جانا واجب ہے۔ لیکن عورتوں کیلئے یہ حکم تھا کہ وہ مسجد میں جانے کیلئے اجازت طلب کریں اور احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ "عورتوں کی نماز انکے گھروں میں زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہے"۔ ان تمام وجوہات کی بناء پر خیر القرون میں بھی عورتوں کا مسجد میں جانا یا تو مباح تھا یا مستحب۔ اصول یہ ہے کہ جو مباح یا مستحب ذریعہ بنتا ہو کسی معصیت کا وہ بھی ممنوع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ممکن ہے کہ ایک فعل فی نفسہ مباح ہو مگر دوسری حیثیت سے اسمیں قبح (خرابی) آجائے اور وہ حیثیت افضاء الی المعصیت ہے (یعنی گناہ کا ذریعہ بن جاتا ہے)۔ التبلیغ ص ۲۳۔ خود حضور اکرمﷺ سے فتنوں کے اندیشوں سے "مباح" بلکہ "مستحب" امر کا ترک کرنا ثابت ہے۔ مثلاً حدیث شریف میں قصہ آیا ہے کہ حضورﷺ نے حطیم کو بیت اللہ کے اندر داخل کرنے کا ارادہ فرمایا مگر اس خیال سے کہ جدید الاسلام کے قلوب میں خلجان پیدا ہوگا اور خود بناء کے اندر داخل ہونا امر ضروری نہ تھا اسلئے آپ نے اس قصد کو ملتوی فرما دیا اور تصریحاً یہی وجہ ارشاد فرمائی۔ حالانکہ بناء کے اندر داخل فرما دینا مستحسن تھا مگر ضرر عوام کے اندیشہ سے اس کو ترک فرما دیا۔ (اصلاح الرسوم ص ۱۱۵)

اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی امر کو ایک زمانہ میں جائز کیا جائے کیونکہ اسوقت اسمیں وجوہِ کراہت کی نہیں تھیں اور دوسرے زمانہ میں ناجائز کہہ دیا جائے

اسلئے کہ اس وقت کراہت کی علت پیدا ہوگئی۔ یا ایک مقام پر اجازت دی جائے اور دوسرے مقام میں منع کر دیا جائے۔

مثال:۔ دیکھو رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو مساجد میں آ کر نماز پڑھنے کی اجازت دی تھی کیونکہ اس وقت فتنہ کا احتمال نہ تھا اور صحابہ کرامؓ نے بدلی ہوئی حالت دیکھ کر ممانعت فرما دی۔ حدیث وفقہ میں اسکے بے شمار نظائر (مثالیں) مذکور ہیں (اصلاح الرسوم ص ۱۱۶)۔

دھیان دینے کی بات یہ ہے کہ صحابۂ کرامؓ نے بنفس نفیس مشاہدہ کیا تھا کہ خیر القرون میں عورتیں مساجد میں نماز پڑھتی تھیں اور عورتوں کے مسجد میں نماز پڑھنے کی روایت صحابۂ کرامؓ کے ذریعہ سے ہی امت تک پہنچی اور یہ روایات بھی انکے ذریعہ ہی پہنچی کہ جب عورتیں مسجد میں جانیکی اجازت چاہیں تو انہیں اجازت دے دو۔ ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ صحابۂ کرامؓ اجمعین حضور اکرم ﷺ اور اسلام کی نافرمانی کریں (نعوذ باللہ من ذلک)۔ پھر اسکے بعد جن راویوں کے ذریعے مذکورہ روایات پہونچیں وہ بھی عورتوں کے مساجد میں جانیکی ممانعت کے حامی تھے۔ جن محدثین نے اپنی کتابوں میں ان روایات کو جمع کیا کسی نے اپنی کتاب میں اس ممانعت کیخلاف ایک جملہ تک نہیں لکھا۔ یہاں تک کہ غیر مقلدین کے جو فرقے آج ان روایات کا حوالہ دے دے کر عورتوں کے مسجد میں جانیکا مطالبہ کرتے ہیں انکے فرقے کا عمل کچھ عرصہ تک ممانعت کا ہی تھا۔ اہل سنت والجماعت کا ایک ہزار سال سے زائد عرصہ سے اس پر اجماع ہے۔ لیکن غیر مقلدین کو یہ جدید انکشاف ہوا کہ آج تک جو امت کرتے آئی ہے اور جس پر خود انکا بھی عمل تھا وہ غلط تھا آج جو ان پر جدید انکشافات ہوئے ہیں وہ صحیح ہے۔ اس کی حقیقت ملاحظہ ہو۔

فی زمانہ مساجد میں عورتوں کی نماز کی حقیقت کی تفصیل ذیل میں ملاحظہ ہو۔]

حضور ﷺ کا زمانہ خیر القرون ہے عورتوں کو مساجد میں نماز پڑھنے کی اجازت تھی انکی صفیں آخر میں مردوں، بچوں کے بعد لگا کرتی تھی (صحیح بخاری باب صلوٰۃ النساء خلف الرجال ج ۱ ص ۱۲۰، صحیح مسلم باب جواز الجماعۃ النافلۃ و الصلوٰۃ علی حصیر وخمرۃ و ثوب وغیرھا من الطاھرات ج ۱ ص ۲۳۴، نسائی "المنفرد خلف الصف" ج ۱ ص ۱۳۹، ترمذی باب ما جاء فی الرجل یصلی و معہ رجل و نساء ج ۱ ص ۵۵، ابوداؤد باب اذا کانوا ثلاثۃ کیف یقومون ج ۱ ص ۹۰، مسند احمد ج ۳ ص ۱۶۴)

(۱) حضور ﷺ کا زمانہ خیر القرون تھا (۲) فتنوں سے محفوظ تھا (۳) رسول مقبول ﷺ بنفس نفیس تشریف فرما تھے۔ وحی نازل ہوتی تھی۔ نئے نئے احکام آتے تھے (۴) نماز وغیرہ کے مسائل سیکھنے کی ضرورت تھی (۵) اور سب سے بڑھ کر حضور اکرم ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کرنیکا شرف حاصل ہوتا تھا۔

ان تمام باتوں کے باوجود عورتیں نماز باجماعت پڑھنے کی مکلّف نہیں تھیں انہیں صرف اجازت تھی اور وہ بھی مشروط تھی۔ یعنی ان کیلئے مسجد میں جانے کا حکم عام نہیں تھا ان کیلئے لازم تھا کہ وہ مسجد کی نماز کیلئے اجازت لیں۔ اسی لئے حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا "کہ جب تم میں سے کسی کی عورت مسجد میں جانیکی اجازت چاہے تو اسے نہ روکو" (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۲۰، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۸۳ وغیرہ)۔ اجازت کی شرط فتنوں سے احتیاط ہی تھی۔ خلیفۂ راشد ثانی حضرت عمر فاروق (جن کے حق میں بھی یہ حدیث صادق آتی ہے "عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ .... یعنی تم پر لازم ہے میری سنت اور خلفاءِ راشدین کی سنت") کا دور آیا اور عورتوں کی حالت میں تبدیلی دیکھ کر آپ نے ان عورتوں کو جو مسجد میں آتی تھیں روک دیا۔ تمام صحابہ کرام نے اس بات کو پسند فرمایا کسی نے مخالفت نہیں کی۔ البتہ بعض عورتوں نے اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے اسکی شکایت فرمائی تو حضرت اُم المومنینؓ جو مزاجِ نبوت کی پہچاننے والی تھیں اور اسرار شریعت سے واقف تھیں انہوں نے بھی فیصلہ فاروقی سے اتفاق کرتے ہوئے فرمایا۔ "ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ عورتوں نے جو (زیب و زینت آرائش و زیبائش کا) طریقہ ایجاد کیا ہے اگر رسول اللہ ﷺ اسے ملاحظہ فرماتے تو انہیں مسجدوں سے ضرور روک دیتے جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا" (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۱۹، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۸۳، ابوداؤد ج ۱ ص ۸۴، مؤطا امام مالک ص ۶۹، مسند بزار ج ۳ ص ۱۴۹)۔ امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ام المومنینؓ کے اس اثر میں جسکو امام بخاریؒ نے نقل کیا اس بات کی دلیل ہے کہ جب عورتوں میں بدعات پیدا ہو جائے تو پھر انکا مسجدوں میں جانا درست نہیں ہے (عمدۃ القاری شرح بخاری ج ۲ ص ۱۵۹)۔ احناف، مالکیہ، شوافع، حنابلہ غرض جمیع اہلسنت والجماعت کے نزدیک عورتوں کا مساجد میں نماز کیلئے جانا مکروہ تحریمی ہے۔ خلیفۂ راشد ثانی نے اور اُم المومنین حضرت عائشہؓ نے تنبیہ فرمائی اور حضرات صحابہ کرامؓ اجمعین، تابعین عظام، اور فقہاءِ امت نے اس پر اتفاق کیا۔ عورتوں کو مساجد میں جانے سے روکا گیا۔ اور اس پر اجماع امت ہو گیا۔ علامہ بدر الدین عینیؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب نے عورتوں کو مسجدوں میں جانے کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے۔ کیونکہ انکے نکلنے میں فتنہ کا اندیشہ ہے اور یہ سبب ہے حرمت کا۔ اور جو چیز حرام تک پہنچائے وہ بھی حرام ہے۔ اس اجماع امت پر ہر دور میں عمل باقی رہا۔

تو پھر کیا وجہ ہے کہ آج عورتوں کو مساجد میں جانے پر زور دیا جا رہا ہے بلکہ اس کو سنت سمجھا جا رہا ہے۔ کیا آج کا معاشرہ ام المومنین اور حضرات صحابہ کرامؓ کے معاشرہ سے اچھا ہو گیا ہے؟ یا حضرات صحابہ کرام منشاء نبوت کو بہتر طور پر سمجھنے والے نہیں تھے؟ کیا حضرات صحابہ کرامؓ حقوق نسواں کا پاس و لحاظ کرنے والے نہیں تھے؟ مقلدین کی ضد میں غیر مقلدین، عورتوں کو "مساجد میں نماز" کے نام پر گھروں سے نکالتے ہیں اور شیاطین کو انکے پیچھے لگاتے

ہیں(کیوں کہ حدیث میں ہے کہ اَلْمَرْأَ ةُ عَوْرَةٌ فَاِ ذَا خَرَجَتْ اِسْتَشْرَفَهَا الشَّیطَانُ (ترمذی ج۱ص۲۲۲)**ترجمہ** :۔عورت سراپا چھپانے کی چیز ہے جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اسکی تاک جھانک میں لگ جاتا ہے)اور انکو اپنے رب سے دور کر دیتا ہے (اسلئے کہ صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان میں ہے کہ ''وَ اَقْرَبُ مَا تَکُوْنُ مِنْ وَجْهِ رَبِّهَا وَهِیَ فِیْ قَعْرِ بَیْتِهَا. یعنی عورت جب تک اپنے گھر کے اندر ہوتی ہے اپنے رب سے زیادہ قریب ہوتی ہے۔الترغیب للمنذری ج۱ص۱۳۶)اور اس کے بعد بھی مسجد میں نماز کا موقع دیتے ہی نہیں۔انہیں ایک الگ حجرے میں رکھتے ہیں جب کہ خیر القرون میں عورتوں کی صفیں مسجد ہی میں مردوں اور بچوں کے بعد لگتی تھیں(صحیح بخاری باب صلوٰۃ النساء خلف الرجال ج۱ص۱۲۰،صحیح مسلم باب جواز الجماعۃ النا فلۃ والصلوٰۃ علی حصیر وخمرۃ وثوب وغیرھامن الطاھرات ج۱ص۲۳۴،نسائی''المنفرد خلف الصف '' ج۱ص۱۳۹،ترمذی باب ما جاء فی الر جل یصلی و معہ رجل و نساء ج۱ص۵۵،ابو داؤدباب اذا کا نوا ثلا ثۃ کیف یقو مون ج۱ص۹۰،مسند احمد ج۳ص۱۶۴)۔اگر غیر مقلدین الگ سے حجرہ بنانے کی وجہ یہ بیان کریں کہ یہ ''فتنوں سے احتیاط'' ہے تو پھر فتنوں سے زیادہ احتیاط تو عورتوں کا گھروں کے حجرے میں نماز پڑھنا ہے کیونکہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ عورتوں کی نماز انکے گھروں میں زیادہ اجر وثواب کا باعث ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضرت ام حمیدؓ نبی علیہ السلام کے پاس تشریف لائیں اور کہا کہ اے اللہ کے رسول علیہ السلام مجھے آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کا بہت شوق ہے آپ علیہ السلام نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ تم میرے پیچھے نماز پڑھنے کا بہت شوق رکھتی ہو لیکن تمہارے لئے گھر کے حجرے میں نماز پڑھنا زیادہ بہتر ہے صحن کی نماز سے، اور صحن کی نماز برآمدہ کی نماز سے بہتر ہے اور محلّہ کی مسجد کی نماز میری مسجد (مسجد نبوی) میں ادا کرنے سے بہتر ہے حضرت ام حمیدؓ نے یہ ارشاد گرامی سن کر اپنے گھر والوں کو حکم دیا کہ ایک جگہ نماز کیلئے گھر میں اندرونی کوٹھری میں جو نہایت تاریکی میں تھی بنا دی گئی یہ اس میں نماز پڑھتی رہیں یہاں تک کہ خدا سے جاملیں (یعنی گھر ہی میں نماز پڑھتی رہیں مسجد میں نہیں گئیں۔مسند احمد ج۶ ص ۳۷۱، الترغیب والترہیب ج۱ص ۲۲۵ ،مجمع الزوائد ج۲ص ۳۳ ،ابن خزیمہ،ابن حبان وغیرہ)

حضور علیہ السلام نے عورتوں کے حق میں فرمایا بُیُوْ تُھُنَّ خَیْرٌ لَّھُنَّ یعنی ان کے گھر ان کیلئے زیادہ بہتر ہیں (مستدرک حاکم ج۱ص۳۲۷،ابوداؤد باب ما جاء فی خروج النساء الی المسجد ج۱ص۸۴)۔روایات میں ہے کہ خَیْرُ مَسَاجِدِ النِّسَاءِ قَعْرُ بُیُوْ تِھِنَّ یعنی عورتوں کیلئے بہترین مساجد ان کی کوٹھریوں کا اندرونی مکان ہے۔(مسند احمد ج۶ص ۲۹۵ ،بیہقی، کنز العمال ج۷ص ۶۷۶ ،مستدرک حاکم ج۱ص ۳۲۸)

غیر مقلدین سے سوالات

(۱) کوئی آیت یا حدیث پیش کیجئے جسمیں یہ جملہ ہو''عورت اور مرد کی نماز یکساں ہے،کوئی فرق نہیں ہے''۔

(۲)''عورتوں کی نماز کا طریقہ'' کی دلیل میں صرف ایک صحیح صریح حدیث پیش کیجئے۔

(۳) ایک صحیح صریح حدیث پیش کیجئے کہ ''عورتوں پر جمعہ کی نماز فرض ہے''۔

(۴) ایک صحیح صریح حدیث پیش کیجئے کہ ''عورتوں کا مسجد میں نماز پڑھنے کا اجروثواب گھر میں نماز پڑھنے کے اجروثواب سے زیادہ ہے''۔

(۵) خیر القرون کے بعد سے حدوث اہل حدیث تک (یعنی ایک ہزار سال سے زائد عرصہ میں) اہل سنت والجماعت کی ایک مسجد کا نام پیش کیجئے (سوائے حرمین شریفین) جس میں عورتیں نماز پڑھتی ہوں۔

نصاب تخصص کی تعلیم کا مقصد

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب ؒ تحریر فرماتے ہیں کہ ”تبلیغ احکام کے متعلقات میں سے احکام کی حفاظت بھی ہے یعنی اسلام کے اصول وفروع پر جو جملے یا آمیزشیں ہوتی ہیں خواہ وہ اہل کفر کی جانب سے ہوں یا اہل بدعت کی طرف سے ان کا دفع کرنا (اہل علم کی ذمہ داری ہے) تاکہ طالبان حق شبہات سے محفوظ رہیں۔ اوراس مقصد کیلئے اگر اہل باطل پر ردوقدح کرنے کی حاجت ہو یا ان سے مناظرہ کرنا مصلحت کا تقاضہ ہو اس سے پہلوتہی نہ کرے۔ اوراس پر آشوب زمانہ میں اگر مناظرہ مشروع ہے تو اسی غرض سے ورنہ تعصب اس درجہ ترقی پر ہے کہ مناظرہ سے احقاقِ حق (یعنی حق ثابت کرنا) مقصود ہی نہیں کرنا۔ اوراس ردوقدح کیلئے اگر اہل باطل کے علوم وفنون حاصل کرنا ضروری ہو تو وہ بھی طاعت ہے جیسے اس وقت سائنس وغیرہ سیکھنا۔“

نصاب تخصص کی تعلیم کرنے کیلئے ضروری ہے کہ نیت درست کریں جیسی نیت ہوگی ویسے ہی نتائج برآمد ہوں گے۔ اور آخرت میں اس کا پھل ویسا ہی ملے گا اسلئے۔ تصحیح نیت ضروری ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے ”عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ؓ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: لَاتَعَلَّمُوْاالْعِلْمَ لِتُبَاهُوْابِهِ الْعُلَمَاءَ، وَلَاتُمَارُوْبِهِ السُّفَهَاءَ، وَلَاتَخَيَّرُوْابِهِ الْمَجَالِسَ فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِکَ، فَالنَّارُالنَّارُ،

ترجمہ:۔ حضرت جابر ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: علماء سے بڑائی جتانے، بیوقوفوں سے جھگڑنے یعنی ناسمجھ عوام سے الجھنے اور مجلسیں جمانے کیلئے علم حاصل نہ کرو۔ جو شخص ایسا کرے اس کیلئے آگ ہے آگ۔ (ابن ماجہ باب الانتفاع بالعلم والعمل بہ ص ۲۲)

فائدہ:۔ علم کی مجلسیں جمانے کیلئے حاصل نہ کرو اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ علم کے ذریعہ سے لوگوں کو اپنی ذات کی طرف متوجہ نہ کرو۔

نصاب تخصص کی تعلیم وتعلم میں نیت صرف اللہ کی رضا ہو۔ (اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطاء فرمائے اور اجر وثواب کا باعث بنائے اور ہر قسم کے فتنوں سے بچائے۔ آمین)

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ ؒ

ڈیڑھ (۱،۱/۲) ارب سے زائد مسلمانانِ عالم میں سے ایک ارب مسلمانوں کی انفرادی، جماعتی اور سیاسی زندگی میں امام اعظم ؒ کے احوال وافکار ظلمت میں آفتاب تاباں کا مقام رکھتے ہیں۔ یہ وہ سرچشمۂ نور ہے جس کی کرنیں فرد پر، گھرانے پر، حکومت پر اور مجالس دستور ساز پر یکساں پڑتی ہیں۔ آج جب کہ ہم اپنی زندگی کو انفرادی اور اجتماعی دونوں حیثیتوں سے اسلامی سانچے میں ڈھالنا چاہتے ہیں، یہ روشنی ہر منزل پر ہماری رہنمائی کرے گی۔

از

علامہ سید مناظر احسن گیلانی ؒ